بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کی تاریخ ساز تحریروں کا گلدستہ

5847

باتوں سے خوشبو آئے

مولف

صلاح الدین سعیدی

ناشر

تاریخ اسلام فاؤنڈیشن

اسلامی جمہوریہ پاکستان پوسٹ بکس نمبر 2206

Marfat.com
Marfat.com

81116

کتاب .... باتوں سے خوشبو آئے

مولف .... محمد صلاح الدین سعیدی

(ڈائریکٹر تاریخ اسلام فاؤنڈیشن اسلامی جمہوریہ پاکستان پوسٹ بکس 2206)

تقدیم .... صاحبزادہ میاں سلیم حماد ہجویری

(سابق صدر سنی رائٹر گلڈ پاکستان، سجادہ نشین حضرت داتا گنج بخش لاہور)

ماہ و مہر .... ربیع الثانی 1427ھ مئی 2006ء

تعداد .... 11 سو

ناشر .... تاریخ اسلام فاؤنڈیشن پاکستان

صفحات .... 272 قیمت .... 150 روپے

ملنے کے پتے

☆ تاریخ اسلام فاؤنڈیشن اسلامی جمہوریہ پاکستان پوسٹ بکس 2206 لاہور

☆ مرکزی مجلس رضا نعمانیہ بلڈنگ اندرون ٹیکسالی گیٹ لاہور

☆ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا جاپان مینشن ریگل چوک صدر کراچی

☆ اورینٹیل پبلی کیشنز عمار انٹرنیشنل ہوٹل دربار مارکیٹ لاہور

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی

☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور

☆ روحانی پبلشرز ظہور ہوٹل دربار مارکیٹ لاہور

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

Marfat.com

Marfat.com

عرضِ مرتب

محمد صلاح الدین سعیدی

☆

حضرت پیر زادہ اقبال احمد فاروقی صاحب کا ''مرکزی مجلسِ رضا'' اور ''مکتبہ نبویہ'' کے روحِ رواں کے حوالے سے غائبانہ تعارف تو تھا ہی لیکن اُنکی اعلیٰ صلاحیتوں سے شناسائی ۱۹۹۲ء میں اسوقت ہوئی جب فاروقی صاحب کی زیرِ ادارت و انصرام لاہور سے شائع ہونے والا ماہنامہ ''جہانِ رضا'' جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ کے افکار و نظریات کا حقیقی و تحقیقی ترجمان ہے نظر سے گذرا، کراچی میں اُستادِ محترم پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کی بدولت مجھے ''جہانِ رضا'' عطا ہوا۔ اولین فرصت میں ماہنامہ ''جہانِ رضا'' کا سنجیدگی سے مطالعہ کیا اور حاصلِ مطالعہ یہ کہ فاروقی صاحب کے اداریے اور دیگر مضامین کے حُسنِ انتخاب نے مجھے بہت متاثر کیا۔ کوئی مضمون بھرتی کا نہ تھا بلکہ تازگی اور تحقیق کا شاہکار تھا۔ صحافت میں اداریہ نویسی ایک سنجیدہ اور خشک صنف ہے لیکن فاروقی صاحب کے اسلوبِ تحریر نے سنجیدگی کو شگفتگی اور خشکی کو تازگی میں اس طرح ڈھالا کہ قارئین کی دلچسپی نہ صرف آخری سطر تک قائم رہتی ہے بلکہ قارئین کے ذوق و شوق کی آسودگی کیساتھ ساتھ فاروقی صاحب کا پیغام بھی انکے ذہن نشین ہوتا چلا جاتا ہے۔ مختصراً یہ کہ ''جہانِ رضا'' فاروقی صاحب کی اعلیٰ صلاحیتوں کا اولین نقش تھا جو میری لوحِ دماغ پر ثبت ہوا اور گلبنِ رضا کا ایک جھونکا تھا جس سے دل و جاں وجد کرنے لگے۔

جب میں ۱۹۹۵ء میں کراچی سے واپس لاہور آیا تو فاروقی صاحب سے ملنے کی شدید خواہش ساتھ لایا۔ لاہور میں کچھ دن ایک ماہنامہ ''فیضانِ مدینہ''

Marfat.com
Marfat.com

شائع کرنے کی مصروفیات میں گزر گئے۔ بالآخر فاروقی صاحب سے ملاقات اور'' فیضانِ مدینہ'' اُنکی خدمت میں پیش کرنے کیلئے آپکی محفل (مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ) میں پہنچا، آپکی عدم موجودگی کی وجہ سے شرفِ ملاقات نہ ہوا لیکن مکتبہ نبویہ میں آپکی تصانیف و تراجم اور مرتب کردہ کتابوں کے گلہائے رنگارنگ کو دیکھنے اور سرسری مطالعہ کا موقع میسر آگیا۔ آپکا مرتب کردہ '' تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت'' دیکھا تو تاریخ و تذکرہ کی اصناف میں بھی آپکا لوہا ماننا پڑا، تاریخ و تذکرہ میں آپکی کتابیں سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ''تفسیرِ نبوی'' پنجابی کا اردو ترجمہ کیا جو پندرہ خوب صورت جلدوں پر مشتمل ہے۔ اسکے علاوہ دیگر فارسی اور عربی کتابوں کے اردو تراجم دیکھے تو آپ میدانِ ترجمہ کے بھی شہسوار نظر آئے۔ دیباچہ اور مقدمہ نگاری میں مخصوص رنگ و آہنگ، سیرت و خاکہ نگاری، مشاہداتی تحاریر، متنوع مضامین میں فنکارانہ مہارت، تنقید و تبصرہ میں بے باکانہ گرفت اور شوخیٔ تحریر دیدہ و دل کو منور کرتی گئی اور آپکی شخصیت کا سحر گہرا ہوتا گیا۔

چند روز بعد'' مکتبہ نبویہ'' پھر حاضر ہوا تو فاروقی صاحب کو جلوہ افروز پایا۔ سلام دُعا کے بعد ملاقات کیلئے شوقِ تمنا کا اظہار کیا، آپ انتہائی شفقت و مروت سے پیش آئے، ایک طویل ملاقات کا شرف بخشا، آج تک اُن کی شفقت بھری ملاقاتوں کا سلسلہ جاری ہے اور انہوں نے مجھے اپنے دامنِ محبت سے آزاد کیا اور نہ میرے دل نے آزادی کا مطالبہ کیا۔

بلاکشانِ محبت چو از قفس رُستند　　　بہ کنج خانۂ صیاد آشیاں بستند

کراچی میں قیام کے دوران پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کی صحبت میں جو پاکیزہ ادبی ذوق پایا تھا لاہور میں محترم فاروقی صاحب کی تربیت نے اسے مزید جلا بخشی۔ میرا مضمون'' کلامِ رضا میں صنعتِ تضاد کا مختصر جائزہ'' جب ماہنامہ'' جہانِ رضا''میں چھپا تو فاروقی صاحب کی مزید توجہ حاصل ہوئی پھر ایک وقت آیا کہ آپ نے مجھے رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ پر

Marfat.com
Marfat.com

ایک مختصر مضمون لکھنے کا حکم فرمایا۔ ایک طرف تو ارشد القادری صاحب جیسی جلیل القدر ہستی موضوع سخن دوسری طرف فاروقی صاحب جیسے عظیم دانشور کی فرمائش، توقعات پر پورا اُترنے کی سعی کی اور استطاعت کے مطابق مضمون تیار کر کے فاروقی صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے پسند فرمایا اور ''جہانِ رضا'' اگست ۲۰۰۲ء کے شمارے میں شائع کر دیا۔ فاروقی صاحب کی شفقتوں کے سائے وقت کیساتھ ساتھ مزید گھنے ہوتے چلے گئے۔

''جہانِ رضا'' میں ایک مستقل علمی مضمون ''یسئلون'' قارئین میں بہت مقبول تھا جسے فاروقی صاحب خود تحریر فرمایا کرتے تھے، عدیم الفرصتی کے باعث آپ نے ''یسئلون'' کا سلسلہ جاری رکھنے کیلئے مجھ پر اعتماد کا اظہار کیا اور اس مشکل کام کی ذمہ داری چند ماہ کیلئے مجھے سونپ دی۔ اللہ کے فضل و کرم سے میں اس امتحان اور فاروقی صاحب کے اعتماد پر پورا اترا۔ اس دوران آپکی رسمی و غیر رسمی ہر طرح کی مجلس میں مجھ ناچیز کو کثرت سے شرکت کا موقع ملا، آپکی خدمت میں حاضر باش رہنے سے نہ صرف میرے علم و قلم کو توانائی ملی بلکہ اعتماد کا عنصر بھی ارتقاء پذیر ہوتا چلا گیا۔

محترم فاروقی صاحب چونکہ پیر زادے ہیں اسلئے آپ کی محفل پیر مغاں، رندِ جواں، صاحبانِ فقر و فاقہ اور فیض یافتگانِ مرشد و آقا سے سجی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ دینی و مذہبی، علمی و قلمی، سیاسی و سماجی، فکری و نظریاتی اور سرکاری و درباری شخصیات سے بھی آپکے تعلقات کا حلقہ سجا رہتا ہے۔ ان سب با کمال و صاحبِ جمال ہستیوں میں سے چند ایک کیساتھ آپکا بہت گہرا تعلق ہے اور ان بے نظیر و بے تکلف دوستوں کا آپکے پاس اکثر آنا جانا لگا رہتا ہے۔ میری خوش بختی ہے کہ مجھے ان مستقل مزاج ثقہ افراد سے استفادہ کرنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔ اگر ان لوگوں کی شخصیت و فن پر لکھا جائے تو ہر ایک کیلئے الگ الگ کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔

تیری محفل میں بیٹھنے والے   آدمی بے نظیر ہوتے ہیں

Marfat.com
Marfat.com

ان بے نظیر آدمیوں میں سے فی الحال میں اُس شخصیت کا ذکر کرتا ہوں جو نہ صرف محترم فاروقی صاحب کے مخلص، مزاج شناس اور بے بدل دوست ہیں بلکہ سفر و حضر، خوشی و غم اور راز و نیاز میں بھی باہم شریک رہتے ہیں، فاروقی صاحب کے مصاحبین ومعاونین میں ممتاز مقام رکھتے ہیں، یہ شخصیت حضرت عبداللہ المعروف شیخ ہندی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ وجانشین حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ کے فرزندِ ارجمند، عجز وانکسار کی تصویر، عرفانِ گنج بخشؒ کے سفیر حضرت میاں محمد سلیم حماد ہجویری کی ہے جس نے مجھے اس زاویہ سے بہت متاثر کیا ہے کہ آپ صاحبِ مطالعہ بھی ہیں اور صاحبِ قلم بھی، علمی وادبی شخصیات اور اُن کے شہہ پاروں کی نہ صرف تعریف وتوصیف کرتے ہیں بلکہ ایک بالغ نظر نقاد کے طور پر مستحکم رائے بھی رکھتے ہیں اور مناسب موقع پر اظہار کے خوبصورت پیرائے میں نقد وتبصرہ کا حق ادا کرتے ہیں۔ آپ نہ صرف علم دوست ہیں بلکہ صاحبانِ علم وفن کے سچے قدر دان بھی ہیں چونکہ آپ محترم فاروقی صاحب کی ذات اور صفات سے بخوبی واقف ہیں اس لئے اپنی محافل میں آپ اکثر اس بات کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ کہ

"فاروقی صاحب کے قلم سے تراشیدہ شہہ پاروں کی جمع وتدوین ہونی چاہیئے۔ انکے زرخیز دماغ میں ۷۸ سالہ زندگی کے مشاہدات وتجربات اور مطالعہ کی وہ روشنی ہے جس میں عالمِ اسلام اور پاکستان کی تاریخ کا ہر پہلو دُرست صورت میں دیکھا اور سمجھا جا سکتا ہے لہٰذا آپکی یاداشتوں کے دریچوں سے اس روشنی کو عام کرنے کی مزید ضرورت ہے۔ اس کیلئے فاروقی صاحب کی شخصیت وفن پر قلم وکلام سے انکے شایانِ شان مبسوط کام، حوصلہ افزائی اور کشادہ دلی سے تعاون ہونا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں اہلِ علم خصوصاً آپکے حلقہ احباب کو سنجیدہ اور مقدور بھر کوشش کرنا چاہیئے۔ جناب پروفیسر مسعود احمد صاحب پر بھارت میں پی ایچ ڈی کا مقالہ، جناب ابو الطاہر فدا حسین فدا صاحب پر ایم فل کا مقالہ اُنکی حیات میں ہی

Marfat.com
Marfat.com

لکھا جاچکا ہے۔ اسی طرح پرائیویٹ سیکٹر میں مولانا عبدالحکیم شرف قادری، صاحبزادہ سیّد محمد فاروق القادری صاحبان اور چند دیگر بزرگوں پر کام ہو رہا ہے اور یہ ایک اچھی روایت ہے۔''

محترم میاں حماد صاحب کی باتوں کے زیرِ اثر میں نے جناب فاروقی صاحب پر کام کرنے کا عزم کیا۔ اتفاق سے انہی دنوں جب حضرت میاں حماد ہجویری صاحب سابق صدر پاکستان سُنی رائٹرز گلڈ، بانی و چیئرمین ''ہجویری فاؤنڈیشن'' کی طرف سے اپنے کاشانہ ہجویری ہاؤس میں ۱۷/اپریل ۲۰۰۵ء کو اپنے ایک ۹۱ ویں سالہ استاد ابوالطاہر فدا حسین فدا (متوفی ۸ فروری ۲۰۰۶ء) کے اعزاز میں ایک خوبصورت بزم ''ایک شام فدا کے نام'' سجائی گئی جس میں حضرتِ فدا کی ہمہ جہت خدمات کا اعتراف اور انکی ''شخصیت و فن'' پر تحقیقی مقالہ برائے ایم۔فل اُردو سیشن ۲۰۰۲/ ۲۰۰۴ء پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور، مقالہ نگار پروفیسر طلعت رشید صاحب اور نگرانِ مقالہ ڈاکٹر محمد سلیم ملک صاحب کی انعام و اکرام، کلام و بیان اور ''ایوارڈ حسنِ کارکردگی'' سے قدر افزائی کی گئی۔ اس مجلس میں چیدہ چنیدہ علمی و ادبی شخصیات نے شرکت فرمائی اور اپنے بیان و کلام سے رنگِ محفل دوبالا کر دیا۔ تقریبِ قدر افزائی کے انعقاد پر میاں صاحب کو بہت سراہا گیا۔ مہمانانِ ذی وقار میں جناب جسٹس (ر) ڈاکٹر منیر احمد مغل صاحب، پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب، محمد عالم مختارِ حق صاحب، مفتی علی احمد سندیلوی صاحب، عمران نقوی صاحب، پروفیسر عبدالروف قریشی صاحب، میاں اعجاز احمد صاحب، میاں احمد مدنی صاحب، میاں امیر حمزہ رضا صاحب اور صاحبزادہ احمد عاصم صاحب کے علاوہ علم وادب کے قدر شناسوں کی کہکشاں جلوہ افروز تھی جسکا ہر ستارہ علم وادب میں ضوفشاں تھا۔

محترم میاں حماد ہجویری صاحب نے خصوصی شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے

Marfat.com
Marfat.com

مجھ ناچیز کو بھی مدعو کیا تھا۔ اس محفل نے میرے عزم کو مہمیز لگائی اور میں نے اولاً فاروقی صاحب کی تحریریں جو چھپ چکی ہیں اور مختلف گوشوں میں منتشر پڑی ہوئی ہیں، ان میں سے منتخب شہہ پاروں کو یک جا کر کے کتابی صورت میں ڈھالنے کا پختہ ارادہ کیا۔ جب میں نے اپنے جذبات و خیالات کا اظہار محترم میاں صاحب سے کیا تو میری توقع سے بڑھ کر آپ نے میری حوصلہ افزائی اور پذیرائی کی اور اس کام میں ہر ممکن تعاون فرمایا۔ فاروقی صاحب کو بتائے بغیر مختلف ماخذوں سے بکھری ہوئی تحریروں کو جمع و تدوین کے بعد کمپوزنگ کا صبر آزما اور طویل مرحلہ طے کیا۔

دانہ می چیدیم ہر جائے کہ خرمن یافتیم!

جب محترم فاروقی صاحب کو اس کام سے آگاہ کرنے اور سرپرائز دینے کا وقت آیا تو یہ خیال ستانے لگا کہ نہ جانے میری اس کاوش پر انکا ردِعمل کیا ہوگا بہر حال امید وبیم کی اس کیفیت میں مبتلا عید الفطر ۱۴۲۶ھ کے روز آپ کی قیام گاہ ریواز گارڈن پہنچا، مُعانقہ کے بعد جب انکی خدمت میں انہی کے شہہ پاروں کو یکجا صورت میں پیش کیا تو آپ ورق گردانی کرتے ہوئے ماضی میں کھو گئے اور ان مشکلات کا اظہار کیا جو انہوں نے ان شہہ پاروں کی تخلیق کے وقت اٹھائی تھیں۔ اس کام کی قدر افزائی کے پیشِ نظر مجھے اپنے دستِ شفقت سے تھپکی اور زبانِ محبت سے داد و شاباش دی اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ان کی آنکھوں میں وہ خاص چمک تھی جو ''جنس نایاب'' نہیں تو ''جنس کمیاب'' ضرور ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے آج میری یہ کاوش زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر کتابی شکل میں آپ کے ذوقِ مطالعہ کی نذر ہے۔

☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

تقدیم
میاں محمد سلیم حماد ہجویری

☆

حضرت پیر زادہ اقبال احمد فاروقی مدظلہ العالی کی شخصیت وفن پر قلم و کلام سے مکمل احاطہ کرنا بہت مشکل ہے، جامع اور مبسوط مقالہ لکھنے کیلئے کم از کم دو سال کا عرصہ درکار ہوگا۔ ظاہر ہے کہ مختصر وقت میں آپ کی شخصیت وفن پر محض تعارفی روشنی ہی ڈالی جاسکتی ہے اور یہ کتاب اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

علوم وفنون کا سمندر ہو یا کوئی ساگر، کسی تحریک کا غلغلہ ہو یا پانی کا بلبلہ' ان کے نشیب وفراز تو ہر کہ ومہ دیکھ لیتا ہے لیکن ان کی گہرائی میں اُترنے والا کوئی کوئی ہوتا ہے اسلئے تحقیق وتدقیق کے تقاضے پورے کرنے کے بعد لکھنے والوں کی ہمیشہ کمی رہی ہے۔ آپکی تحریروں میں تحقیق وتدقیق کیساتھ گہرائی بھی پائی جاتی ہے۔ اور آپ کا قلم ماضی کے واقعات وسانحات، حال کے زمینی حقائق اور مستقبل کی پیش گوئیاں کرتا جاتا ہے، آپ جب صوفیہ کے حالات، فقر کے مقامات اور کشف وکرامات کا ذکر کرتے ہیں تو روحانیت کے در کھولتے چلے جاتے ہیں۔ جب بالادست طبقات' صاحبات اقتدار اور مفادات کے یار نوکر شاہی ٹولے کے پُرفریب کمالات پر روشنی ڈالتے ہیں تو حق و باطل کے درمیان ان کی حق گوئی کے جوہر کھلتے نظر آتے ہیں۔ اکثر لوگ مال ومنال اور جھوٹے کمال وجمال کے زور پر شہرت تو خرید لیتے ہیں لیکن حقیقی عزو وقار سے محروم رہتے ہیں مگر آپ ان لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے اپنے علم وعمل، محنت ومحبت سے شہرت کیساتھ ساتھ عزت بھی حاصل کی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

آپ کی تصنیفات میں '' تذکرہ علماءِ اہلِ سُنّت و جماعت'' میرے نزدیک محض ایک تذکرہ نہیں بلکہ علم اور علماءِ کرام خصوصاً لاہوری علماء کی تاریخ ہے جو آپ نے رقم کی ہے۔ آپ نے تقریباً ہر موضوع پر لکھا ہے لیکن تصوف کے موضوعات پر کام زیادہ کیا ہے۔ بہت سی کتابوں کے تراجم کئے ہیں جن میں سے '' الدرالثمین فی مبشرات النبی الامین'' از شاہ ولی اللہؒ۔ '' نزہتہ الخواطر'' از ملا علی قاریؒ۔ '' مقاماتِ صوفیاء'' از شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ۔ '' تکمیل الایمان''، '' مرج البحرین''، '' زبدۃ الآثار'' از شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی۔ '' قصرِ عرفاں'' از احمد علی چشتیؒ دہلوی۔ '' خزینتہ الاصفیاء'' از مفتی غلام سرورؒ لاہوری کے نام میری یادداشت کی دریچوں میں محفوظ ہیں۔ اکثر تراجم کیساتھ پُر مغز اور عرق ریزی سے طویل مقدمے بھی آپ نے لکھے ہیں اس کے علاوہ '' کشف المحجوب'' از سیّد علی ہجویری داتا گنج بخشؒ کا خلاصہ بھی تحریر کر چکے ہیں۔

آپ کی تحریروں اور تقریروں میں اعلیٰ بصیرت کیساتھ ساتھ کتابی مطالعہ کی کثرت بخوبی دکھائی دیتی ہے۔ اس لئے کہ آپ طالب علمی کے زمانہ سے ہی مطالعہ کا نفیس ذوقِ رکھتے تھے۔ آپ اپنی خودنوشت '' آپ بیتی'' میں لکھتے ہیں۔

'' اُن دنوں مجھے ذوقِ مطالعہ نے تو دیوانہ بنا دیا تھا۔ میں عشاء کی نماز پڑھ کر مختلف کتابوں کے مطالعہ میں غرق ہو جاتا تھا۔ بسا اوقات مطالعہ میں اسقدر منہمک ہوتا کہ موذّن صبح کی اذان دیتا تو مجھے دھوکہ ہوتا کہ کسی نے غلطی سے دوبارہ عشاء کی اذان دے دی ہے۔ اس طرح ان گنت کتابوں کے اوراق سے گزرنے کا موقع ملا جن میں شبلی نعمانی کی سیرت النبی ﷺ سے لیکر داستانِ امیر حمزہ اور '' فسانۂ آزاد'' تک پڑھ گیا۔ پکی روٹی سے لیکر پیراں دتہ کی '' سب توں وڈی تے باتصویر ہیر'' پڑھ گیا۔ ترقی پسند ادب ہو یا میر امن دہلوی کی اردو میری نظر سے نہ بچ سکے۔ اس کے علاوہ روزنامے، ہفت روزے، ماہنامے اور سہ ماہی رسائل و

Marfat.com
Marfat.com

جرائد میرے مطالعہ کی زد میں رہتے تھے۔''

آپ نے خطابت میں جو مقام حاصل کیا وہ آپ کی محنتِ شاقہ کا نتیجہ ہے۔ آپ بیتی میں ہی رقم کرتے ہیں۔'' طالب علمی کے زمانے میں جب مجھے تقریر کرنے کا شوق دامن گیر ہوا تو میں جلسوں کی سٹیج پر کھڑا ہو کر موقع کی تلاش میں رہتا اور مجھے حاضرین سے خطاب کا موقع مل جاتا۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائیؒ کی مسجد کوتوالی میں پہلی دفعہ نمازِ جمعہ سے قبل خطاب کیا تو سامعین کی تعداد کم تھی مگر وقت کیساتھ ساتھ ہر جمعہ میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ سامعین میں اضافہ اور دلچسپی دیکھ کر میرے اندر یہ احساس پیدا ہو گیا کہ میں خطیب بن سکتا ہوں۔ میں علی الصبح دریائے راوی کے کنارے پر جاتا اور تن تنہا دل کھول کر مختلف موضوعات پر تقریر کرتا، شعر پڑھتا، جس موضوع پر تقریر کرنا ہوتی اس موضوع پر کئی کئی کتابیں دیکھتا۔ آواز کے اُتار چڑھاؤ کی مشق کرتا رہا۔ میں تقریر میں کھلتا گیا۔ دورانِ تقریر مثنوی مولانا روم کے اشعار ایک للکار سے سناتا تو راستہ چلتے لوگ رُک جاتے اور میری تقریر سننے لگتے۔''

محترم فاروقی صاحب اپنے قلم و کلام میں لفظوں سے کھیلنے اور اُن کو گدگدانے کے فن سے آشنا ہیں اسلئے سامعین و قارئین آپکے ملفوظات سنتے پڑھتے ہوئے خود کو گنگناتا محسوس کرتے ہیں۔ آپ کی تقریروں اور تحریروں میں جا بجا اشعار، ضرب الامثال، تشبیہات و استعارات کا برموقع و بے ساختہ استعمال باذوق سامعین و قارئین پر سحر طاری کر دیتا ہے اور آپکا لطیف مزاح باغ و بہار کا اثر رکھتا ہے۔ آپ کی تحریریں انسانی زندگی کے ہر شعبہ کی عکاسی کرتی ہیں اور خصوصاً دین، مذہب، سیاست، معیشت، ثقافت، علم و ادب، ملک و ملت کے تاریخی واقعات و حادثات، تخت نشینوں اور خاک نشینوں کے درجات و مقامات کے دریچے کھولتی چلی جاتی ہیں، انسانی زندگی میں حرب و ضرب، محبت و اُلفت، حلیف و حریف سے

Marfat.com
Marfat.com

مکالمہ، جوش و ہوش، المیہ وطربیہ جذبات و احساسات کی ترجمانی اور محافل و مجالس کے ماحول کی کیفیات بیان کرنے میں آپکا انداز منفرد اور لاجواب ہے۔ آپ مصورِ فطرت کی طرح ایسی قلمکاری کرتے ہیں کہ پڑھنے سُننے والا مضمون کے منظر میں گُم ہو کر خود بھی فاروقی صاحب کا ہم نشیں و ہم سفر بن کر وادیٔ مقصود میں پہنچ جاتا ہے۔ آپ عصرِ حاضر کے تقاضوں اور زمینی حقائق کا ادراک بخوبی رکھتے ہیں چونکہ آپ کی توانائی اور قلم کی روشنائی بکاؤ جنس نہیں اسلئے "جہانِ رضا" کے اداریوں اور اپنی دیگر تحریروں میں سوادِ اعظم عوامِ پاکستان کی ترجمانی کا حق ادا کرتے ہوئے سر اُٹھا کر بے باکانہ انداز میں اپنوں، بیگانوں، حکمرانوں اور اُن کے حاشیہ نشینوں اور خوشہ چینوں کی خبر لیتے ہیں، اُن خامیوں اور کوتاہیوں کی نشان دہی کرتے ہیں جنہیں جانتے ہوئے بھی ذمہ دارانِ قوم کبوتر کی طرح آنکھیں بند کئے رکھتے ہیں۔

"اداریہ" لکھنا دریا کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ کسی بھی قلمکار کی صلاحیتوں کی پرکھ کرنے کیلئے "اداریہ" کسوٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔ چونکہ یہ کتاب فاروقی صاحب کی تحریروں پر مشتمل ہے لہٰذا راقم ماہنامہ "جہانِ رضا" کے اداریوں اور دیگر قلمی کاوشوں سے منتخب اقتباسات پیش کر رہا ہے تاکہ قارئین کو ان کی تحریروں کی افادیت اور مقصدیت سے آگاہی ہو سکے۔

آپکا حسنِ ذوق "جہانِ رضا" کو نواز رہا ہے

"جہانِ رضا کا یہ دوسرا شمارہ ہے۔ پہلا شمارہ جلدی میں چھپا۔ چھپتے چھپتے چھپ گیا، دفتری کی مشین پر آیا تو کٹتے کٹتے کٹ گیا۔ لطف نہ آیا مگر "مرکزی مجلسِ رضا" کے تشنہ لب قارئین نے اسے بھی ہاتھوں ہاتھ لیا، تعریف و تحسین کی، داد کے ڈنگورے برسائے، جوشِ محبت سے بھرپور پسندیدگی اور مبارک بادی کے ڈھیروں خط آئے۔ ہم خوش ہو گئے، حوصلہ بلند ہوا، آگے بڑھنے کے عزائم توانا

Marfat.com
Marfat.com

ہو گئے۔ جہانِ رضا کو خوب سے خوب تر بنانے اور پیش کرنے کا عزم پختہ ہو گیا۔ یہ دوسرا شمارہ آپ کے ہاتھ چوم رہا ہے اور آپکا حسنِ ذوق اسے نواز رہا ہے۔"

امام احمد رضا بریلویؒ کی علمی وفقہی خدمات کی اہمیت کا اظہار

"ہم علمائے اہلسنت سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ روائتی انداز سے بالا تر ہو کر تندہی سے افکارِ رضا کو عوام تک پہنچائیں، آئمہ کرام مساجد میں قرآنِ حکیم کا ترجمہ از امام احمد رضا "کنز الایمان" کی روشنی میں درسِ قرآن کے حلقے قائم کریں، نعت خواں حضرات "حدائقِ بخشش" سے نعتوں کا انتخاب کر کے صحیح تلفظ اور باوقار انداز میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ تکریم پیش کریں، خطیب و مقرر حضرات دینی، مسلکی اور سیاسی مسائل کا دُرست ادراک حاصل کرنے کیلئے اعلیٰ حضرتؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد لوگوں سے خطاب کریں تا کہ آپ کی بات میں کوئی تشنگی نہ رہے۔ مفتیانِ کرام کوئی فتویٰ دینے سے پہلے "فتاویٰ رضویہ" سے مدد حاصل کریں۔ دینی جرائد و رسائل کے مدیرانِ گرامی ہر شمارے میں اعلیٰ حضرتؒ کی علمی وفقہی خدمات پر مضمون ضرور شائع کریں، مدرس و اساتذہ کرام اپنے حلقہ اثر، شاگردوں اور طلباء کو اعلیٰ حضرت کی نابغہ روزگار شخصیت اور اُنکے علم و فن سے آگاہ کرتے رہا کریں۔ اس سلسلہ میں ماہنامہ "جہانِ رضا" کا مطالعہ کرنا یقیناً سود مند ہو گا۔ اس طرح ایک ایسا قافلہ تیار ہو گا جس کا رُخ سوئے مدینہ منورہ ہو گا اور ہر فرد پکار اُٹھے گا۔ اے خنک شہرے کہ دروے دلبر است!

آؤ حکیم محمد موسیٰ امرتسری (مرحوم) کی یاد تازہ کریں

"حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ مرکزی مجلسِ رضا کے بانی تھے، طبیب تھے، نباض تھے، حکیم تھے، مریضوں کیلئے گرم دم جستجو اور نرم دم گفتگو تھے۔ بادشمناں تلطف، بادوستاں مدار انکی عادت تھی، ساری زندگی اعلیٰ حضرت

Marfat.com
Marfat.com

بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عشق میں گزاری اور اُنکے فکر ونظر کی نشر واشاعت کو اوڑھنا بچھونا بنا کر اپنا تن من دھن نذر کر دیا۔ آپ نے پوری آب و تاب کیساتھ اٹھارہ لاکھ سے زیادہ کتابیں پاکستان اور بیرونی ممالک میں مفت تقسیم کیں۔ اہلِ علم وقلم کو اعلیٰ حضرت کے مشن کی طرف راغب کیا جو خیابانِ رضویت میں گلہائے رنگا رنگ بن کر مہکنے لگے۔ حکیم صاحب مرحوم نے بے سروسامانی کے عالم میں وہ کام کیا جو بڑے بڑے ادارے، انجمنیں اور اشاعتی کارخانے نہ کر سکے۔ وہ دن رات مستقل مزاجی سے اپنی مختصر ٹیم کیساتھ آگے بڑھتے گئے اور انکی تہی دستی دستِ صبا بن کر برِصغیر پر چھا گئی"۔

"حکیم صاحب کو ہم سے جدا ہوئے ایک برس بیت گیا، ہم اس موقع پر گلستانِ رضویت کا پھول "جہانِ رضا" (خصوصی نمبر) کے صفحات پر دنیائے رضویت کے اہلِ قلم کے مقالات سے سجا کر آپ کی نذر کر رہے ہیں۔ ہم نے خصوصی طور پر حکیم صاحب مرحوم کے قریبی حلقہ میں بیٹھنے والے مخلص احباب کے مضامین کو ترجیحاً شائع کیا ہے اور یہ اہتمام بھی کیا ہے کہ کوئی مطبوعہ مضمون یا کسی کتاب یا رسالے کے صفحات کا عکس آپ تک نہ آنے پائے اور آپ اسے قندِ مکرر کا اعزاز دے کر نہ پڑھیں بلکہ جو صفحہ کھولیں آپ کو ایک گلِ تازہ کی مہک آئے۔ جب ورق اُلٹیں تو آپ کو شبنم سے دھلے گلاب کا نظارہ ہو، آپ صفحات اُلٹتے جائیں تو صفحہ صفحہ آپ کے دل و دماغ کو مشامِ جان بن کر معطر کرتا جائے۔ جن رفقائے کار نے اس نمبر کی ترتیب وتکمیل میں حصہ لیا ان کیلئے ہم سراپا سپاس ہیں۔ مگر قبلہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص احباب میں سے محمد عالم مختار حق، میاں محمد سلیم حماد ہجویری، صاحبزادہ محمد زبیر ضیائی قادری اور ریاض ہمایوں صاحبان کی عملی خدمات ہماری دستگیری کرتی رہیں، ہم ان کے دلی طور پر شکر گزار ہیں۔"

Marfat.com
Marfat.com

برِ صغیر میں عیسائی مشنریز کا ابتدائی حال

''برِ صغیر میں فرنگی اقتدار کے طلوع کیساتھ ہی عیسائی مشنریز کی آمد کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط پر ۱۸۱۳ء میں انگلستان کی پارلیمنٹ نے ایک بل پاس کیا جس کی رو سے ''انجمن ترقی علومِ عیسائیت'' کے آرک بشپ کو اختیار دیا گیا کہ وہ برِ صغیر ہند میں عیسائیت کی تبلیغ کیلئے اپنے مبلغین بھیجے چنانچہ انگلینڈ کے پادریوں کی ایک جماعت ۱۸۱۴ء میں کلکتہ پہنچی اور اپنا کام کرتی چلی گئی۔ انگلستان کے جن مشہور عیسائی مبلغین نے برِ صغیر میں عیسائی تبلیغ کی بنیاد رکھی ان میں ہنری مارٹن، کلاڈ لیس، لوکا ئین، ڈاکٹر ڈف، مسٹر جن سن، پادری جوشا مارش اور ولیم وارڈ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔''

محراب و منبر کی اہمیت

''محراب کا لفظ حرب سے نکلا ہے۔ عربوں کے دورِ جاہلیت میں میدانِ جنگ میں ایک جگہ مخصوص ہوتی تھی جہاں سالارِ جنگ کھڑا ہو کر سپاہیوں کو ہدایات دیتا تھا، اس مقام کا نام محراب تھا یعنی جنگ کرنے کی جگہ۔ جب اسلام کی روشنی آئی تو اس لفظ ''محراب'' کو میدانِ جنگ سے اُٹھا کر مسجد میں اس کو مستقل وجودی شکل دے دی گئی اور محراب کی متعین جگہ پر سالارِ جنگ کی بجائے خطیبِ مسجد یا امام مسجد کو باطل قوتوں اور شیطانی حملوں کے خلاف مسلمانوں کو آگاہ کرنے کیلئے مقرر کیا گیا۔ ہر مسجد میں محراب و منبر ہی ایسا مقام ہے جہاں سے خطیب و امام علماء امن و جنگ کے زمانہ میں مسلمانوں کو اصلاحِ احوال اور ظاہری و پوشیدہ دُشمنوں کے حملوں اور فریب کاریوں سے آگاہ کرتے ہیں۔''

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی محافل کی منظر کشی

''آج پاکستان کے گوشے گوشے میں نعتِ نبی ﷺ کی محفلیں اور مدحت

Marfat.com
Marfat.com

رسول ﷺ کی مجلسیں برپا رہتی ہیں، ایک طرف نعت خواں حضرات اپنی اپنی سج دھج سے مدحت سراء ہوتے ہیں تو دوسری طرف عشاقِ رسول ﷺ سامعین کی صورت میں پروانہ وار حاضر ہوتے ہیں، دونوں طرف سے ساری ساری رات بلا تھکان ذوق وشوق اور محبتِ رسول ﷺ میں سرشاری کا اظہار ہوتا ہے۔ کبھی کبھی تو محفل کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ عقل وخرد ہوش کھو بیٹھتے ہیں، جذبات ایک نقطہ پر مرکوز ہو جاتے ہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ ''تنزل الملائکہ والروح '' کا سماں بندھ گیا ہو۔ ویسے تو ہر نعت خواں کو حاضرینِ محفل خوش رکھتے ہیں لیکن جو نعت خواں خوش کلامی، خوش الہانی اور خوش ادائی میں منفرد ہوتے ہیں اُن نعت خوانوں پر انعامات کی بارش ہوتی ہے اور اُنکے احترام میں آنکھیں فرشِ راہ ہو جاتی ہیں۔''

ایک ابن الوقت مولانا کا فنِ ستائش

''محکمہ اوقاف پنجاب کے ایک منصب دار مولانا خوشامد درآمد کے فن کو خوب جانتے تھے جو حکومت آتی اسکی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملانے اور صاحبانِ اقتدار کے گُن گانے میں ماہر تھے۔ ذوالفقار علی بھٹو برسرِ اقتدار آئے تو بادشاہی مسجد کے محراب ومنبر ''اسلامی سوشلزم'' کا گہوارہ تھے، جنرل ضیاء الحق کا دور آیا تو عسکری نظام ''نظامِ رحمت'' تھا۔ اس طرح جب نواز شریف اور بینظیر کے اقتدار کے سورج چمکے تو ان کی کرنوں سے غُسل کرتے رہے۔ مولانا کی یہ حکمتِ عملی ''چڑھتے سورج کو سلام ڈوبتے کو پرنام'' بڑی کامیاب رہی۔ حق مغفرت کرے عجب ''آزاد'' مرد تھا۔''

مولانا کوثر نیازی اور پانچ انڈے

''امریکہ کی ایک یہودی خاتون ''جمیلہ مریم'' دامنِ اسلام میں آکر لاہور میں دینی تربیت پا رہی تھی۔ مولانا کوثر نیازی اس جواں سال خاتون سے بڑے

Marfat.com
Marfat.com

متاثر تھے، وہ ہر روز دیسی مُرغی کے پانچ انڈے اُبالتے اور سائیکل پر سوار ہو کر اچھرے جاتے اور نومسلم خاتون کو پیش کرتے یہ فعل بُرا نہیں تھا مگر ہم دوستوں کو ''احساسِ محرومی'' اندر سے کاٹتا تھا۔ بشیر حسین ناظم نے جب مولانا محمد بخش مسلم صاحب کو کوثر نیازی کی اس حرکت سے آگاہ کیا تو اگلی نشست میں مولانا مسلم صاحب نے مولانا کوثر نیازی سے فرمایا! ''او کوثر! تیری یہ حرکت! کہ جمیلہ مریم کو پانچ انڈے کھلاتے ہو اور ہمیں خالی چائے پلاتے ہو'' کوثر نیازی نے کہا کہ حضرت وہ خاتون نومسلم ہے میں تو یہ خدمت'' تالیف القلب'' کیلئے کرتا ہوں۔ اس پر مولانا مسلم فرمانے لگے'' وہ تو کل کی مسلمان ہے ہم صدیوں سے مسلمان چلے آرہے ہیں'' یہ بات سُنتے ہی دوستوں کی مجلس کشت زعفران بن گئی۔ اس کے بعد مولانا کوثر نیازی نے زندگی بھر ہمیں خالی چائے نہیں پلائی۔''

احراریوں کا شوقِ مرغ و ماہی

''میاں شریف صاحب مالک و ناشر'' مقبول عام پریس'' اور روزنامہ'' نوائے پاکستان'' بڑے سادہ لوآدمی تھے۔ میں دیکھا کرتا کہ احراری بزرگوں کو جب مرغ و ماہی کھانے کی طلب ہوتی تو وہ پریس کے کونے کھدروں میں باہم سرگوشیاں کرتے دکھائی دیتے اور پھر میاں صاحب کے کمرے میں جا کر اخبار کی پہلی سُرخی کی تعریف کرتے پھر سُرخی لکھنے والے کے کمال کی داد دیتے پھر سُرخی کے پاکستان بھر میں اثرات پر زوردار بیان دیتے پھر وہ میاں صاحب کی تعریف یوں کرتے کہ یہ سارا کریڈٹ تو مالک اخبار کو جاتا ہے۔ اس خودساختہ خوشی کے موقع پر مرغ و ماہی کھانے کے پروگرام کی تجویز پیش کی جاتی۔ اس پُرستائش تمہید کا چونکہ مجھے پہلے ہی علم ہوتا تھا اس لئے مجھے کچھ تعجب نہ ہوتا۔ چنانچہ دستر خوان پر درجنوں مُرغ و ماہی بے بال و پر نظر آتے۔ ان حالات میں اخبار تو کیا اخبار والے کا بھی دیوالیہ نکل گیا۔ مقبول عام پریس اور اخبار کی بندش کیساتھ ساتھ علماءِ احرار کا آنا جانا بھی بند ہو گیا۔''

Marfat.com
Marfat.com

وارثانِ محراب ومنبر کی زبوں حالی

''جب سے مساجد اور دربار محکمہ اوقاف کی تحویل میں گئے ہیں تب سے کرپٹ افسر واہلکار خودتو کروڑوں کی وقف آمدن حیلوں بہانوں سے کھاتے اور اللے تللوں میں اُڑاتے اور غبن کرتے ہیں مگر وارثانِ محراب ومنبر کو تبادلوں اور تنخواہوں کے معاملے میں اپنے دفاتر کے چکر پہ چکر لگواتے ہیں اور ''حقیر گریڈ'' دے کر احسان فرماتے ہیں۔ محراب ومنبر کا وارث جب محکمہ اوقاف کے رحم وکرم اور غیر یقینی کے بھنور میں ہو گا تو وہ بُرائی کی قوتوں اور بدعنوان بھوتوں کو کیسے للکار سکے گا ......لاہور میں جس کمی کو ہر شخص بڑی شدت سے محسوس کر رہا ہے وہ خطیبانِ شہر کی ہے۔ ایک وقت تھا کہ لاہور کی کئی جامع مساجد اپنے خطباء کی وجہ سے معروف تھیں۔ لوگ جمعہ پڑھنے جاتے تو خطیب کے بیان وکلام سے متاثر ہو کر آتے۔ اب اکثر مساجد محکمہ اوقاف کے زیرِ اثر ہیں اُن کے محراب ومنبر کے اثرات کو اوقاف کے حکام کی ہدایات چاٹ گئیں اور خطیبانِ شہر جوش، ولولے، بیان کی حلاوت، قلب وجگر کو گرما دینے والے رومی اور جامی کے اشعار سے محروم ہو گئے ....ہم اُن آئمہ کرام کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں جو موجودہ سیاسی ومعاشی دباؤ کے باوجود ''نان جویں'' کھا کر بھی حق وباطل کی تمیز روا رکھتے ہیں۔'' اقبال سے معذرت کیساتھ

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ محکمہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الہ الااللہ!

مزارات ومساجد اور یہ سیاسی بلائیں!

''جہاں جاہل دُنیا دار کمیٹیاں بنا کر مساجد پر مسلط ہوں وہاں محراب ومنبر کی آبرو کس طرح برقرار رہ سکتی ہے۔ تاریخی مساجد کو دیکھئے اب انکے صحنوں میں نمازیوں کی بجائے اہلِ نظارہ چوکڑیاں بھرتے نظر آتے ہیں، محکمہ اوقاف گزیدہ بے

Marfat.com
Marfat.com

پر کے کبوتر اُڑانیں بھرتے نظر آتے ہیں، آئمہ مساجد رومالوں میں منہ لپیٹے محرابوں میں کھڑے اپنی نوکریوں کو پکا رکھنے اور تبادلوں کے عذاب سے بچنے کی فکر میں غلطاں و پیچاں نظر آتے ہیں۔ لاہور کی شاہی مسجد کا صحن عبادت و ریاضت، فکر و ذکر سے آزاد مگر اسکا مینار آباد نظر آتا ہے، وزیر خان کی مسجد کا شاندار صحن کبوتروں کی بازی گاہ بنا ہوا ہے، سُنہری مسجد کا تو کوئی نام تک نہیں لیتا، مسلم مسجد لاہور جو دو قومی نظریہ اور تحریکِ پاکستان کا مرکز تھی اب اسکا بلند و بالا مینار مولانا محمد بخش مسلم مرحوم کی قبر پر کھڑا اہلِ دل کے پُر جوش کارواں کی راہ دیکھ رہا ہے، محکمہ اوقاف کی تحویل میں حضرت داتا گنج بخشؒ کی ماڈرن مسجد نظروں کو تو لُبھاتی ہے لیکن یہاں کے محراب و منبر پر سجائے گئے خطیب جو صوبائی خطیب بھی ہوتے ہیں، مجال ہے کہ باطل کے خلاف کبھی انکی للکار سنی گئی ہو۔ جن مساجد و مزارات پر محکمہ اوقاف کا سایہ پڑ جائے تو وہاں آنے جانے پر پاپوش ٹیکس، طہارت ٹیکس عام نمازیوں کو ادا کرنا پڑتا ہے اور خواص کو جو محض اہلِ نظارہ ہوتے ہیں کو بلا ٹیکس تمام سہولتیں میسر آتی ہیں۔ یہاں افسر آتے ہیں، مشیر آتے ہیں، وزیر آتے ہیں، وزیرِ اعظم آتے ہیں، گورنر اور صدور آتے ہیں، یہ سیاسی بلائیں اور یہ مزارات و مساجد!۔"

طنزِ لطیف وضربِ خفیف

"پاکستان ایک اسلامی ملک ہے کہ اسکا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے مگر اس پر حکمرانی کا حق اُن لوگوں کو دیا جاتا ہے جو اسلامی ہیں نہ غیر اسلامی، حکمران فرعون کی سی زندگی بسر کرتے ہیں اور آخرت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کیساتھ اُٹھنا چاہتے ہین۔ محمد شاہ رنگیلے کے جانشین محمد بن قاسم کی سلطنت کے وارث بنے ہوئے ہیں ان حالات میں جن ائمہ کرام نے اپنی مساجد کے محراب و منبر کو مومنانہ بصیرت سے سنبھال رکھا ہے تو یہ عصرِ حاضر کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔"

Marfat.com
Marfat.com

نوجوان نسل کو بے دینی اور فحاشی کے طوفانوں کا سامنا ہے

''آج پاکستان کے عوام کی اعتقادی اور نظریاتی تربیت کی بڑی ضرورت ہے۔ آج علمائے اہلِ سنت کو روائتی تساہل چھوڑ کر خاص طور پر نوجوان نسل کی دینی واعتقادی تربیت کیلئے آگے بڑھنا چاہئے۔ آج کی نوجوان نسل کو بے دینی اور فحاشی کے طوفانوں کا ہی سامنا نہیں وہ اعتقادی فتنوں کی بھی زد میں ہے۔ آج کا عام مسلمان دینی اعتقادیات کی غذا سے محروم ہوتا جا رہا ہے۔ علمائے کرام کی اکثریت اعتقادی عمارت کی حفاظت سے غافل اور وعظ فروشی، زکوٰۃ اندوزی اور شاہانِ وقت کی مدح سرائی کے مکروہ فعل میں ملوث ہوتی جارہی ہے۔ حالانکہ اُنہیں چاہیے کہ گرتی ہوئی اعتقادی دیواروں کو سہارا دینے میں اپنا کردار ادا کریں۔''

استعماری قوتوں کا مسلمانوں کے جذبۂ ایمان کو فرو کرنے کا عمل

''مسلمانوں کی قوت سے خائف انگریزوں نے اپنی استعماری قوت کو مضبوط کرنے کیلئے برِ صغیر میں اسلامی قوت پر خصوصی نظر رکھی اور اگر کسی کونے، گوشے سے اسلام کا نام لینے والے اُبھرے تو انہیں پارہ پارہ کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ مسلمانوں کی ایمانی قوت و جذبے کو فرو کرنے اور اسے اعتقادی طور پر کمزور کرنے کیلئے مغربی ممالک سے عیسائی پادریوں کو درآمد کر کے برِ صغیر میں مشنری ادارے پھیلا دیئے اور انہیں اپنی پُشت پناہی میں ہر جگہ توانائی دی تاکہ وہ کھلے بندوں عیسائیت کی تبلیغ کر سکیں۔ عیسائیت کے اس طوفان نے عام مسلمانوں کی اکثریت کو نظریاتی و اعتقادی طور پر پریشان کر دیا۔ اس دور میں کئی اعتقادی فتنے ابھرے ان میں مرزائیت ایک ایسا فتنہ تھا جسے انگریز کی تائید و حمایت اور سرپرستی حاصل تھی۔ اس فتنہ نے نہ صرف ختمِ نبوت سے انکار کیا بلکہ ایک خود ساختہ ''نبی'' سامنے لا کھڑا کرنے کی جسارت بھی کی۔ انگریز اور اسکے وفادار، نمک خوار

Marfat.com
Marfat.com

علماء دراصل اہلِ سُنت کی اعتقادی شجر کی جڑیں کاٹنے میں لگے تھے۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی اس پُر فتن دور میں اُبھرے۔ اہلِ سُنت کے خلاف انگریزوں اور اسکے وظیفہ خوروں کی چالوں کو دیکھا، پادریوں کی ریشہ دوانیوں پر نگاہ ڈالی تو تڑپ اُٹھے۔ اس صورتِ حال سے نمٹنے کیلئے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر رسول اللہ ﷺ کا علم اُٹھایا اور برِ صغیر کے تمام سُنیوں کو پُکارا کہ آؤ آگے بڑھو اور ان فتنوں کے مقابل سیسہ پلائی دیوار بن جاؤ۔ آپکی آواز پر لبیک کہتے ہوئے راس کماری سے خیبر تک تمام حق پرست سُنی علمائے کرام اُٹھ کھڑے ہوئے ......اور عقائدِ اہل سُنت کی حفاظت میں زندگیاں وقف کر دیں۔ اعلیٰ حضرت کے جلو میں یہ مجلسیں یہ مجمعے یہ مناظر دیدنی تھے جو تاریخ کے صفحات پر سنہری حروف سے جگمگا رہے ہیں۔''

اعتقادی عمارت کے محافظ

''اللہ کا شکر ہے کہ اب بھی ایسے اربابِ علم و یقین موجود ہیں جو عوام کی رہنمائی کے سلسلہ میں بڑا اہم کردار ادا کر رہے ہیں جنہیں ابھی تک مفاد پرستی اور لالچ کی چڑیل نے اپنا دودھ نہیں پلایا، ایسے درویش صفت علمائے کرام موجود ہیں جو نان جویں کھا کر قوتِ حیدری سے اعتقادی عمارت کی حفاظت کر رہے ہیں اور ایسے اربابِ بصیرت موجود ہیں جو اعلیٰ حضرت بریلوی کے نظریات کی روشنی میں دلوں میں عشقِ رسول ﷺ کی شمعیں روشن کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔''مرکزی مجلسِ رضا'' ان مخلص و پارسا نفوس کی نہ صرف قدردان ہے بلکہ انکے پرچم تلے کھڑے ہو کر انکے اشاعتی پروگرام کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھے گی۔''

اعلیٰ کرسی نشینوں کو اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں لا کھڑا کرنے والا!

''سیّد ریاست علی قادری مرحوم ''ادارہ تحقیقاتِ احمد رضا'' کے بانی تھے۔ جنہوں نے ''مرکزی مجلسِ رضا'' کی عوامی سطح پر کامیاب کاوشوں کو ''ادارہ تحقیقاتِ

Marfat.com
Marfat.com

احمد رضا'' کراچی کے ذریعے اقتدار کے شبستانوں، عدلیہ کے ایوانوں، سرکاری بالا خانوں اور علم و دانش کے مکانوں تک پہنچا دیا۔ انہوں نے فاضلِ بریلوی ؒ کی شخصیت و فن پر منعقدہ تقریبات میں حاکمانِ وقت کو مدعو کیا، عدلیہ کے صدر نشینوں کو مقالات لکھنے و پڑھنے پر آمادہ کیا، بڑے بڑے اداروں کے کرسی نشینوں کو اعلیٰ حضرت ؒ کی بارگاہ میں لا کھڑا کیا پھر ان مقالات، خطبات و پیغامات کو بڑے شاندار انداز میں چھپوا کر اہلِ دانش کے ہاں تقسیم کیا۔ انکی خدمات کا جس انداز میں اعتراف کیا جائے کم ہے۔ انہوں نے ''مرکزی مجلسِ رضا'' کو ہمیشہ ہدیۂ تحسین و تبریک پیش کیا اور اس کی پھیلائی ہوئی روشنی میں اپنا راستہ بنایا۔ سیّد ریاست علی قادری اللہ کو پیارے ہوگئے۔ آج ہم اس ناقابلِ تلافی نقصان پر جسقدر اظہارِ ملال کریں کم ہے، جس قدر رنج کریں تھوڑا ہے، جس در تعزیت کریں بے حقیقت ہے، جس قدر آہ و زاری کریں حق ادا نہ ہوگا۔''

پاکستان میں خونخوار جماعتیں

''پاکستان میں چند برسوں میں جہاں سیاسی زندگی میں ''مار دھاڑ'' کی حکمرانی کا آغاز ہوا ہے وہاں کچھ مذہبی جماعتوں نے بھی یہ اندازِ اپنا لیا ہے۔ ''متحدہ قومی موومنٹ'' لسانی خون سامنے لیکر آئی، ''سندھو دیش'' کے جیالے اسی انداز میں تیغ و سنان لیکر آگے بڑھے ہیں، ''فقہ جعفریہ'' میں ''حسن بن صباح'' کے جانشین خنجر لیکر نکلے ہیں، ''سپاہ صحابہ'' کے شکرے بھی انسانی جانوں پر جھپٹنے لگے ہیں۔ اس رُجحان نے مذہبی جماعتوں کا دینی اور روحانی تشخص پامال کر کے رکھ دیا ہے...... کئی جانیں خاک و خون کی نذر ہو گئیں، ان کو شہید کہیں یا قتیل کہیں، مذہبی راہوں میں خون ریزی کسی طرح بھی قابلِ ستائش نہیں۔ حال ہی میں حکومت نے چند وظیفہ خوار، نام و نمود کے شوقین اور مداح سرا مولویوں کو اکٹھا کر کے ''اتحاد بین المسلمین'' کی بنیاد رکھی ہے مگر اختلافی قوتوں کے دلوں کی نفرتیں اور گردنوں کے

8/116

Marfat.com
Marfat.com

تناؤ میں کمی نہیں آئی۔ ہمارے سُنی طبقوں میں الحمد للہ آج تک ایسا کوئی حلقہ نہیں بنا جو خونریزی کو اپنا شعار بنا کر مخالفین کے خون سے اپنی پیاس بجھانے کے در پے ہو۔ ہم اس صبر و تحمل اور استقامت کی دولت پر جتنا بھی ناز کریں کم ہے۔ اگرچہ ہمارے بعض سُنی گرم خون نوجوانوں نے اس صبر و تحمل کو بزدلی کا نام دیا ہے۔ تاہم ہمارے دینی و مذہبی طبقے خونریزی سے ہٹ کر کام کر رہے ہیں اور یہی راہ امن و سلامتی کی راہ ہے۔''

قارئینِ جہانِ رضا سے معذرت کا انداز

جب فاروقی صاحب راقم کیساتھ ۱۹۹۲ء میں عمرہ و حج کی سعادت حاصل کرنے کیلئے گئے تو قارئین ''جہان رضا'' پر جو گزری اس کا نقشہ خوب کھینچا ہے۔

''جہانِ رضا'' کی تین ماہ کی خاموشی پر اس کے مشتاق و بیتاب اور منتظر قارئین نے ڈھیروں خطوط بھیجے جن میں شکوہ نامے، گلہ نامے، شکایت نامے، احتجاج نامے، تلخ نامے، انتظار نامے، یاد نامے، فریاد نامے، حتیٰ کہ نوازش نامے، اکرام نامے، محبت نامے اور نفاست نامے بھی موجود تھے ہم نے سب کو پڑھا ایک ایک کا جواب دینا ممکن نہ تھا اس لئے ''جہانِ رضا'' کی وساطت سے قارئین سے معذرت کرتے ہیں جنہوں نے انتظار کی گھڑیاں گن گن کر گزاریں، ہم معذرت خواہ ہیں اپنی غیر حاضری پر، غفلت پر، خاموشی پر، اپنی کوتاہی اور بے اعتنائی پر۔ اب پھر حاضر ہیں عمرہ اور حج کی ادائیگی کے عرصہ تین ماہ کی غیر حاضری کے بعد۔''

سیلاب کی تباہ کاریوں کا نقشہ

''ستمبر ۱۹۹۲ء کا مہینہ اس سال پاکستان کے بہت سے علاقوں میں ''ستم بر'' ہو کر آیا۔ پنجاب کے دریاؤں نے ایک لمبے عرصے کے بعد اپنے کناروں سے نکل کر اپنے ہی کنارہ نشینوں کو لپیٹ میں لے لیا۔ دریائے جہلم جو صرف جمع شدہ پانی

Marfat.com
Marfat.com

کو ملکی نہروں تک پہنچانے میں مصروف رہتا تھا، بپھر کر آپے سے باہر ہو گیا، جہلم کی وادی میں شہروں، بستیوں، کھیتوں اور کھلیانوں کو روندتا ہوا چلا گیا۔ بارونق شہر، ہنستی بستی بستیاں، لہلہاتے ہوئے کھیت اور دور دور تک پھیلے ہوئے صحرا، اسکی موجوں کی زد میں آ گئے۔ محکمہ موسمیات کے سیانوں کے تخمینے، حکومتی انتظامات اور انکی تدبیریں دھری کی دھری رہ گئیں۔ سیلاب کی موجوں کے سامنے انسانی جانیں، شہری رونقیں، لہلہاتے کھیتوں کی بہاریں اور پھیلے ہوئے میدانوں کی وسعتیں امواجِ بلا کی لپیٹ میں آ گئیں۔ ہزاروں جانیں پانی کی نذر ہو گئیں۔ لاکھوں مویشی اور جانور خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے۔ سینکڑوں قصبے تالاب بن گئے اور حدِ نگاہ تک پھیلے ہوئے کھیت سمندر کا نقشہ پیش کرنے لگے۔ حکومتِ پاکستان نے اقوامِ متحدہ کو جو رپورٹ پیش کی اس میں لکھا کہ سیلاب نے ساٹھ لاکھ انسانوں کو بے گھر اور ایک ہزار افراد کو ہلاک کر دیا ہے۔ ہزاروں دیہات سیلاب میں بہہ گئے ہیں، ایک لاکھ ستر ہزار مکانات تباہ ہو گئے ہیں، ایک ارب ڈالر کا مالی نقصان ہوا ہے۔ یہ ناقابلِ تلافی جانی نقصان، یہ ناقابلِ تصور شہری و دیہاتی بربادی قیامتِ صغریٰ سے کم نہیں۔''

جب بلا خیز سیلابی قیامت ٹوٹتی ہے

''انسان اپنی عقلی اور فطری سوچ میں کتنی بے بسی میں جکڑا ہوا ہے کہ جب ہنستے بستے انسانوں پر سیلاب کی صورت میں قیامت ٹوٹتی ہے تو وہ اپنے اعمالِ بد اور سرکشیوں پر پردہ ڈالنے کیلئے عجیب و غریب توجیہات کا سہارا لیتا ہے۔ ''نادان انجینئروں نے منگلا بند کے دروازے کھول دیئے''، ''حکومت نے لوگوں کو بروقت اطلاع نہ کی''، ''اگر انتظامیہ سوئی ہوئی نہ ہوتی تو قبل از وقت خبردار کیا ہوتا''، ''فلاں وزیر نے اپنا علاقہ بچانے کیلئے پانی کا رخ دوسری طرف موڑ دیا''، ''فلاں افسر نے فلاں قصبے کو بچانے کیلئے فلاں ہیڈ کے در کھول دیئے''، ''اگر واپڈا بیوقوف

Marfat.com
Marfat.com

نہ ہوتا تو منگلا ڈیم کے پیٹ میں پانی جمع کر رکھتا''، ''اگر وزراء اسلام آباد میں مست الست نہ ہوتے تو فلاں فلاں شہر بچ جاتا''، ''اگر فلاں فلاں افسر چاک و چوبند ہوتا تو فلاں فلاں علاقہ محفوظ ہوتا۔'' یہ عقل و خرد کے فرزانے، یہ فکر و نظر کے ماہرین، یہ انتظام و انصرام کے ناخدا صدیوں سے ایسے اندازے لگاتے آئے ہیں مگر انہیں قوموں کی سرکشیوں، سربرآوردہ افراد کی مجرمانہ حرکتوں اور اجتماعی بد اعمالیوں پر جو عبرت ناک سرزنش ہوتی ہے اس کی طرف کبھی خیال نہیں آتا۔ یہ لوگ ایمان و ایقان کی روشنیوں سے محروم ہیں۔ ایسے افراد عذابِ الٰہی کی علامتوں کو انجینئروں اور انتظامیہ کی کوتاہیوں کا نتیجہ قرار دے کر اللہ کے عذاب سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔''

خضرِ قوم ہی راستہ بھول جائے تو منزلِ مقصود کب ملے گی؟

'' خودی سے محروم اور خود ساختہ مظلوم علماء کو پہلے اوقاف کی ''تنخواہوں'' نے مارا پھر جنرل ضیاء نے ''زکوٰتوں'' سے مفلوج کر دیا۔ بعض کو نواز شریف نے ''پلاٹوں'' اور ''کھابوں'' میں دفن کر دیا، بعض کو پیپلز پارٹی کے ''خالی خولی وعدوں'' نے شکستہ پا کر دیا۔ جو علماء ان بلاؤں سے بچ گئے وہ باہمی رنجشوں اور نا اتفاقیوں سے بے جان ہو گئے، آج ہمارے ''اوقافی'' علماء اور ''زکوٰتی مدارس'' دو طبقوں میں بٹ گئے، آج ہمارے ''نعت خواں'' کئی ٹولیوں میں بکھر گئے، آج ہمارے ''قاری'' کئی زمروں میں تقسیم ہو گئے، آج ہمارے ''سیاسی قائد'' الگ الگ گروہوں میں کھڑے دکھائی دیتے ہیں، آج ہمارے ''اعتقادی رہنماؤں'' کی صفوں میں انتشار ہے۔ جس قوم کے رہنما بے راہ ہو جائیں، جس قوم کے خضر ہی راستہ بھول جائیں، جس کشتی کے ناخدا ہی سو جائیں اور جس قافلے کا سالار ہی احساسِ زیاں سے عاری ہو جائے وہ قافلہ کب منزلِ مقصود پر پہنچے گا۔''

Marfat.com
Marfat.com

زکوٰۃ و صدقہ و خیرات و لطف اہلِ دول
تیری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں

جو آزادی و حقوق کیلئے جہاد جہاد پکاریں وہ دہشت گرد

''آج تمام تر بالادستیوں کے باوجود امریکہ اور یہودی لابی عالمِ اسلام کی ابھرتی ہوئی قوتوں سے خائف ہیں اور انہیں جہاں کہیں مسلمانوں کی بیداری کے نشانات نظر آتے ہیں وہ انہیں ''دہشت گرد'' قرار دے کر انکے خلاف ہر قسم کی جارحانہ کارروائی کو جائز قرار دیتے ہیں اور مسلم ممالک کے اکثر صاحبانِ اقتدار اپنے اپنے ذاتی اقتدار کے تحفظ کیلئے انکے سامنے ہاتھ باندھے پیادوں کی طرح تعمیلِ ارشاد میں گم ہیں۔ دوسری طرف افغانستان میں اسلامی راج کی بات کرنے والے بت شکن ''دہشت گرد''۔ عراق میں اپنے وطن میں اپنا راج کا نعرہ لگانے والے ''دہشت گرد''۔ مصر کے مجاہدین اور الجزائر کے مسلم اپنے ہی ملک میں مسلمان بن کر رہنا چاہئیں تو وہ ''دہشت گرد''۔ فلسطین کے مسلم اپنے حقوق کیلئے جدوجہد کریں تو وہ ''دہشت گرد''۔ ایران کی سرزمین پر اللہ اکبر کا جھنڈا لہرانے والے ''دہشت گرد'' مقبوضہ کشمیر کے مسلمان بھارت کے ظلم وستم سے نجات اور آزادی کی جدوجہد میں جانیں قربان کریں تو وہ ''دہشت گرد''۔ پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ اور تحفظِ ناموسِ رسالتمآب ﷺ کا نعرہ بلند کریں تو وہ ''دہشت گرد''۔ تمام مجاہدینِ اسلام جو آزادی و حقوق کیلئے جہاد جہاد پکاریں تو وہ ''دہشت گرد''۔ جو اسلامی ممالک دفاعی ضروریات تو درکنار اپنی بنیادی ضروریات کے حصول کیلئے بھی ایٹمی توانائی کی جدوجہد کریں وہ ''دہشت گرد'' گردانے جاتے ہیں۔ عجیب دور ہے کہ عالمی دہشت گرد جو اپنے عزائم کی تکمیل میں جاپان، افغانستان اور عراق میں ایٹمی اسلحہ سے خون کی ندیاں بہا رہے ہیں وہ امن پسند اور فرزانے قرار دیئے جاتے ہیں۔''

Marfat.com
Marfat.com

جوخون کی ندیاں بہا دیں وہ امن پسند اورفرزانے
جو حق و باطل میں فرق کریں وہ دہشت گرد دیوانے

اہلِ دل کے کارواں کن وادیوں میں کھو گئے

''جہاں خانقاہیں تھیں وہاں ''بارگاہیں'' بن گئیں۔ اہلِ خانقاہ گئے تو ''سجادہ نشین'' آ گئے۔ رشد و ہدایت کے دروازے بند ہوئے تو ''فتوحات اور نذرانے'' اکٹھے ہونے لگے۔ اہلِ دل کی محفلیں اُجڑیں تو'' دنیا داروں کے ڈیرے'' آباد ہو گئے۔ بوریا نشین پیر و مرشد جو میلوں پیدل چل کر غریب خاک نشین مریدوں کی تربیت کیا کرتے تھے، آج انکی آل اولاد میں اکثر پجارو گاڑیوں میں سوار ہوکر مریدوں کے سروں پر خاک اُڑاتے گزر جاتی ہے۔ ان حالات میں'' رائے ونڈ'' کے میدانوں میں لاکھوں لوگ جمع نہ ہوں تو کدھر جائیں۔''

درود وسلام کے نذرانے اللہ اللہ!

''اکتوبر ۱۹۹۵ء کے آخری عشرہ میں ''دعوتِ اسلامی'' کا عظیم الشان سالانہ اجتماع روح پرور تھا۔ ملتان کا لق و دق صحرا سبز عماموں کی بہاروں، صلوٰۃ وسلام کی فضاؤں اور مدینہ مدینہ کی صداؤں سے معمور ہو گیا۔ شاہراہِ ریشم سے ساحلِ سمندر تک کے قافلے'' مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کی دلنواز صداؤں کیساتھ ملتان پہنچے تو اہل ملتان پکار اُٹھے'' ملتان ما بہ جنتِ اولیٰ برابراست''۔ سپیشل ٹرینوں، قطار در قطار کوچوں، رواں دواں بسوں، سرسراتی ہوئی ویگنوں میں سوار عشاقِ رسول ﷺ سرسبز نوجوانوں نے پاکستان کی مختلف شاہراہوں کو یا رسول اللہ ﷺ کے نعروں اور درود وسلام کے نذرانوں سے سرسبز کر دیا۔''

مغربی قوتوں کا جال مسلم اُمہ بے حال

''پاکستان میں سیاسی وفوجی حکمرانوں اور انکے حاشیہ نشینوں نے ہمیشہ اپنی

Marfat.com
Marfat.com

اپنی ''من پسند آمرانہ جمہوریت'' وضع کی اور اسی کے گُن گائے اور اہلِ وطن کو سہانے خواب دیکھائے۔ مگر اسلام کے نام سے خائف رہے۔ خائف اسلئے کہ اسلام چند لوگوں کے ہاتھوں میں دولت جمع ہونے نہیں دیتا اور ان حکمرانوں کو وسائل کا امین بناتا ہے جو مخلوقِ خدا کے مسائل و مشکلات دور کر کے خوشحالی کے ضامن ہوتے ہیں۔ مگر پاکستانی حکمرانوں اور اُنکے آقاؤں کو یہ بات پسند نہیں۔ وہ اسلام کے اُن احکامات کو اپناتے ہیں جو اُنکی ذات کیلئے مفید ہوتے ہیں۔ پاکستان میں دینی رجحان رکھنے والوں کی غالب اکثریت موجود ہے اسلئے دینی قوتوں کے خوف کے سبب حکمران مغربی استعماری قوتوں کی پناہ میں رہے اور انکے مکروفریب کے جال میں پھنس کر انکے مشوروں پر عمل کرتے رہے اور ''روحِ محمد'' کو مسلمانوں کے بدن سے نکالنے میں سرگرم رہے۔''

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں کبھی
روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو

شیر مر جائیں تو گیدڑ ''پدرمن سلطان بود'' کی ہانکیں لگاتے ہیں

''آج دین نا آشنا سیاسی لیڈر وطن کی عظیم اکثریت کا مذاق اڑا رہے ہیں اور اسلامی فلسفہ کے ترجمان بنے بیٹھے ہیں۔ روشنی کے نام پر اندھیروں کا راج ہے۔ چور اُچکے گلی کوچوں میں بھنگڑا ڈال رہے ہیں۔ جنگل کے شیر مر جائیں تو گیدڑ اودھم مچاتے ہیں ''پدرمن سلطان بود'' کی ہانکیں لگاتے ہیں۔ حسین و جمیل چہرے گم ہو جائیں تو ڈومنیاں حُسن بانو بن جاتی ہیں۔ علم وفضل کی شمعیں بجھ جائیں تو بھانڈ میراثی فن کار بن کر محراب و منبر پر جھپکنے لگتے ہیں۔ علمائے حق سے مساجد محروم ہو جائیں تو گلہریاں امام بن جاتی ہیں۔ روشنیاں بجھ جائیں تو بینڈے ٹرانے لگتے ہیں۔ اب یہ حال ہے میرے وطن کا۔ جسے دیکھ کر رونا آتا ہے، شہر کو دیکھ کر رونا آتا ہے، اپنے گھر کو دیکھ کر رونا آتا ہے، اپنوں کو دیکھ کر رونا آتا ہے اور

Marfat.com
Marfat.com

پھر اپنے آپ کو دیکھ کر بھی رونا آتا ہے۔"

بے حیائی کی لکیریں' عبرت کی تصویریں

"اسلام کے نام لیوا مجبور و مقہور ہیں اور زیادہ تر عریانی و فحاشی کے دلدادہ حیا باختہ لوگ حکومت سے اعزاز و ایوارڈ حاصل کر رہے ہیں۔ مال و زر کے پجاری نام و نمود کے کھلاڑی ملکی خزانوں کو لوٹ کر کروڑوں کی زمینیں کھسوٹ کر' پلازے بنانے بیچنے والے، اقتدار سے چمٹے رہنے کی حرص میں اندھے ہر قیمت پر کامیابی کا سہرہ بندھوانے والے اور وطن عزیز کو دولخت کرنے والے ماضی سے سبق کیوں نہیں سیکھتے، پھانسی پر لٹکی نعش، جہاز میں جلی نعش، اپنے اور بیگانے اسلحہ و بارود سے ٹکڑے ٹکڑے نعشوں کو کیوں نہیں دیکھتے جو نشانِ عبرت ہیں۔ غریبوں کو اُنکے حق سے محروم رکھنے والے تاریخ کی اُن تصویروں پر نظر کیوں نہیں ڈالتے جو قوموں کی عبرت ناک تبدیلی کیوقت سامنے آتی ہیں۔ وڈیرو، جاگیردارو، سیاسی و سماجی اور مذہبی ٹھیکیدارو، کوچہ و بازار میں قتل کرنے اور کروانے والے سوداگرو، تم موت کے سفاک ہاتھوں کی لمس کیوں محسوس نہیں کرتے، جو غریب، بے بس لوگوں کے خون کا مزہ چکھنے کے بعد اب بالادست، امیر و رئیس طبقہ کے بااثر و بااختیار افراد، وزیرِ اعظم، وزیرِ اعلیٰ کے بھائیوں، سرکاری و درباری اہل کاروں، عدل و انصاف کے ذمہ داروں اور حکمت و دانائی کے علم برداروں کا خون بہانے لگے ہیں۔ یہ بے حس لوگ ان تصاویرِ عبرت سے بڑھ کر اور کیا دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ انقلابِ فرانس اور انقلابِ ایران کو دعوت دینا چاہتے ہیں۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ ہم لوگ دینِ حق کو اپنا لیں اور نظامِ مصطفےٰ ﷺ میں پناہ لیں۔"

تیری طوطا چشمی ہائے دل ہوا زخمی!

"ایک عالمِ دین جس نے بھاری مینڈیٹ والے وزیر اعظم کو کامیاب

Marfat.com
Marfat.com

کرنے میں بہت پُر جوش انداز میں دن رات ایک کر دیا تھا اور ماڈل ٹاؤن کی کوٹھی کو ''قبلہ مظلومان''، کعبہ محرومان'' جان کر ہر روز طواف کرتا تھا۔ جب طوطا چشمی سے اُسکا دل زخمی ہوا تو مایوسی کے دنوں میں وہ لائبریری میں ایک بہت بڑی اردو لغت اپنے سامنے رکھے'' طوطا چشمی'' کے معنی پر غور فرما رہے تھے۔ ''طوطا چشمی'' کے تیس معانی نکالنے کے بعد ایک ٹھنڈی آہ بھری اور مجھ سے کہا کہ'' طوطا چشمی'' کے ہر معنیٰ پر غور کرتا ہوں تو مجھے وزیرِ اعظم پاکستان دکھائی دیتا ہے۔'' میں نے کہا'' یہ تصویرِ یار'' ہے اسے طوطے کی طرح گردن جھکا کر دیکھا کیجئے شاید کہ بن جائے تیری بات۔''

آزادی کی نیلم پری بے حیاؤں کے درمیاں کھڑی

''آج پاکستان کے کروڑوں باسیوں کو آزادی کے پچاسویں سال پر اللہ کے احسان کا اعتراف اور'' نعمتِ آزادی'' کا سر بسجود ہو کر شکر ادا کرنا چاہیئے۔ لیکن اربابِ اختیار نے اندھیروں کی بد روحوں کو گولڈن جوبلی کے جھنڈے دے کر جوبلی جوبلی کا ناچ نچوانا اور فلمی شر پاروں اور حیا باختہ فن کاروں کو پی ٹی وی پر'' رقصِ آزادی'' جسے'' آزادیِ رقص'' کہنا زیادہ مناسب ہے پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔'' آزادی کی نیلم پری'' بے حیاؤں کے درمیاں کھڑی کوچہ و بازار میں ناچ رہی ہے،'' آزادی کی نیلم پری'' لٹیروں اور چوروں کے محلات میں ناچ رہی ہے،'' آزادی کی نیلم پری'' سیاست کے ایوانوں میں ناچ رہی ہے،'' آزادی کی نیلم پری'' قانون ساز اداروں میں ناچ رہی ہے۔ دوسری طرف کروڑوں پاکستانی جو چادر و چاردیواری سے محروم بھوک پیاس اور افلاس کے قیدی ہیں۔ جب گولڈن جوبلی کی شاندار سرکاری تقریبات کو دیکھ کر خود کو دیکھتے ہیں تو حیرت زدہ ہو کر جشن برپا کرنے والی قوتوں کے خلاف انکے ذہن میں سوال اُٹھتا ہے۔اے رہنمایانِ قوم'' ہم میں جشن منانے کی سکت نہیں اور سوگ منانے کی ہمیں اجازت نہیں'' کیا

Marfat.com
Marfat.com

ہم آزادی کی سزا بھگت رہے ہیں؟ ملک وقوم کی زبوں حالی کے ذمہ داروں سے جب بھی یہ سوال ہوتا ہے تو وہ ایک ہی جواب دیتے ہیں کہ ہمارے پاس ''الہٰ دین کا چراغ'' نہیں جو عوامِ پاکستان کو فوراً خوش حال بنا سکے۔ مگر ہر پاکستانی کا مشاہدہ ہے کہ انکے محلات اور عیش گاہوں میں ہر روز ''الہٰ دین کے چراغ'' جلتے ہیں اور یہ بھیس بدل بدل کر اقتدار پر قبضہ جمانے والے اپنے ذاتی مفادات کیلئے فوراً ''الہٰ دین کا چراغ'' روشن کر لیتے ہیں لیکن عوامی مفادات کے عام چراغ بھی ہمیشہ بجھے رہتے ہیں۔''

ذرائع ابلاغ اور سفارشی دانشور

''ان دنوں سب سے بڑھ کر موثر ذرائع ابلاغ ریڈیو اور ٹی وی ہیں اور چونکہ حکومت کی نظر میں سب سے غیر اہم پروگرام دینی موضوعات کے پروگرام ہوتے ہیں اسلیئے حکومت قوم پر احسان کرتے ہوئے کچھ وقت دینی پروگرامز کو بھی دے دیتی ہے اور ایسے'' دینی دانشور'' تلاش کرتی ہے جو اکثر دانشور تو ہوتے ہیں مگر ان کے پاس دین نہیں ہوتا۔ ایسے مبلغ بھی لائے جاتے ہیں جن کے پاس دانش نہیں ہوتی۔ ریڈیو اور ٹی وی کے کارپرداز اس میدان میں ایسے مشاق ہوتے ہیں کہ وہ اکثر اوقات کسی جیّد عالمِ دین، مستند مفتی یا بلند پایا خطیب کو سامنے نہیں آنے دیتے۔ چند کاسہ لیس مقررین، خود ساختہ مفکرینِ اسلام اور کچھ سفارشی دانشور، ذرائع ابلاغ کے سٹیج پر براجمان ہوکر، قوم کی'' دینی رہنمائی'' کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی تقریریں شنیدنی اور ادائیں دیدنی ہوتی ہیں۔ دینی مسائل پر گوہر افشانی کرتے ہیں تو ''بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است'' کا سماں بندھ جاتا ہے۔'' ...... پاکستان میں نسوانی حکومت کے دوران ایک مردِ زن مرید عورت کی مظلومیت کا پروپیگنڈہ زیادہ کرتا تھا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ چودہ کروڑ انسانوں پر ایک عورت سواری کرے پھر بھی بیچاری مظلوم کی مظلوم۔''

Marfat.com
Marfat.com

بات غریب کی کرتے ہیں، درخواست امیر کی منظور کرتے ہیں

''وزیرِ اعظم عجب راہوں پر چل رہے ہیں بات نفاذِ شریعت کی کرتے ہیں مگر شریعت پر یقین رکھنے والوں سے دور رہتے ہیں۔ بات نظامِ مصطفےٰ ﷺ کی کرتے ہیں مگر لٹیروں، زر پرستوں، رسہ گیروں، شراب کے ٹھیکیداروں اور سود کی غلیظ کمائی کو مالِ حلال جان کر ہضم کرنے والوں کے قافلے کیساتھ چلتے ہیں۔ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کرتے ہیں مگر دستر خوان فرعون کا بچھاتے ہیں۔ بات حضرت حسین ابنِ علیؓ کی کرتے ہیں مگر دربار یزید کا سجاتے ہیں۔ بات قائدِ اعظم کی کرتے ہیں مگر راستہ جاگیر داروں کا اختیار کرتے ہیں۔ بات غریبوں کی کرتے ہیں مگر درخواستیں امیروں کی منظور کرتے ہیں۔ بات شریعت بل کی کرتے ہیں مگر اعتماد بیوروکریٹس پر کرتے ہیں۔'' ....''اعلان شریعت بل کی بالا دستی کا ہوتا ہے مگر فلمی ہیروز اور فاحشہ پریاں ایوارڈ پاتی ہیں، تمغے حاصل کرتی ہیں اور ''خوش قسمت قیادت'' کے وزیروں کو اپنے حسن وشباب کی جلو میں لے کر رقص کرتی ہیں۔ یہ قوم کتنی مظلوم ہے پہلے اس کی غربت سے مذاق ہوتا رہا اور اب اس کے ایمان اور غیرت کو طوائفوں کے پاؤں کی ٹھوکروں سے روندا جانے لگا ہے۔''

القابات وخطابات کا ناجائز استعمال

''ہمارے دینی حلقوں میں القابات وخطابات کا حصول اور پھر انکا استعمال جس انداز سے ہو رہا ہے وہ قابلِ صد افسوس ہے اگر یہی رفتار رہی تو عنقریب ایک ایسا وقت آئے گا ہر ابوالہوس عشق پرستی کو اپنا شعار بنا لے گا اگر ہم علمی اور عملی طور پر پیچھے رہ گئے ہیں تو ضروری نہیں کہ ہم غزالی، رازی، رومی، اور جامی کہلائیں۔ صبرو استقامت کیساتھ چھوٹے القابات پر ہی اکتفا کیا جائے اور اگر القابات نہ بھی استعمال کریں تو بھی شان میں میں کوئی کمی نہیں آتی۔''

Marfat.com
Marfat.com

پجارو گاڑی اور فقراء کی انکساری

''آج کل بعض علماء و مشائخ انکساری سے اپنے آپ کو ''فقیر'' کہتے ہیں یہ اچھی بات ہے اچھا لقب ہے مگر ان کے تکبر و نخوت، سستی و کاہلی کا یہ عالم ہے کہ میدانِ عمل میں نکلنے کی بجائے کہتے ہیں ''فقیر'' نے آرام کرنا ہے، ''فقیر'' نے قیلولہ کرنا ہے، ''فقیر'' گوشہ نشین ہے۔ ''فقیر'' دس ہزار لیکر تقریر کرے گا، ''فقیر بیمار رہتا ہے دیسی گھی میں پکی ہوئی دیسی مرغی کھاتا ہے، ''فقیر'' کے پاس کچھ بھی نہیں تھا'' فقیر'' کے ایک محب نے مکان بنوا دیا اور ''فقیر'' کے ایک عقیدتمند نے پجارو کار لے دی۔ یہ ''فقیر'' اگر واقعی ''فقیر'' بن جائیں تو ان کا نام روشن اور انکی قبریں زندہ ہو جائیں اور انکا وجود اُمتِ رسول ﷺ کیلئے روشنی کا مینار بن کر چمکنے لگے۔''

جماعتِ اسلامی پر تبصرہ

''جماعتِ اسلامی سابقہ انتخابی مہموں میں مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کیلئے دہشت کی علامت تھی، مگر اسے انتخابی بائیکاٹ نے ایسا کاٹا کہ اب تک اس کے زخم ہرے نہیں ہوئے۔ البتہ وہ بدستور اپنے شور و غل کیساتھ سیاسی میدان میں اپنا جھنڈا لہراتی رہتی ہے۔ وہ جمہوریت کے تمام حربے استعمال کرتی رہتی ہے، جلسے، جلوس، مظاہرے، دھرنے، گھیراؤ، ایجی ٹیشن، مزاحمت، ڈرانے دھمکانے، ریلیاں اور ہڑتالیں غرضیکہ ہر انداز میں اپنا تشخص برقرار رکھتی ہے وہ اقتدار کی کرسیوں پر بیٹھنے والوں کو للکارتی رہتی ہے، انہیں قبل از وقت سیاسی موت مرنے کا پیغام سناتی رہتی ہے اور بعض اوقات ان کی اقتدار سے رخصتی کی تاریخیں بھی مقرر کرتی رہتی ہے ...... مگر ان تمام اسباب اور حرکات کے باوجود بیچاری کے پاؤں نہیں جمتے، نہ عوام میں نہ خواص میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ اسے کسی ''سیاسی شہید'' کی بددعا لگ گئی ہے۔''

Marfat.com
Marfat.com

فوجی ٹھوکر سے ہیوی مینڈیٹ اقتدار پاش پاش ہوگیا

''ہمارے ملک کے وزیرِ اعظم حبابِ آب اقتدار کے تخت پر براجمان تھے انکے اشارہ ابرو سے صدرِ مملکت، چیف جسٹس، افواجِ پاکستان کے کمانڈر انچیف اور دوسرے اعیانِ مملکت خاک ہو جاتے تھے۔ جب احتساب سیل قائم ہوا تو ''میاں جیل میں'' اور ''بیوی پردیس میں'' رل رل جاتے۔ یہ اقتدار کتنا بے مثل تھا، یہ کرسی کتنی مضبوط تھی، یہ حکومت کتنی جمہوری تھی۔ ایوان ہائے اقتدار کی چھتیں ہیوی مینڈیٹ کے مصالحے سے کتنی پختہ بنی ہوئی تھیں مگر سری لنکا سے آنے والے عام طیارے کے ایک فوجی کمانڈو مسافر نے اقتدار کی ساری کائنات ایک ٹھوکر سے تہس نہس کر دی ......اور زمین پر قدم رکھتے ہی قوم کا ''نجات دھندہ'' ہونے کا دعویٰ کر دیا۔''

پاکستان میں اکثر این جی اوز کا کردار

''پاکستان میں این جی اوز ملک کے مختلف قوانین کی چھتری کے سائے میں بیٹھے اسلامی معاشرت کو غیر اسلامی افکار سے داغدار اور اسلامی اقدار کو پامال کرنے میں مصروف ہیں۔ ہمارے ملک میں مختلف قوانین ''والینٹری سوشل ویلفیئر رجسٹریشن اینڈ کنٹرول آرڈیننس ۱۹۶۱ء''، ''سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ ۱۸۶۰ء''، ''کوآپریٹو سوسائیٹز ایکٹ ۱۹۲۵ء'' اور ''کمپنیز آرڈیننس ٹرسٹ ایکٹ۔ سے این جی اوز کو قانونی حق مل جاتا ہے کہ وہ اپنے مقاصد کے حصول کیلئے غیر ملکی اور بین الاقوامی اداروں سے امداد حاصل کریں اپنی مرضی سے اسکا استعمال کریں........ دوسری طرف پاکستان میں دینی مدارس، مساجد، عوامی اصلاح و بہبود کی انجمنیں بے سرو سامانی کے عالم میں کام کر رہی ہیں انکے پاس غیر ملکی سرمایہ تو کیا اپنوں سے امداد لینے پر بھی رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہیں۔ مختصراً یہ کہ این جی اوز کی سرپرست

Marfat.com
Marfat.com

طاغوتی قوتیں ہر وقت اس فکر میں مبتلا رہتی ہیں کہ دنیا کے کسی خطہ میں اسلام کی روشنیاں کہیں دوبارہ نہ ابھر آئیں۔"

علمائے کرام توڑ پھوڑ کی راہوں پر نہیں چلتے

"ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کا معاملہ ہو یا قادیانیوں کو کھلی چھٹی دینے کا معاملہ۔ علمائے کرام اگرچہ توڑ پھوڑ کی راہوں پر نہیں چلتے مگر ان کی راہیں مضبوط اور پختہ ہیں۔ یہ لوگ خاتم الانبیاء کے دیوانے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی عزت پر جان دینے والے ہیں، ناموسِ مصطفیٰ ﷺ پر سب کچھ لٹا دینے والے ہیں۔ کوئی طاقت انکے جہادی علم کے طوفانوں کو روک نہیں سکتی۔ فوجیوں کو شاید ان فقیروں سے کبھی واسطہ نہیں پڑا، جس اسلحہ و بارود پر آج کی فوجی حکومت کو ناز ہے وہ دیوانگانِ عشق کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔"

پڑا تمہیں تو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے راکھ نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

گھوڑا کہا تھا تم گدھا پکڑ لائے!

"یہ واقعہ ایک ثقہ راوی نے بتایا تھا کہ جنرل ضیاء الحق گورنر ہاؤس لاہور میں ٹھہرے تو جنرل سوار خان گورنر پنجاب نے کہا! سر میں جب کبھی رات کو میاں میر کے مزار پر حاضری دیتا ہوں تو قبر سے آواز آتی ہے "سوار خان گھوڑا لاؤ" مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا حکم ہے...... جنرل ضیاء الحق نے کہا چلو آج رات میاں میر کے مزار پر چلتے ہیں، سردیوں کی ٹھنڈی رات دو بجے دونوں صاحبان میاں میر کے مزار پر جا پہنچے وہاں گہری خاموشی تھی، دونوں نے نوافل پڑھے اور مزار کی طرف بڑھے، فرش پر بیٹھ گئے۔ مزار کے اندر سے آواز آئی "سوار خان تمہیں گھوڑا کہا تھا تم گدھا پکڑ لائے" دونوں نے یہ آواز سنی ایک دوسرے کو دیکھا مگر چپ

Marfat.com
Marfat.com

رہے۔ صبح ناشتے کی میز پر بیٹھے تو جنرل ضیاء الحق کہنے لگے "سوار خان یہ میاں میر کوئی جلالی بزرگ لگتے ہیں۔"

ایٹم بم یا مرغی کے گندے انڈے

"پاکستان کی حکومت جسے اپنی ایٹمی طاقت پر بڑا ناز ہے۔ حکمرانِ پاکستان جو قدم قدم پر اپنی "ایٹمی قوت"، "غوری" اور "حتف" میزائلوں کی ڈینگیں مارتے رہتے ہیں، آج سب کچھ ہونے کے باوجود چپ سادھے بیٹھے ہیں جیسے پاکستان کے پاس ایٹم بم نہیں "مرغی کے گندے انڈے ہیں"۔ قوم جب بزدل ہو جاتی ہے تو اسلحہ کے انبار اسکے کام نہیں آتے۔ قوم جب زر پرست ہو جاتی ہے تو اسکے بازو شل ہو جاتے ہیں۔ قوم جب طاؤس و رباب کو اپنا کلچر بنا لیتی ہے تو تیرو سناں سے اسکا رابطہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مصلحتوں کی زنجیر سے آزاد عوام جب مجاہدین کا روپ دھارتے ہیں تو حکمران دہشت گرد، دہشت گرد کی گردان الاپنے لگتے ہیں۔"

ڈیڈی حضور ہوائی جہاز سے چھلانگ لگا دیں

"ایک ثقہ راوی نے ہمیں بتایا تھا کہ فیلڈ مارشل ایوب خان اپنے دورِ اقتدار میں ذوالفقار علی بھٹو کو "زُلفی" کہہ کر پکارتا تھا اور بھٹو اسے "ڈیڈی" کہا کرتا تھا۔ ایک دن دونوں ایک جہاز میں سوار کراچی جا رہے تھے۔ درین اثناء حالتِ خمار میں ایوب خان کے ہاتھ سے پانچ کا نوٹ گرا تو بھٹو نے اُٹھا لیا۔ ایوب خان نے پوچھا زلفی یہ بتاؤ کہ اگر یہ نوٹ میں جہاز سے باہر پھینک دوں تو اسکا کیا فائدہ ہوگا۔ بھٹو نے کہا ڈیڈی یہ نوٹ اگر کسی بچے کے سر پر پڑے گا تو وہ خوش ہو کر آپ کو دعائیں دے گا۔ ایوب نے کہا اگر دس روپے کا نوٹ پھینک دوں تو بھٹو نے کہا یہ نوٹ کسی چرواہے کو ملے گا تو وہ بھی خوش ہو کر آپ کو دعائیں دے گا۔ فیلڈ مارشل کہنے لگا اگر میں ایک سو روپے کا نوٹ پھینکوں تو کیا ہوگا۔ بھٹو نے کہا ڈیڈی جہاز پنجاب سے

Marfat.com
Marfat.com

نکل کر سندھ کی فضا میں داخل ہو رہا ہے اگر یہ نوٹ صحرا میں کسی گوٹھ پر گرا تو وہاں کے لوگ خوشیاں منائیں گے اور آپ کو ڈھیروں دعائیں دیں گے۔ ایوب خان بھٹو کی خوش کن باتوں سے بہت مسرور ہوا، کہنے لگا زلفی میرا دل چاہتا ہے کہ کوئی ایسا کام کر جاؤں جس سے پاکستان کے بچے بڑے سب خوش ہو جائیں۔ بھٹو نے فوراً مشورہ دیا ڈیڈی حضور! اگر آپ اسی وقت جہاز سے چھلانگ لگا دیں تو ہر پاکستانی خوش ہو جائے گا اور لوگ اپنے گھروں میں چراغاں بھی کریں گے۔''

چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اُٹھا کے چلے

''فلسطینی مسلمانوں پر ظلم وستم ہو رہا ہے تو کیا، کشمیری مسلمان بھارتی بارود سے سلگ رہے ہیں تو کیا، افغانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا ہے تو کیا، عراقیوں پر اسلحہ و بارود کا آتش فشاں پھٹ گیا تو کیا، فلوجہ اور چیچنیاں کے مسلمان زیرِ عتاب ہیں تو کیا، مسلم امہ کی اکثریت زخم زخم ہے تو کیا۔ ہمارا اقتدار قائم اور محفوظ تو ہے۔ مسلم ممالک، پاکستان سمیت کی سرکاریں یہود ونصاریٰ کے خوف سے سہمی بیٹھی ہیں، کھل کر سانس لینا بھی روا نہیں رکھتیں۔ کسی اونچی جگہ کھڑے ہو کر بے ضرر و بے گناہ عوام اور جذبہ آزادی کے متوالے مجاہدینِ اسلام کے بے گور وکفن لاشوں کو دیکھنے کی جرات نہیں کرتیں، مغربی دہشت گردوں کا ہاتھ روکنے کی سکت نہیں رکھتیں بلکہ قلم و کلام میں بھی اسلام کے سپوتوں کو ''مجاہدینِ اسلام'' کے نام سے لکھنے اور پکارنے کی ہمت نہیں کرتیں۔ اس پر جسقدر ماتم کیا جائے کم ہے ......وقت آنے والا ہے جب آفتابِ قدس مظلوموں پر نور برساتا ہوا ظالموں پر آگ برساتا ہوا مشرق سے نکلے گا تو بزدل مسلم حکمرانوں کے تاج وتخت اُلٹ جائیں گے، مغربی قوتوں کی اندھیر گردی ختم ہو جائے گی، ظلم وستم کی آندھیاں تھم جائیں گی۔''

Marfat.com
Marfat.com

حکیم محمد موسیٰؒ کی قیادت میں ''مرکزی مجلسِ رضا'' کا کریڈٹ

''قیامِ پاکستان کے بعد ایک وقت تھا جب ورقی و برقی ذرائع ابلاغ پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلویؒ کے مخالفین سازشی طریقے سے چھائے ہوئے تھے اسلئے سرکاری شعبہ ہائے ابلاغ پر اعلیٰ حضرتؒ کا نام لینا بھی ممنوع تھا۔ اگر کبھی ریڈیو اور ٹی وی پر اعلیٰ حضرتؒ کی نعت پڑھی جاتی تو نعت خواں کو ہدایت کی جاتی کہ نعت کے آخر میں وہ مقطع نہ پڑھا جائے جس میں احمد رضا کا نام آتا ہو۔ سوادِ اعظم اہلِ سُنت خصوصاً ''مرکزی مجلسِ رضا'' کے منتظمین، معاونین اور اراکین کیلئے یہ بات بڑی پریشان کن تھی کہ وطن کے ذرائع ابلاغ، یونیورسٹیوں اور کالجوں اور سرکاری دفاتر پر ان لوگوں کا قبضہ ہو جو نظریہ پاکستان کے کھلے مخالف تھے اور تحریکِ پاکستان میں بھر پور حصہ لینے والے، ان کے قائد اور ان کے امام اعلیٰ حضرتؒ کو اس حد تک نظر انداز کر دیا جائے کہ ان کے حقوق تو درکنار انکا نام لینا بھی گوارا نہ کیا جائے۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسریؒ کی قیادت میں ''مرکزی مجلسِ رضا'' کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ اس نے اعلیٰ حضرتؒ کے سینکڑوں قلمی شاہکاروں کی لاکھوں کی تعداد میں اشاعت اور مفت تقسیم کا بندوبست کیا۔ جس سے چند سالوں میں اعلیٰ حضرتؒ کے عقائد و نظریات اور ان کی شخصیت کے دیگر پہلو واضح ہو کر نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ گئے اور مخالفین کی سازشیں دم توڑ گئیں۔''

روشن خیال اندھیرے

''پاکستان کی سرزمین آج ''روشن خیالی'' کے اندھیروں میں ڈوبتی جا رہی ہے۔ یہ صورتِ حال ہماری گذشتہ کئی سالوں کی سیاسی ناہمواریوں اور دین سے بے اعتنائیوں کا نتیجہ ہے۔ کتنے غضب کی بات ہے کہ جو ملک اللہ و رسول ﷺ کے نام پر

Marfat.com
Marfat.com

حاصل کیا گیا اس میں آج "روشن خیالی" کے نام پر نوجوان مسلمان بچیوں کو نکریں پہنا کر بازاروں میں دوڑایا جا رہا ہے، جشنِ بہاراں کے نام پر حیا سوز محافل اور شراب و کباب کی مجالس برپا کی جا رہی ہیں۔ صد افسوس! کہ جس ملک کو دینِ اسلام کی تجربہ گاہ بننا تھا اسے بے دینی اور سیکولر خیالات کی لیبارٹری بنا دیا گیا ہے"۔

شاباش میرے کتے شاباش!

"امریکہ کے ایک نمائندہ اخبار نے ایک کارٹون شائع کیا جس میں ایک شکاری کتے کو پاکستان کا نام دے کر امریکی فوجی پچکار رہا ہے کہ "شاباش میرے کتے! ابو الفراج کو دبوچنے کے بعد اگر اسامہ بن لادن کا شکار کر کے لاؤ تو بڑا انعام ملے گا اور شاباش بھی"۔ ہمارے وطن عزیز کو بے غیرتی کا اعزاز "شکاری کتا" دیا گیا اس پر قلم و کلام سے احتجاج ہوا۔ اس صدمہ سے عوامِ پاکستان کا دل رونے لگا۔ اور وہ یہ سوچنے لگے کہ کیا ہماری اوقات امریکہ کی نظر میں کتے کی ہے۔ عوامِ پاکستان کی خدمت میں عرض ہے کہ امریکہ تو ہمیں کتے سے تشبیہ دینے کے قابل بھی نہیں سمجھتا کیونکہ کتا وفاداری کی صفت سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ دُنیا میں جہاں بھی امریکہ کے پالتو وفادار کتے موجود ہیں یہ اعزاز و القاب اور انعامات ان کیلئے ہیں نہ کہ ہمارے لئے۔"

دو قومی نظریہ کی دیواریں گرا دو

"ہندوستان کے فن کاروں کی آؤ بھگت میں لاہور کے شراب و شباب خانے آباد ہو گئے۔ بعض روشن خیال وزیروں، امیروں اور مشیروں کے گھروں میں انکی پذیرائی ہوئی، نجی محافل اور سٹیج پر سے آوازیں آنے لگیں کہ پاکستانیو! نفرت کی لکیریں مٹا دو، قتل و غارت کی پرانی باتیں بھلا دو، دو قومی نظریہ کی فرسودہ دیواریں گرا دو۔ اگرچہ آج تمہارے دل و دماغ پاکستانی لیڈروں کی "روشن خیالی" سے

Marfat.com
Marfat.com

مالا مال ہو رہے ہیں اور تم نے ہمیں روشن خیالی کے پیار سے جیت لیا ہے۔ جب تم بھارت میں ہمارے گھر آؤ گے تو ہم تمہارے ماتھوں پر تلک لگائیں گے، اپنے مندروں میں لے جائیں گے، گھنٹیاں بجوائیں گے، جمنا کے کنارے مورتیاں دکھائیں گے اور تاج محل کے آنگن میں اپنی فنکار دیویاں نچائیں گے، جنہیں دیکھ کر تم دو قومی نظریہ، جہاد اور شمشیر و سنان کی باتیں بھول جاؤ گے اور بے تاب ہو کر پکار اُٹھو گے۔

ہندو مسلم سکھ عیسائی آپس میں ہیں بھائی بھائی

اغیار کی نظر میں پاکستان اسلام کا قلعہ ہے

''جب کبھی امریکہ میں، روس، یورپ اور بھارت میں ظالموں کو کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو انہیں پاکستان یاد آتا ہے۔ پاکستان کے لوگ غریب سہی۔ بے سرو سامان اور تہی دست سہی اور حکمران کاسہ لیس سہی۔ مگر غلط ہو یا صحیح، جب بھی ظلم کے مقابلہ میں کسی جگہ کوئی دھماکہ ہوتا ہے تو ظالموں کو وہاں پاکستانی مسلمان مجاہد ہی کھڑا نظر آتا ہے یا یہود و ہنود مسلمان ہوّا کھڑا کر کے مغربی دنیا کو دکھاتا ہے اور اُن کی انگلیاں پاکستان کی طرف اُٹھنے لگتی ہیں۔ حقیقت میں ہر جگہ یہود و ہنود کے متعصب گروپ کے ورقی و برقی ذرائع ابلاغ دنیا کو جو دکھلانا چاہتے ہیں دکھاتے ہیں اور پاکستان کے خلاف گرماتے ہیں۔ اُن کے نزدیک اسلام کی واحد مذہبی اور فوجی قوت پاکستان ہے جو ان کے عزائم میں رکاوٹ ہے۔ اسلئے کہ وہ پاکستان کو اسلام کا مضبوط قلعہ سمجھتے ہیں اور ہر دم اسے ڈھانے میں لگے رہتے ہیں۔''

مدعی لاکھ بُرا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے
مختصر تعارف

☆

محترم المقام جناب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب اگرچہ کسی تعارف کے محتاج نہیں، ان کی ذات وصفات، نشست و برخاست اور قلم و قرطاس کے چند پہلوؤں پر بندہ ذاتی مشاہدات کی روشنی میں مختصر عرض کرتا ہے۔

محترم فاروقی صاحب کا تعلق ایک باعلم وعمل پیر گھرانے سے ہے۔ آپکی پیدائش آبائی گاؤں ''شہاب دی وال'' ضلع گجرات ۱۹۲۸ء میں ہوئی۔ فاروقی صاحب کے دادا محترم سکھ دور میں کشمیر سے یہاں منتقل ہوئے۔ آپکے والدِ محترم جناب انور پیر فاروقی نقشبندی ایک معروف بزرگ تھے۔ جنہوں نے اپنے بیٹے اقبال احمد کو لاہور میں اُسوقت کے فاضلِ یگانہ حضرت مولانا نبی بخش حلوائیؒ نقشبندی ''صاحبِ تفسیرِ نبوی'' جو ''دارالعلوم نبویہ لاہور'' کے بانی اور روحِ رواں تھے کے سپرد کر دیا جو تعلیم وتربیت اور شریعت وطریقت میں آپکے رہنما اور مُرشد ہوئے۔

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے منشی فاضل کیا۔ میٹرک ۱۹۴۸ء میں کیا پھر درسِ نظامی دارالعلوم نبویہ بیرون دہلی دروازہ لاہور میں کیا۔ ۱۹۵۳ء میں فوج میں ملازمت کی اور C M A لاہور میں کلرک بھرتی ہوئے۔ دورانِ ملازمت پڑھائی جاری رکھی۔ ۱۹۶۰ء میں اورینٹل کالج میں داخلہ لیا اور ۱۹۶۲ء میں ایم اے فارسی کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔ تقریباً سات سال کے بعد سول ملازمت میں آ گئے، فوج سے سول ملازمت میں آنا آسان نہیں ہوتا آپ نے یہ چھلانگ کس طرح لگائی اس کا دلچسپ واقعہ یوں ہے کہ تحریک ختم نبوت کے دوران

Marfat.com
Marfat.com

جلسوں اور جلوسوں میں فاروقی صاحب کی بھرپور شرکت اور تقاریر کرنے پر انٹیلی جنس کی رپورٹ پر آپ کو بطورِ سزا لاہور سے دور کوئٹہ چھاؤنی بھیج دیا گیا۔ کوئٹہ کی سردی میں بھی آپکا جذبہ سرد نہ ہوا، وہاں پر ایک دینی جلسہ میں ''جہاد'' کے موضوع پر دھواں دھار تقریر کی۔ کوئٹہ چھاؤنی کے سٹاف کالج کے ایک کرنل نے بھی اتفاق سے یہ تقریر سنی۔ فاروقی صاحب کو بُلا کر انہیں داد وشاباش دی اور رہائشی کواٹر سے کوٹھی میں منتقل ہونے کا عندیہ دیا لیکن آپ نے کواٹر کو ہی ترجیح دی۔ اس کے بعد حکم دیا کہ ہر روز صبح پریڈ کے وقت مختلف فوجی یونٹوں میں جاکر ''جہاد'' کے موضوع پر تقریر کیا کرو۔ فاروقی صاحب یہ حکم سُن کر جھوم اُٹھے اور کرنل صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ ہر روز ''جہاد'' کے مختلف پہلوؤں پر تقریر کرنے سے فوجی جوان اور آفیسرز میں نیا ولولہ پیدا ہوتا گیا۔ خطابت کی وجہ سے فاروقی صاحب کا چھاؤنی میں بڑا احترام کیا جانے لگا۔ عرصہ سات سال کے بعد آپ لمبی چھٹی لیکر لاہور آگئے۔ یہاں پر آپکے حلقہ احباب نے جس میں اُسوقت کے بااثر لوگ بھی تھے، لاہور ہی میں سروس کرنے پر مجبور کیا اور اسکا بندوبست بھی کیا۔ ملٹری سے استعفیٰ ایک وفاقی منسٹر کی کوششوں سے منظور ہوا۔ محکمہ صنعت وحرفت پنجاب میں آپکو انسپکٹر سلیکٹ کرلیا گیا جہاں سے آپ ترقی کرتے کرتے ڈپٹی ڈائریکٹر لیبر ویلفئیر آف پنجاب کے منصب سے ۱۹۸۸ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد آپ باقاعدہ دینی وسیاسی جماعت جمیعت العلماء پاکستان کے فعال رُکن بنے اور اب تک مرکزی مجلسِ شوریٰ اور مجلسِ عاملہ کے رُکن بھی ہیں۔ جمیعت العلماء پاکستان لاہور کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ آپکے تعارف میں مزید تفصیلات درکار ہوں تو آپکی خودنوشتہ ''آپ بیتی'' جو اسی کتاب میں درج ہے ملاحظہ فرمائیں۔

تحریک مسجد شہید گنج، تحریکِ پاکستان کے بعد ختمِ نبوّت، نظامِ مصطفیٰ ﷺ، یا رسول اللہ ﷺ، تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کی تحاریک میں بھرپور حصہ لے چکے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

قیامِ پاکستان کے بعد جُملہ سُنی کانفرنسوں میں فعال کردار ادا کرتے آرہے ہیں۔

محترم فاروقی صاحب کو عربی، فارسی، اردو، پنجابی اور انگریزی زبانوں پر دسترس حاصل ہے۔ آپ نے ان سب زبانوں میں طبع آزمائی بھی کی ہے اور بہت سی کتابوں کو تخلیق کیا ہے جس کی تفصیل بیان کرنے کیلئے اس مضمون کے دامن میں گنجائش نہیں۔

آپ کثیرالاولاد ہیں اور اپنے اہل وعیال کا بھی ہر طرح سے خیال رکھتے ہیں۔ کبرسنی کے باوجود نیند اور اکتاہٹ آپ پر قابو نہ پاسکی ہے، اسقدر ہشاش بشاش رہتے ہیں کہ ہمیں آپ پر رشک آتا ہے۔ میدانِ عمل میں نوجوانوں سے زیادہ مصروفِ کار ہیں اور اپنی ایمان افروز، روح پرور تحریروں و تقریروں اور قول و فعل سے اُجالا پھیلا رہے ہیں۔ جامع مسجد نبویہ بیرون دہلی دروازہ لاہور میں خطیب کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔ آپ اتنے زود نویس ہیں کہ صبح ہو کہ شام دن ہو کہ رات، سردی ہو کہ گرمی آپکا قلمدان اور فائلیں متحرک رہتی ہیں یوں لگتا ہے کہ آپکے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو قلم سے اور قلم کو قرطاس سے باہم اس قدر ربط ومحبت ہے کہ وہ ایک دوسرے کو چمٹے اکثر ہم کلام رہتے ہیں۔ اور ایسے شاہکار تخلیق کرتے ہیں جو ہم سب کیلئے قابلِ فخر ہے۔ ایسے کثیرالاوصاف فرد کو اگر ایک انجمن کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، اس لئے راقم کی نظر میں اقبال احمد فاروقی ایک فردنہیں انجمن ہیں۔

صدر جمعیت علماء پاکستان شاہ احمد نورانی (مرحوم) نے ۱۹۹۰ء میں لیبیا کے صدر معمر قذافی کی دعوت پر مطالعاتی دورہ کیلئے ایک وفد لیبیا کے دارالخلافہ طرابلس بھیجا تھا۔ یہ وفد چالیس علماء پر مشتمل تھا جس کی قیادت اور امارت فاروقی صاحب کو سونپی گئی۔ یہ وفد تین ماہ تک لیبیا کی تہذیب وتمدن اور مذہبی مطالعہ کے بعد واپس پاکستان پہنچا۔ فاروقی صاحب نے اس دورے کی رپورٹ مولانا شاہ

Marfat.com
Marfat.com

احمد نورانیؒ کو پیش کی۔

عاشقِ اعلیٰ حضرت، بانی وسرپرست "مرکزی مجلسِ رضا" اور "یومِ رضا" منانے کے اولین محرک و مہتمم حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسریؒ (متوفی ۱۹۹۹ء) نے جب "مرکزی مجلسِ رضا" کے بعض خود نمائی وخود ستائی کے پیکر عاقبت نااندیشوں کی کوتاہیوں کے سبب "مجلسِ رضا" کی تنظیم ۱۹۸۸ء میں ختم کر دی تو چند محبانِ اعلیٰ حضرت خصوصاً فاروقی صاحب کی کوششوں سے "مرکزی مجلسِ رضا" کا احیاء ۱۹۹۱ء میں دوبارہ ہوا جس میں میاں زبیر احمد قادری صاحب صدر، محمد شفیع رضوی صاحب (مرحوم) جنرل سیکرٹری، اور فاروقی صاحب نگران مقرر ہوئے۔ ایک سال بعد بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر "مرکزی مجلسِ رضا" کی تمام تر ذمہ داری فاروقی صاحب کو تفویض کر دی گئی۔ اسی سال فاروقی صاحب نے جاں فزا ترجمان فکرِ احمد رضا ماہنامہ "جہانِ رضا" کا اجراء کیا۔ جو آج ماشاء اللہ پندرہویں سال میں قدم رکھ چکا ہے، قلم کی رعنائیوں اور فاروقی صاحب کی دانائیوں کے سبب عالمِ رضویت میں جھنڈے گاڑھ چکا ہے۔

اس دورِ مہنگائی میں "جہانِ رضا" جیسے خالصتاً مذہبی و علمی جریدے کی مسلسل اشاعت کوئی معمولی واقعہ نہیں بلکہ جان جوکھم کا ایسا کام ہے جو کوئی وسائل سے بھرپور جماعت، سرکاری و درباری تنظیم اور انجمن بھی نہیں کر سکتی۔ فاروقی صاحب اپنی درویشانہ عادات و خصائل، فقر و فاقہ اور محنتِ شاقہ کی بدولت فردِ واحد کی حیثیت سے "جہانِ رضا" کو ہر ماہ سرسبز وشاداب رکھتے ہیں۔

راقم بخوبی جانتا ہے کہ فاروقی صاحب کے شب و روز کس طرح گزرتے ہیں اور آمدن وخرچ کے میزان کا اخراجات والا پلڑا ہمیشہ جھکا رہتا ہے۔ اس کے باوجود آپ "ہمتِ مرداں مددِ خدا" کے مصداق آئے دن وسائل میں کمی اور دن بہ دن اخراجات میں بڑھوتی کی پریشانی کا جواں ہمتی سے مقابلہ کرتے چلے آرہے

Marfat.com
Marfat.com

ہیں، ان سب مسائل کے باوجود آخر کب تک میرے دوست فاروقی کے بڑھاپے کی توانائیاں ہمارے ذوقِ مطالعہ کی غذا بنی رہیں گی۔ ہم سب کیلئے لمحہ فکریہ ہے!

حضرت داتا گنج بخشؒ کے زیرِ سایہ، گنج بخشؒ روڈ پر واقع ''دارالعلوم حزب الاحناف'' کی مسجد برکاتیہ کے بائیں پہلو میں ''مکتبہ نبویہ'' ہے جو کہ مقدس قلمی کاوشوں اور روحانی برکتوں سے مزین ہے۔ محترم فاروقی صاحب کا زیادہ تر وقت اسی مکتبہ پر گزرتا ہے جو کہ آپکی مستقل نشست گاہ ہے جسکا دروازہ ہر خاص و عام کیلئے کھلا ہے۔ آپکی یہ نشستگاہ علم کی پیاس اور کتابوں کی تلاش میں آنے والوں کی آماجگاہ، دینی، ملّی، سیاسی، ثقافتی اور معاشی مسائل پر دل کے پھپھولے پھوڑنے والوں کیلئے جلسہ گاہ، شریعت وطریقت کے اسرار و رموز سے آگاہی کے طالبوں کیلئے خانقاہ، ماہرینِ رضویات کی کاوشوں سے شناسائی کی رسد گاہ، راہِ عمل پر گامزن سالکین کی تربیت گاہ، قلم و قرطاس کے فن کی قدر گاہ اور اس کیساتھ ساتھ تُو کون میں خوامخواہ جیسے لوگوں کیلئے چائے پانی پینے اور آرام کرنے کی جگہ بھی ہے۔ دن میں کئی مقامی اور دیسی و پردیسی علمائے کرام، مشائخِ عظام اور سالکین و کاملین بغرض ملاقاتِ فاروقی تشریف لاتے ہیں، اہلِ مجلس انکی زیارت اور کلام و بیان سے اپنی بساط کے مطابق مستفیض ہوتے ہیں۔ محفلِ فاروقی میں جلوہ افروز ہونے والی فیض رساں شخصیات اور فیضیاب ہونے والے بے شمار ہیں۔ فاروقی صاحب کے ممدوح مشائخ عظام اور علماء کرام، ہم عصر بزرگانِ دین، ہم مکتب افرادِ ذیشان اور دیگر حلقہ احباب جن میں مذہبی، سماجی، علمی، سیاسی، درباری، سرکاری اور تجارتی ہر سطح کے لوگ موجود ہیں۔ اسکے علاوہ ''جہانِ رضا'' کی نسبت سے آپکی جان پہچان دنیا بھر میں اسقدر وسیع ہوچکی ہے کہ انکا شمار کرنا ممکن نہیں اگر مختصراً ذکر بھی کیا جائے تو ایک الگ کتاب درکار ہوگی۔ لہٰذا ''آپ بیتی'' کے عنوان سے اس کتاب میں درج مضمون فاروقی صاحب کے مختلف شخصیات سے تعلقات کے بارے میں خاصی روشنی ڈالتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

رهنمائی

صفحہ نمبر	عنوان
47	آپ بیتی
90	علامہ بوصیری اور قصیدہ بردہ
95	پنجاب کی نقشبندی خانقاہوں پر ایک طائرانہ نظر
116	عیسائی مبلغین اور علمائے اسلام
132	لاہور کی بادشاہی مسجد اور اس کے خطیب
144	اعلیٰ حضرت علماء کرام کے جھرمٹ میں
150	تذکرہ مولانا نبی بخش حلوائی
156	تذکرہ پروفیسر نور بخش توکلی
159	میں نے صدر الافاضل کو دیکھا
161	جامعہ نعیمیہ لاہور کا ابتدائی دور
169	پاکستان میں افکار رضا کے زاویے
177	مرکزی مجلس رضا کی خدمات پر ایک نظر
183	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مکہ کی گلیوں میں
190	مدنی سفرنامہ
199	بارگاہ مصطفیٰ میں نعتوں کے نذرانے پیش کرنے والے
108	علامہ شاہ احمد نورانی کے غیر سیاسی شب و روز
215	ایک تعزیتی خط
218	وارثان محراب و منبر
227	ایثار کے پیکر
234	یادوں کے جھروکے سے
248	طرابلس کی ایک چاندنی رات
254	بیاد بہ مجلس اقبال احمد فاروقی

Marfat.com
Marfat.com

آپ بیتی

شہر گجرات پنجاب سے شمال کی طرف چودہ میل دور ایک چھوٹا سا گاؤں شہابدیوال (شہاب الدین والا) ہے، جس میں راقم الحروف ۴ جنوری ۱۹۲۸ء کو پیدا ہوا۔ والد کا اسم گرامی مولانا انور پیر فاروقی بن مولانا محمد عبداللہ فاروقی بن مولانا الشیخ عبدالرحیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہم تھا گاؤں میں مسجد کی امامت وخطابت کے ساتھ ساتھ ایک مدرسہ تھا جس میں درس دیتے۔ ہوش آیا تو اپنے گھر میں علماء وصوفیاء کی آمدورفت کی وجہ سے بعض علمی شخصیتوں کے نقوش ذہن پر مرتسم ہوتے گئے۔ قرآن پڑھا اور سکول کا رُخ کرلیا۔ گاؤں کے قریب ہی ایک گاؤں گھوڑی دُنا سنگھ میں پرائمری پاس کیا اور پھر ایک قریبی قصبے دولت نگر میں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ قرآن پاک کے الفاظ کی صحت اور صحیح تلفظ کی ادائیگی اپنے تایا مولانا نور پیر فاروقی (جو سرگودھا میں امامت وخطابت کرتے تھے) سے کی۔ میرے دادا مرحوم کے ایک فاضل شاگرد سید محمد فاضل شاہ مرحوم (موضع بانیاں) فارسی کے بڑے ماہر مدرس تھے۔ میں نے فارسی کی سب سے پہلی کتاب ''کریما سعدی'' انہی سے پڑھنا شروع کی۔ وہ پنجابی میں ترجمہ کراتے اور فرمایا کرتے' تمہارے دادا کی امانت بلفظہ لوٹا رہا ہوں بڑی محنت سے پڑھاتے۔ ان کی ٹھیٹھ پنجابی کے الفاظ آج تک نقش برلوح دماغ ہیں۔

میرے والد مکرم اپنے گاؤں میں جلسے کرواتے اور علماء کو بُلاتے۔ مجھے اس طرح پیر ظہور شاہ بخاری جلال پوری مرحوم (مؤلف ظہور ہدایت' نور ہدایت وغیرہ) مولوی باری والے' بہت سے شیعہ اور وہابی علماء اور کئی نعت خواں حضرات (جنکے اسماء گرامی حافظے سے محو ہوگئے ہیں) کی زیارت اپنے گاؤں میں ہوئی۔ میں ان عظیم الشان جلسوں کا منظر آج تک چشم تصور میں زندہ رکھتا ہوں جن میں

Marfat.com
Marfat.com

دس دس میل سے لوگ چل کر جمع ہوتے تھے۔ یہ زمانہ شیعہ سنی مناظروں کا تھا اور علماء کرام ان موضوعات پر تقاریر کرتے۔ میرے والد بزگوار ان دنوں لاہور کے ایک عالم دین حضرت مولانا نبی بخش حلوائی کی ''تفسیر نبوی'' کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ان کی اعتقادی خدمات اور صحیح العقیدہ نگارشات کو بڑی عقیدت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ آپ نے مجھے ساتھ لیا اور ۱۹۳۷ء میں وارد لاہور ہوئے اور حضرت مولانا نبی بخش صاحب حلوائی کے درس میں داخلہ لے دیا۔ میرے ذہن میں حضرت مولانا حلوائی کی جو شخصیت تھی۔ وہ کتابی تھی۔ مگر میں نے دیکھا کہ وہ اپنی مسجد واقعہ کوتوالی بیرون دہلی دروازہ لاہور میں نماز جمعہ کے بعد بعض احباب کے حلقے میں بیٹھے ہیں۔

ململ کا کھلا کرتہ، سرخ رنگ کا دھاری دار لاچا (چادر) اور سر پر سفید لٹھے کی ٹوپی، سرخ حنائی داڑھی، مسجد کی چٹائیوں پر بیٹھے ہیں اور احباب اور شاگرد مسائل دینیہ پر استفسارات کر رہے ہیں۔ مجھے دیکھا تو اجازت داخلہ عطا فرما دی۔ میں ان دنوں نعت بھی سنایا کرتا تھا۔ آتے ہی جو ہدیہ پیش کر سکا وہ انہی کی ایک نعت تھی جو دیہاتی طرز پر سنائی، بہت خوش ہوئے۔ مجھے قرآن پڑھنے پر لگا دیا اور ساتھ ساتھ فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھنے لگا۔ کریما، نام حق، بدائع منظوم اور تحفہ نصائح پند نامہ پڑھتا گیا۔ پھر گلستان کا دیباچہ شروع کر دیا۔ اس مدرسہ میں ان دنوں تقریبا بیس طلبہ تھے۔ ابھی میں نے دیباچہ شروع ہی کیا تھا کہ ایک طالب علم غلام حسین اپنے والد صوفی محمد دین صاحب کے ساتھ رمداس ضلع گورداسپور سے حضرت لاثانی صاحب علی پوری کی سفارش سے داخل ہونے (یہ وہی غلام حسین تھے جو بعد میں صوفی غلام حسین گوجروی کے نام سے ایک شہرت یافتہ مقرر ہوئے) حضرت مولانا حلوائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طالب علم سے سابقہ تعلیم کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا ''نعت رسول'' پڑھتا ہوں۔ چنانچہ اسی وقت راقب قصوری کی ایک پنجابی

Marfat.com
Marfat.com

نعت سنانا شروع کر دی اور اس مدرسہ میں داخل ہو گئے۔ صوفی غلام حسین عمر میں مجھ سے چند سال بڑے تھے۔ وہ ابتدائی فارسی کتابیں پڑھ چکے تھے' گلستان شروع کی اور میرے ہم سبق بن گئے۔ وہ ذہین کم تھے مگر بلا کے محنتی۔ گلستان بوستان کے کئی کئی صفحات ازبر کر ڈالے' جملوں کے جملے نوک زبان پر۔ میں نے پاکستان بننے کے بعد جب ان کی زوردار تقریریں سنیں تو مجھے حسرت ہوئی کاش میں بھی گلستان بوستان حفظ کر لیتا۔ وہ مجمع عام میں پرشکوہ الفاظ کی بارش برساتے اور اہل ذوق سے داد تحسین پاتے۔ اسی دوران وہاں وقت کے ایک جید عالم دین بحرالعلوم درسیہ مولانا محمد مہرالدین مسجد میں تعلیم دینے کیلئے تشریف لاتے۔ ہم سارے طلباء ان سے پڑھتے۔ ہم لوگ صرف ونحو کی ابتدائی کتابوں میں تھے اور علم الصیغہ پڑھتے تھے تو دو اور طالب علموں (حافظ محمد عالم اور صاحبزادہ محمد اسلم علی پوری (یہ وہی حافظ محمد عالم صاحب ہیں جو فارغ التحصیل ہونے کے بعد سیالکوٹ میں جامعہ حنفیہ مسجد دوذروازہ کے بانی' مہتم اور ڈسٹرکٹ خطیب کہلائے) کا اضافہ ہوا۔ ۱۹۳۹ء میں مجھے ضلع بہاول نگر کے ایک مدرسہ تعلیم الاسلام واقعہ چک ۳۷ کی شہرت نے بڑا متاثر کیا۔ وہاں میرے تایازاد بھائی محمد اصغر فاروقی اور حکیم محمد اعظم فاروقی زیرتعلیم تھے۔ میں وہاں پہنچا۔ اس درس کی تعلیم نے مجھے سب کچھ بھلا کر تعلیم حاصل کرنے میں لگا دیا۔ یہ درس نوآبادی میں واقعہ تھا جو ہارون آباد اور چشتیاں کے درمیان ایک لق ودق علاقہ میں واقع تھی۔ اس کے بانی استاذی علامہ حضرت الحافظ غلام حسین صاحب بڑے لائق عالم دین تھے انہوں نے اس نوآباد علاقہ میں علم دین کی اشاعت کیلئے دن رات ایک کر دیا۔ نہر کے کنارے پر بڑی عظیم الشان عمارت بنائی۔ قابل اساتذہ کو معقول تنخواہ پر مقرر کیا۔ ان دنوں پانی پت کے قاری' ہندوستان کے مدارس کے قابل ترین مدرس اور معلم' اس مدرسہ میں تعلیم کیلئے قیام کرتے اور اپنی تمام شرائط کو منظور کروا لیتے۔ حافظ صاحب اپنے طلباء کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے جذبہ

Marfat.com
Marfat.com

میں قابل قدر اساتذہ کو منہ مانگی سہولتیں دیتے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک عالم دین نے منہ مانگی تنخواہ کے علاوہ یہ شرط رکھی کہ میں ہر روز ایک مرغی اور حلوہ کھایا کروں گا۔ حافظ صاحب نے بلا تامل یہ بات بھی قبول کر لی۔ اس مدرسہ میں ملک کے مایہ ناز خطیب سالانہ جلسہ پر آتے اور مدرسہ کے وسیع میدان میں علاقہ کے مسلمانوں کے بے پناہ ہجوم میں خطاب کرتے۔ مجھے اسی مدرسہ میں صاحبزادہ سید فیض الحسن آلو مہاری' قاضی احسان احمد شجاع آبادی' سید عطاءاللہ شاہ بخاری' شیخ الجامعہ غلام محمد گھوٹوی' حضرت محدث کچھوچھوی' مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں' مولانا غلام علی اوکاڑوی' مولوی امیر الدین جلال آبادی کی شعلہ بیانیاں سننے کا موقعہ ملا۔ مہتم مدرسہ کی یہ دلی خواہش ہوتی کہ ان کے طلباء ان مشاہیر وقت کا رنگ لے کر میدان تبلیغ میں نکلیں۔ اس مدرسہ کی خدمات نے سارے علاقہ کو متاثر کیا۔ ایک سو طالب علم وحافظان قرآن زیر تعلیم تھے۔ رات کو لوگ اپنے کھیتوں میں نہر کا پانی لگاتے تو حمد ونعت کے ترانے سنتے۔ نماز تہجد کا اتنا اہتمام ہوتا کہ سحری کے وقت قریب قریب کے دیہات سے عبادت گزار حضرات دارالعلوم میں نماز تہجد ادا کرنے آجاتے اور صبح کی نماز باجماعت ادا کرتے۔ درس سننے کے بعد کاروبار میں مصروف ہو جاتے۔ علاقہ کے مسلمانوں کے اندر اتنا جذبہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ علم دین کی خاطر ہر قربانی اور ایثار کیلئے تیار رہتے۔ ان کے بچے دولت علم سے آراستہ ہونے لگے۔ سینکڑوں حافظان قرآن بنے اور ہزاروں علم دین سے مالا مال ہوئے۔

اسی مدرسہ میں میرے چند ہم درس تھے جن میں حافظ محمد اقبال' حافظ محمد صدیق' حافظ محمد شفیع' مولانا محمد اصغر فاروقی' حافظ غلام غوث نے بڑا نام پایا۔ ہزاروں طلبا نے دولت علم سے دامن مراد بھرا۔ چونکہ میں ان دنوں نعت نوائی اور نعت خوانی میں سارے ضلع میں شہرت یافتہ تھا۔ بدیں وجہ مجھے مدرسہ تعلیم الاسلام کا ایک ہونہار طالب علم تصور کیا جانے لگا۔ میں تحصیل علم کے جنون میں صبح وشام

Marfat.com
Marfat.com

مصروف مطالعہ رہتا۔ مجالس میں نعت پڑھتا' جلسوں میں تقاریر کرتا اور انتظامی امور میں ہاتھ بٹاتا۔ اس مدرسہ میں مجھے گلستان سعدی سے لے کر سکندر نامہ نظامی تک کا گہرا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا۔ عربی علوم پر مختلف اساتذہ سے استفادہ کرتا گیا۔ منشی فاضل کے امتحان کیلئے لاہور آیا۔ سب سے بڑھ کر مجھے ذوق تعلیم کا جو جذبہ ملا وہ میری زندگی کی تمام کامرانیوں کی بنیاد بنا۔ ضلع بہاول نگر میں مدرسہ تعلیم الاسلام کی شہرت کے ساتھ ساتھ خوش آوازی کی وجہ سے حافظ محمد اقبال اور میری شہرت بھی پھیلتی گئی اور ہم دونوں دینی جلسوں کی جان ہوتے۔ لوگ نعت سننے کیلئے دور دور سے آتے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر دیدہ ودل فرش راہ کرتے۔ اسی اثنا میں لاہور آیا آقائے بیدار بخت کے شبینہ مدرسہ ''دارالعلوم السنتہ الشرقیہ'' عقب مزار شاہ محمد غوث میں نصابی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ۱۹۴۴ء میں فاضل فارسی کا امتحان پاس کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت مولانا نبی بخش حلوائی کے ایک نامور شاگرد' مرید اور جانشین حضرت مولانا باغ علی نسیم' مدرسہ اور مسجد کے انتظامات کی نگرانی کر رہے تھے۔ انہوں نے میری حوصلہ افزائی کی اور تعلیم جاری رکھنے میں بڑا زبردست تعاون کیا۔ فاضل فارسی کے امتحان میں کامیابی کے بعد مجھے امتحانات پاس کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء میں میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کرلیا۔ دو سال بعد ایف اے اور پھر ۱۹۵۲ء میں بی اے کرلیا۔ ان امتحانات کے دوران مجھے ایک عالم دین نے اپنی مسجد میں صبح کی امامت کیلئے مقرر کیا۔ میں خوش آواز تھا' قاری حضرات کی مجالس میں بیٹھ کر آواز درست کی ہوئی تھی۔ شوق وذوق کی دولت تھی۔ بڑے پرسوز انداز میں قرآن کریم پڑھتا۔ نمازیوں نے اصرار کیا کہ صبح کی نماز میں ہی پڑھایا کروں۔ مجھے نماز میں کئی کئی رکوع خوش آوازی سے سنانے کا موقعہ ملتا۔ اہل ذوق نمازی اذان کے ساتھ ہی مسجد میں آجاتے اور ساری مسجد بھر جاتی۔ مجھے یاد ہے کہ کچھ عرصہ تک یکی

Marfat.com
Marfat.com

دروازے کے باہر ایک مسجد میں ان لوگوں کو قرآن پاک سناتا جو علی الصباح گنجان شہر سے سیر کیلئے آتے۔ میرا یہ حلقہ روز بروز بڑھتا گیا اور لوگوں کے تعریفی جملے میری حوصلہ افزائی کرتے۔ یہ میرا طالب علمی کا زمانہ تھا۔ لاہور کے سیاسی اور مذہبی جلسوں میں برصغیر کے شعلہ بیان مقررین آتے اور حد نگاہ تک پھیلتے ہوئے مجمع کے سامنے تقاریر کرتے۔ ان کے اس اعزاز اور کامیابی پر مجھے بڑا رشک آتا۔ میں دعا کرتا کاش مجھے بھی یہ قوت گویائی ملے اور میں بھی خدمت دین کرسکوں۔ انجمن مرکزی حزب الاحناف لاہور کے سالانہ جلسے جو مسجد وزیر خاں میں ہوتے تھے' علماء اہلسنّت کے خطابات سے زندہ ہوجاتے۔ مسجد کا صحن لبالب بھرا ہوتا۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی' شیخ الحدیث مولانا سردار احمد لائلپوری حضرت محدث کچھوچھوی' مولانا قطب الدین جھنگوی' مولانا پیر ولایت شاہ گجراتی حضرت سید جماعت علی شاہ علی پوری' مولانا عبدالغفور ہزاروی مرحوم' مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری' مولانا حشمت علی مرحوم' مولانا محمد یوسف سیالکوٹی مرحوم' مولانا محمد بشیر سیالکوٹی' مولانا غلام الدین مرحوم (انجن شیڈ) مولوی حافظ محمد مظہر الدین' صدرالشریعۃ مولانا حامد رضا خاں بریلوی اور دوسرے زعماء تقریریں کرتے۔ مسجد وزیر خاں کے جلسے دیدنی اور تقاریر شیندنی ہوتی تھیں۔ علماء کا جلسہ گاہ میں داخل ہونا ایک ایمان افروز منظر ہوتا تھا۔ پھر وسیع سٹیج جس پر کم وبیش تین سو علماء تشریف فرما ہوتے۔ علماء دین کی عظمت کی بڑی حوصلہ افزا تصویر ہوتی۔ بیگم شاہی مسجد میں سال میں ایک بار مولانا محمد یار صاحب فریدی بہاولپوری اپنے مخصوص انداز میں تقریر کرتے۔ رومی کے اشعار کی شرح کرتے اور اس وجد آفرینی سے خطاب کرتے کہ حاضرین پر جادو کردیتے۔ مجھے ان کی تقاریر نے خاص طور پر متاثر کیا اور تقریر کرنے کا ولولہ دیا۔ دینی جلسوں سے ہٹ کر سیاسی پنڈالوں میں مولانا ظفر علی خاں' مولانا سید عطاءاللہ شاہ بخاری' شیخ حسام الدین' مولوی محمد علی

Marfat.com
Marfat.com

جالندھری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی (م ۱۹۶۳ء) مولانا مظہر علی اظہر صاحبزادہ سید فیض الحسن صاحب، آغا شورش کاشمیری کی تقاریر نے میرے اس ذہن پر خاص اثر ڈالا جو تقریر و خطاب کے ابتدائی دور سے گزر رہا تھا۔ میں نے علامہ عنایت اللہ خاں المشرقی کی تقاریر سنیں۔ مجھے مولانا ابوالکلام آزاد کی تقاریر سننے کا موقعہ ملا۔ مجھے مولوی حسین احمد مدنی اور مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے انداز خطابت پر سوچنے کا پورا پورا وقت ملا۔ پاکستان کی تشکیل کے کچھ عرصہ پیشتر مجھے حضرت قائداعظم محمد علی جناح، مولانا شبیر احمد عثمانی، خان لیاقت علی خاں عبدالرب نشتر اور مسلم لیگ کے دوسرے زعماء کی تقاریر نے بے حد متاثر کیا۔

ان دنوں مجھے ذوق مطالعہ کتب نے تو تباہ کر دیا۔ میں عشاء کی نماز پڑھ کر بیٹھتا تو مختلف کتابوں کے مطالعہ میں غرق ہوتا۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ صبح کا موذن اذان دیتا تو مجھے دھوکا ہوتا کہ کسی نے غلطی سے دوبارہ عشاء کی اذان دے دی ہے۔ اس عرصہ میں مجھے بہت سی کتابوں کے اوراق سے گزرنے کا موقعہ ملا۔ شبلی نعمانی کی سیرت النبی سے لے کر داستان امیر حمزہ اور فسانہ آزاد تک پڑھ گیا۔ پکی روٹی سے لے کر پیراں دتہ کی ''سب توں وڈی تے باتصویر ہیر'' پڑھتا گیا روزنامے ہفت روزے اور ماہ نامے رسالے میرے مطالعہ کی زد میں ہوتے۔ اس سلسلہ میں ترقی پسند ادب ہو یا میرامن دہلوی کا اردو، میری نظر سے بچ کر نہ جاتا

نگاہ کے تیر سے گر بچ گیا شکار کوئی
تو بڑھ کے زلف نے اس کو اسیر دام کیا

کسب علم کے جنون نے اب مطالعہ سے ہٹا کر مجھے کتابت سیکھنے پر آمادہ کیا۔ اس وقت کے مایۂ ناز خطاط مولانا عبدالرشید عادل گڑھی جو قرآن پاک کی کتابت کیا کرتے تھے کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا۔ مولانا ان دنوں فیروز سنز کا قرآن پاک جلی قلم سے لکھ رہے تھے۔ وہ لکھتے لکھتے تھک جاتے تو بڑے ترنم

Marfat.com
Marfat.com

سے اساتذہ کے فارسی اور عربی اشعار پڑھتے۔ میں مشق حروف کرتے کرتے وہ شعر یاد کرلیتا یا لکھ لیتا۔ مجھے اس طرح اساتذہ کے اشعار کا ایک ذخیرہ ازبر ہوگیا۔ مجالس میں گفتگو کرتے وقت یا تقاریر کے دوران یہ اشعار کام آتے۔ مولانا عبدالرشید عادل گڑھی خود بھی شعر کہتے اور خوب کہتے۔ ایک بار سخت بیمار ہوگئے۔ علاج کارگر نہ ہوئے۔ ان دنوں مستی دروازے کے باہر حکیم نیر واسطی پنجاب بھر کے بیماروں کی آخری امید تھے۔ مولانا نے حکیم صاحب کے پاس کئی بار پیغام بھیجے مگر وہ عدیم الفرصت تھے نہ آئے۔ ایک دن فارسی میں ایک مرصع قصیدہ کہا اور اپنے ایک شاگرد سے خوشخط لکھوا کر مجھے کہا کہ استاذ الحکماء حکیم نیر واسطی کی خدمت میں لے جاؤ اور انہیں خوش آوازی میں سناؤ۔ میں حاضر ہوا۔ حکیم صاحب کے اردگرد بیماروں کا جمگھٹا تھا' میں نے خوش آوازی سے ابھی قصیدے کا مطلع ہی پڑھا تھا کہ حکیم صاحب کے شعری ذوق نے انہیں تڑپا دیا۔ وہ اٹھے اور فرمانے لگے: چلو مریض کو دیکھ آئیں۔ مطلع مجھے ابھی تک یاد ہے۔

آفتابی ماہتابی یا کہ "نیّر واسطی"
بہر بیمار ان خود دست مسیحا یافتی

مجھے کتابت کی ابتدائی مشقیں کرانے کے بعد استاد محترم نے پارۂ قرآن لکھنے پر تیار کرلیا اور میرا قلم کتابت کی منزلوں سے گزرتا گیا۔ میں دن رات کتابت کرتا' خوب پیسے کماتا' آخر تھک گیا اور کتابت چھوڑ دی

محبت ترک کی میں نے گریباں سی لیا میں نے

فاضل فارسی اور عربی کی کتابوں کے مطالعہ نے مجھے ان طلباء میں امتیازی مقام دے دیا تھا جو فاضل فارسی فاضل اردو اور فاضل عربی کے امتحانات کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ میں نے ان طلباء کے اصرار پر نیلا گنبد میں ایک مکتب قائم کیا جہاں فاضل فارسی کی تدریس کا اہتمام کیا اور دوسرے اساتذہ سے مل کر

Marfat.com
Marfat.com

شبینہ کلاسوں کا آغاز کیا۔ اس درس گاہ میں دور دور سے طلباء آتے' مجھے ایک شفیق استاد پا کر فارسی و عربی پڑھتے۔ مجھے ان دو تین سالوں کی تدریس کا یہ فائدہ ہوا کہ ایک طرف تو نصابی کتابیں ازبر ہو گئیں دوسری طرف لاہور کے بہت سے حلقوں میں میرے شاگرد پھیلتے گئے۔

یہ زمانہ لاہور کی سیاسی زندگی کا عروجی دور تھا۔ ہر طرف جلسے اور معرکہ آراء اجتماعات ہوتے۔ ہندوستان بھر کے شعلہ بار خطیب اور مایہ ناز سیاست دان آتے اور لاہور کی سیاسی فضا کو ہموار کرتے۔ مجھے ان جلسوں میں جانے کا اتنا چسکا تھا کہ کئی کئی میل تک سفر کرنے سے بھی گریز نہ کرتا۔ مسلم لیگ اور کانگریس آہستہ آہستہ مسلمان و ہندو پلیٹ فارم میں تقسیم ہوتی جا رہی تھیں۔ کانگریس کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں دیوبندی علماء کو قابو کرنے کا موقعہ مل گیا۔ انہوں نے ان علماء کی صلاحیتوں سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ مسلمانوں کو مسلم لیگ سے متنفر کرنے کیلئے احرار جمعیتہ العلماء ہند اور دیوبندی کے علم اور بیان نے کانگریس کیلئے بڑا کام کیا۔ اس عرصہ میں علماء اہلسنّت اور مشائخ نے خانقاہوں سے نکل کر مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کی۔ وہ اپنے شاگردوں اور مریدوں کے حلقوں میں پہنچے اور احرار اور جمعیتہ العلماء کی ہندونوازی کے دام کو پارہ پارہ کر دیا۔ ان حضرات میں سے پیر سید حافظ جماعت علی شاہ علی پوری' پیر آف مانکی شریف' پیر صاحب زکوڑی شریف' پیرانِ تونسہ اور سیال شریف اور ان کے روحانی خانوادے' گولڑہ شریف اور چورہ شریف کی بارگاہیں' شرقپور شریف اور بیربل شریف کے صاحبزادے میدان عمل میں نکل آئے۔ دیوبندی علماء اور احراری لیڈروں کے پاؤں پھسلنے لگے۔ وہ کانگریس کی حمایت میں کھلے تھے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ ان دنوں سنی علماء کرام میں سے مثلاً ناعبدالغفور ہزاروی' مولانا محمد یوسف سیالکوٹی علامہ ابوالحسنات قادری' مولینا ابو برکات قادری دامت برکاتہ' مرزا عبدالحمید

Marfat.com
Marfat.com

(آسٹریلیا مسجد) مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں' علامہ علاؤالدین صدیقی سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی (ان دنوں مسجد شاہ چراغ ہائی کورٹ کے خطیب تھے) مولانا غلام دین صاحب (انجن شیڈ) کے علاوہ بے شمار علماء اہلسنّت نے نظریہ پاکستان کی ترجمانی کی۔ لاہور میں سب سے بڑا مرکز لوہاری دروازے کے باہر باغ میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی (اب یہاں مسلم مسجد کی پرشکوہ عمارت ہے) جہاں مولانا محمد بخش مسلم بی اے پاکستان کے قیام کے حق میں تقاریر کرتے۔ آپ کی تقاریر میں ادبی چاشنی انگریزی کے برجستہ فقرے اور پھر سیاسیات حاضرہ پر دلچسپ تبصرہ ہوتا اس لئے نوجوان طبقہ اور خصوصاً کالج کے طلباء بڑی تعداد میں پہنچتے۔ باغ بھر جاتا۔ آپ کی خوش الحانی سے راہ جاتے لوگ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ ان علماء اہلسنّت کے علاوہ برصغیر کے دوسرے علماء اہلسنّت نے بھی تحریک پاکستان میں بڑا حصہ لیا۔ وہ ہر قصبہ اور ہر گاؤں پہنچتے اور کانگرسی علماء اور احراری مقررین کے اثرات کو زائل کر دیتے۔

۱۹۴۷ء میں ملک تقسیم ہوا تو میں لاہور میں تھا۔ لاہور خالی ہوتے بھی دیکھا' جلتے بھی' اور گلی کوچوں میں تڑپتے لاشے بھی دیکھے۔ ان دنوں میرا قیام اکثر اوقات قاری حافظ صدرالدین صاحب کی مسجد تاج دین مرحوم (نزد مسجد وزیر خاں) میں ہوتا تھا۔ حافظ صدرالدین صاحب نابینا تھے مگر بڑے ذہین اور محنتی۔ وہ قرآن پاک کے علاوہ طلباء کو انگریزی' فارسی اور دیگر نصابی کتابیں پڑھاتے۔ بجلی کا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے۔ ریڈیو (ٹرانسسٹر) خود تیار کرتے۔ خودداری اور صبر وتحمل سے وقت گزارتے۔ وہ اپنی معذوری کے باوجود دوستوں سے مروت سے پیش آتے۔ شاگردوں سے شفقت اور محنت کرتے اور مخلصین کا بڑا احترام کرتے۔ لاہور میں سینکڑوں طلباء ان کے درس سے حافظ اور قاری ہو کر نکلے۔

قیام پاکستان کے بعد لاہور کی علمی دنیا میں زبردست انقلاب رونما ہوا۔

Marfat.com
Marfat.com

ہندوستان کے مختلف شہروں سے علماء کرام' شعراء' ادیب اور قاری پاکستان میں آ بسے۔ بعض نے لاہور کو اپنا مسکن بنا لیا اور اس طرح میرے حلقہ احباب میں ان اہل علم کا بھی اضافہ ہو گیا جن کی مجھے صرف نام ہی سے واقفیت تھی۔ بعض نے مساجد میں نئے انداز سے خطبے دینا شروع کئے اور بعض نے مدارس قائم کئے۔ ان دنوں حضرت مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی بریلی سے آئے اور حضرت داتا گنج بخش کے دربار میں ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام ''جامعہ گنج بخش'' رکھا۔ اس میں ابتدائی طلباء داخل ہوئے۔ اس مدرسہ کے قیام میں حضرت پیر سید محمد معصوم شاہ نوری مالک نوری کتب خانہ نے دل کھول کر امداد دی۔ حضرت مفتی اعجاز ولی خاں رضوی رحمۃ اللہ علیہ صبح کو داتا صاحب کی مسجد میں درس قرآن دیتے اور دن کو طلباء کو پڑھاتے۔ اس مدرسہ نے آہستہ آہستہ اپنا نام پیدا کر لیا۔ آپ نے یہاں سے ایک ماہنامہ رسالہ ''گنج بخش'' جاری کیا جو کچھ عرصہ چل کر دم توڑ گیا۔ ان دنوں مجھے تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ فکر معاش نے آ دبوچا۔ مین ایک طرف تو اپنے مستقبل کو علم کی ضیا سے روشن کرنے کا آرزومند تھا' دوسری طرف اپنے معاشی حالات کی بہتری کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ چنانچہ مجھے ملازمت کیلئے مختلف دفاتر میں درخواستیں دینا پڑیں۔ لطف کی بات ہے کہ جس دفتر میں بھی انٹرویو کیلئے جاتا چند دن بعد منظوری کے کاغذات آ جاتے۔ اب میں مختلف دفاتر کی ملازمتوں کی منظوریاں سامنے رکھ کر دوستوں سے مشورے کرتا کہ کون سا محکمہ ملازمت کیلئے اختیار کروں۔ مجھے ان دنوں سرکاری محکموں کی اہمیت کا علم نہ تھا تاہم احباب کے کہنے پر ایک محکمہ کو اپنا لیا اور کام کرنے لگا۔ تنخواہ ملتی' گزر اوقات کر لیتا۔ شہر کی گنجان آبادی سے نکل کر مجھے شاد باغ میں اپنا مکان مل گیا اور میں بڑے سکون کے ساتھ رہنے لگا۔ صبح دفتر جاتا' شام تک اہل علم کے پاس بیٹھتا۔ شام سے دس بجے تک شبینہ کالجوں میں پڑھاتا اور رات گئے تک مطالعہ کتب میں غرق رہتا۔

Marfat.com
Marfat.com

قیام پاکستان کے بعد سنی علماء کرام کا ایک طبقہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے جدوجہد میں مصروف ہوگیا۔ دیوبندی علماء احرار کے مقررین اور کانگریس نواز علماء تو قیام پاکستان کے خلاف کام کرتے رہے تھے۔ وہ کچھ عرصہ تک دینی قیادت سے یکسر محروم ہو چکے تھے۔ وہ جہاں کہیں بھی آباد ہوتے بڑی ندامت کے ساتھ وقت گزارتے۔ بعض تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے سیاست سے علیحدہ ہوگئے۔ بعض خاموش ہوئے' بعض نے ہمت کرکے پاکستان کے حق میں تقاریر کرنا شروع کردیں۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی پاکستان کے بدترین مخالفوں میں سے تھے' لاہور میں آئے تو مولانا احمد علی صاحب لاہوری کی مسجد شیرانوالہ میں مقیم ہوئے مگر کچھ عرصہ بعد واپس ہندوستان چلے گئے۔ سنی علماء نے قرارداد مقاصد کیلئے خان لیاقت علی خاں وزیراعظم کو آمادہ کیا۔ ادھر کشمیر کی جنگ چھڑنے سے بہت سے علماء جہاد کشمیر میں شریک ہونے لگے۔ انہوں نے جمعیۃ العلماء پاکستان کی تنظیم قائم کی اور غازی کشمیر مولانا ابوالحسنات کی قیادت میں کام کرنے لگے۔ اس سلسلہ میں مولانا غلام محمد حسین نقشبندی اور مولانا اکرام حسین مجددی جہاد پر تقریریں کرتے۔ غازیان کشمیر کیلئے چندہ جمع کرتے اور خود محاذ پر جاکر تقسیم کرتے۔ مجھے ان دنوں شریعت کانفرنس کی تیاری میں پہلی بار علماء اہلسنّت سے مل کر کام کرنا پڑا۔ ہم دن رات کام کرتے۔ قراردادیں' جلسے اور پھر کتابچے چھپوانے میں مصروف رہتے۔

ان دنوں مجھے تقریر کرنے کا شوق دامن گیر ہوا۔ میں اکثر علماء کی سٹیج پر کھڑا چند منٹ کیلئے حاضرین کو مخاطب کرتا اور پھر حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی کی مسجد کوتوالی میں جمعہ کی نماز سے پہلے خطبہ دینے لگا۔ مجھے یاد ہے کہ پہلے جمعہ پر میرے مخاطبین کی تعداد صرف بیس تھی' مگر اس تعداد میں ہر جمعہ اضافہ ہوتا گیا۔ بعض نوجوان میری تقریر کو پسند کرتے بعض افراد حوصلہ افزائی کرتے۔ اگر میں

Marfat.com
Marfat.com

بددل ہوکر تقریر نہ کرتا تو مجھے بعض احباب پکڑ کر تقریر کراتے۔ سامعین میں اضافہ ہوتے دیکھ کر میرے اندر یہ احساس پیدا ہوا کہ لوگ میری تقریر پسند کرتے ہیں لہٰذا مجھے تقریر کرنا چاہیے۔ میں علی الصباح دریائے راوی کے کنارے پر چلا جاتا اور تن تنہا دل کھول کر تقریر کرتا' شعر پڑھتا اور مختلف موضوعات پر غور کرتا۔ جس موضوع پر تقریر کرنا ہوتی اس پر کئی کتابیں دیکھتا۔ آواز کے اتار چڑھاؤ میں ان مقررین کے اسلوب بیان کو ذہن میں رکھتا جن کی تقریر نے مجھے متاثر کیا تھا۔ میں اپنے اس شوق پر بڑھتا چلا گیا حتیٰ کہ مسجد بھری جانے لگی۔ میں تقریر میں کھلتا گیا۔ کچھ عرصہ تک رک کر بغیر لاؤڈ اسپیکر کے تقریر کرتا رہا۔ اب مسجد میں لاؤڈ اسپیکر نصب ہوگیا۔ میں دوران تقریر مثنوی مولانا روم کے اشعار ایک للکار سے سناتا تو سڑک پر چلتے چلتے لوگ رُک جاتے۔ میری تقریر سنتے رہتے۔ سامعین کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا تو مسجد کی چھت مسجد کے سامنے کا میدان اور پھر کوتوالی کا باغ بھرا جانے لگا۔ لوگ دوسری مساجد سے نماز جمعہ پڑھ کر آتے تو میری تقریر سننے کیلئے فٹ پاتھ پر کھڑے ہوجاتے۔ دینی مدارس کے طلباء میری تقریر سے نوٹ لینے لگے۔ علماء مجھے تعریفی کلمات سے نوازنے لگے۔ میں دفتروں میں جاتا تو میرے سامعین دوڑ کر ملتے۔ مارکیٹ میں جاتا تو دکاندار بڑھ کر احترام کرتے۔ سفر کرتا تو لوگ احترام میں کھڑے ہوجاتے۔

انہی ایام میں مولانا مفتی محمد حسین نعیمی دامت برکاتہٗ سے تعارف ہوا۔ آپ غالباً ان دنوں مدرسہ نعمانیہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ وہ بڑے محنتی اور مستعد نوجوان عالم دین تھے۔ مجھے حوصلہ افزا کلمات سے نوازتے۔ ہم لوگ اکثر مولانا ابوالحسنات کا ہفت روزہ درس سننے چوک دالگراں جاتے' وہاں بہت سے احباب اور اہل علم سے ملاقات ہوتی۔ چوک دالگراں کے پاس ہی ''مقبول عام پریس'' میں مولانا ابوالحسنات بیٹھتے۔ پریس کے مالک میاں محمد شریف' میاں حاجی احمد دین مرحوم

Marfat.com
Marfat.com

بڑے نیک لوگ تھے۔ علماء کا احترام کرتے' خاطر ومدارات کرتے اور کارخیر میں بڑا حصہ لیتے۔ مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کے ساتھ مجھے بھی وہاں چند لمحے بیٹھنے کا موقعہ ملتا اور میں اس حلقے میں متعارف ہوتا گیا۔ ان دنوں مقبول عام پریس میں قرآن کی طباعت کیساتھ ساتھ روزنامہ ''نوائے پاکستان'' چھپا کرتا تھا۔ میاں محمد شریف صاحب اس کے ناشر ہی نہ تھے مالک بھی تھے۔ ان دنوں اخبار کو جناب مجاہد الحسینی اور مولانا مرتضیٰ احمد خاں مکیش ایڈٹ کرتے تھے۔ حاجی عطا محمد چشتی المعروف حاجی لق لق مطائبات لکھتے۔ احرار کے لیڈر مکالمے لکھتے۔ میں اگرچہ نظریاتی طور پر احراری لیڈروں اور دیوبندی علما کے ساتھ نہ چل سکتا تھا مگر ایک دوست ہونے کی حیثیت سے میاں محمد شریف کی مجلس میں مولانا احمد علی لاہوری مولانا محمد علی جالندھری' مولانا عبدالمجید سوہدروی (داماد مولانا احمد علی لاہوری) ماسٹر تاج الدین انصاری اور دوسرے دیوبندی حضرات سے تعارف کا موقعہ ملا۔ میاں محمد شریف صاحب بڑے سادہ لوح آدمی تھے۔ میں دیکھتا کہ احراری بزرگوں نے جب مرغ کھانے ہوتے تو علیحدگی میں چند لمحے سرگوشیاں کرتے اور پھر میاں صاحب کے کمرے میں جا کر اخبار کی پہلی سرخی کی تعریف کرتے۔ دوسرے صاحب سرخی لکھنے والے کے کمال کی داد دیتے اور تیسرے صاحب مسرغی کے پاکستان بھر میں اثرات پر زوردار بیان دیتے۔ اس تمہید کا چونکہ مجھے پہلے ہی علم ہوتا تھا اس لئے کچھ تعجب نہ ہوتا ایک اور صاحب بڑھتے میاں صاحب کی تعریف یوں کرتے کہ یہ سارا کریڈٹ تو مالک اخبار کو جاتا ہے کیوں نہ اس سرخی پر مرغا اڑے۔ چنانچہ ایک مرغا کیا دسترخوان پر درجنوں مرغے بے بال وپر نظر آتے۔ ان حالات میں اخبار تو کیا اخبار والے کا بھی دیوالیہ نکل گیا۔ میاں محمد شریف لاکھوں روپے سے ہاتھ دھو کر اخبار کے بل اور دیگر لوازمات کے بوجھ کے نیچے دب گئے۔ ''مقبول عام پریس'' سے نوائے پاکستان کی بندش کے ساتھ ساتھ علماء احرار ودیوبند کا آنا جانا کم ہوتا گیا۔

Marfat.com
Marfat.com

اب سنی علماء پریس میں آتے۔ یہاں مولانا محمد بخش مسلم بی اے سے تعارف ہوا۔ وہ ایک عرصہ تک لاہور میں خطابت کے جوہر دکھا رہے تھے۔ میں ان کی سیاسی اور علمی بصیرت کا بڑا معترف تھا۔ وہ نظریہ پاکستان پر بڑی زوردار تقاریر کرتے کالجوں اور بیرونی مہمانوں کی آمد پر سرکاری تقاریب میں برجستہ تقاریر کرتے۔ میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ، نواب آف ممدوٹ سردار شوکت حیات خاں اور راجہ غضنفر علی خاں انہیں اپنے پاس بلاتے اور تحریک پاکستان کا ایک خوش بیان خطیب ہونے کی وجہ سے احترام کرتے۔ میں نے ان مجالس میں ان سے بہت کچھ سیکھا۔ وہ ایک دن بیان کر رہے تھے کہ دہلی دروازے کے باہر ایک مسجد میں جمعہ کے روز ایک نوجوان طالب علم تقریر کرتا ہے لوگ اس کی بڑی تعریف کرتے ہیں کہ وہ اندازنو میں سوچتا ہے جا کر سنو کون ہے جب انہیں پتہ چلا کہ وہ میں ہی ہوں تو بڑے خوش ہوئے۔ بڑی حوصلہ افزائی کی اور بڑے مفید مشورے دیے۔

اسی مجلس میں صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری سے ملاقاتیں ہوتی تھیں پھر دوستی ہوئی۔ اگرچہ میں دونوں صاحبزادگان (میاں غلام احمد صاحب اور میاں جمیل احمد صاحب) کو طالب علمی کے زمانے سے جانتا تھا مگر صاحبزادہ میاں جمیل احمد ایک نوخیز پیر کی حیثیت سے شرقپور کی سجادگی پر جلوہ افروز ہوئے۔ لوگ آ کر مرید ہوتے اور یہ مجلس احراری لیڈروں کے برعکس ایک مجلس تصوف میں بدلتی رہی جہاں علماء اہلسنّت آتے، ذکر و نعت کی مجلس ہوتی۔ بزرگان دین کے واقعات بیان کئے جاتے اور جب ہر طرف خاموشی ہوتی تو سلسلہ نقشبندیہ کے عقیدت مند مراقبے میں نظر آتے۔ میاں جمیل احمد صاحب بڑے دریادل صاحبزادے تھے۔ ہاتھ کھلا مہمان نوازی دوست نوازی اور پھر مرید نوازی کے سارے مراحل سے گزرتے اور بڑی خوبی سے گزرتے۔ انہی مجالس میں مولانا خلیل احمد قادری مولانا غلام دین، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہم

Marfat.com
Marfat.com

حافظ خادم حسین نقشبندی تشریف لاتے اور علمی گفتگو ہوتی۔

تحریک ختم نبوت کے آغاز تک مجھے علماء اہلسنّت کے حلقے میں ایک خاصا مقام حاصل ہو چکا تھا میں اہلسنّت کی انتظامی مجالس میں شرکت کرتا اور میری رائے کو وزن دیا جاتا۔ میں ان دنوں اس تحریک کے ان خفیہ رہنماؤں سے رابطہ رکھتا جو زیر زمین کام کر رہے تھے۔ تحریک کے لیڈروں کی گرفتاری کے بعد عوام پنجاب بھر کے شہروں سے لاہور جمع ہونے لگے۔ ان کے ساتھ مختلف علماء بھی آنے لگے اور جلسہ گاہوں میں تقریریں کرتے۔ مولانا محمد یوسف سیالکوٹی مرحوم ان دنوں سیالکوٹ سے چل کر لاہور آئے تقریریں کیں اور چند دن میرے پاس رہے اور بعض مقامات پر پُر جوش تقاریر کرنے کے بعد روپوش ہو گئے پولیس کی تلاش کی وجہ سے وہ زیر زمین کام کرتے رہے۔ مارشل لا کے نفاذ کے بعد لاہور کو چھوڑ کر پیدل دریائے راوی عبور کر کے ویران آباد دیہات کی طرف نکل گئے۔ پولیس اور فوج ان کی تلاش میں ماری ماری پھرتی۔ ان دنوں مولانا عبدالستار خاں صاحب نیازی ایم پی اے، مسجد وزیر خاں لاہور میں تحریک کے سربراہ بنے۔ بہت سے علماء گرفتار کر لئے گئے تھے۔ بعض زیر زمین چلے گئے مگر نیازی صاحب شہریوں اور لاہور پہنچنے والے پر جوش وفود کو مربوط کرنے کیلئے مسجد وزیر خاں کے مرکز میں آ پہنچے۔

نیازی صاحب نے ان دنوں ایسی ولولہ انگیز اور شعلہ بار تقریریں کیں کہ میں ساری زندگی نہیں بھول سکا۔ انہوں نے پولیس اور فوج کے ظلم و ستم سے نڈھال لوگوں کو اپنی پر جوش تقریروں سے نئی زندگی بخشی۔ اندرون شہر سے پولیس کی اتھارٹی کو ختم کر دیا۔ مسجد وزیر خاں تک پولیس کا پہنچنا مشکل ہو گیا۔ شہر کے باہر پولیس گولی چلانے کے نفرت آمیز کردار سے بڑی بدنام ہو چکی تھی۔ چنانچہ شہر کے اندر جو سپاہی بھی دکھائی دیتا لوگ اس کی وردی پھاڑ دیتے۔ مختلف علماء کی گرفتاریوں اور جلوسوں پر گولیاں چلانے کے بعد جب فردوس شاہ ڈی ایس پی کی

Marfat.com
Marfat.com

مولانا نیازی صاحب کی گرفتاری کیلئے مسجد وزیر خاں کی طرف بڑھے تو ایک پُر جوش ہجوم نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ میں اس منظر کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ جب فردوس کی بے گور و کفن لاش کو توالی کے نل کے پاس پڑی ہوئی تھی اور ماشکی اس پر پانی ڈال رہا تھا۔ اس کے تھانے کے اپنے سپاہی بھی اس لئے نزدیک نہ جاتے تھے کہ یہ ختم نبوت کے مجاہد کو گرفتار کرنے نکلا تھا۔

مولانا نیازی سے مسجد وزیر خاں میں میری ملاقاتیں زیادہ ہونے لگیں۔ تو۔ میں شہر کے نوجوانوں کے وفود لے کر جاتا۔ شہر کے حالات پر تبصرہ کرتا اور نیازی صاحب سے ہدایات لے کر علماء تک پہنچاتا۔ نیازی صاحب ان دنوں جان ہتھیلی پر رکھے' دن رات کام کرتے تھے۔ کچھ دنوں بعد شہر فوج کے حوالے کر دیا گیا۔ جنرل اعظم خاں مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بن کر یکم اکتوبر ۱۹۵۲ء کو لاہور پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے لاہور کے گلی کوچوں کو ختم نبوت کے پروانوں کو جس بے دردی سے چن چن کر قتل کروایا وہ ان کی فوجی زندگی کا بدترین کارنامہ ہے۔ وہ سیاست میں آئے تو اس کارنامے نے انہیں کبھی اُبھرنے نہ دیا۔ اس کی فوجی عدالتوں نے علماء' طلباء' فقراء اور مشائخ کو تختہ دار و رسن کی ساری مصیبتوں سے گزرنے پر مجبور کیا اور ان کے فوجی عدالتوں نے دیوانوں اور مجذوبوں کو بھی اللہ اکبر کہنے پر چودہ چودہ سال کی سزا سنا دی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک رات ایک بے پناہ ہجوم ریلوے اسٹیشن سے بڑھتا ہوا وزیر خاں کی مسجد میں جانے کیلئے آگے بڑھا۔ یہ سارے لوگ دیہات سے آئے تھے اور تحریک کے مرکز تک پہنچنے کیلئے آگے بڑھ رہے تھے۔ آدھی رات کے وقت دہلی دروازے کے چوک کے باہر ان پر اس قدر گولیاں برسائی گئیں کہ شاید ۱۹۴۷ء کے فسادات میں بھی نہ برسی ہوں گی۔ میں کوتوالی کے پاس ہی رہتا تھا۔ نماز کے بعد اس چوک میں پہنچا۔ سنسان اور ویران پڑا تھا کارپوریشن اور ملٹری کی موٹریں سڑکیں دھونے میں مصروف تھیں لیکن بایں

Marfat.com
Marfat.com

ہمہ اردگرد کے بازاروں پر شہدا کے گوشت کے چیتھڑے نظر آتے تھے۔ یہ سیاہ رات اپنے دامن میں شہدا کی نعشوں کے انبار لے کر گزر گئی مگر مارشل لا کی شدت کے نقوش جس رنگینی سے ثبت ہوئے اس کا نکھار ۱۹۷۴ء میں آ کر ظاہر ہوا۔ اس تحریک کیلئے علماء اہلسنّت نے لگاتار جدوجہد کی تھی۔ آخر مرزائیت اقلیت قرار دے دی گئی۔

تحریک ختم نبوت کے دوران مجھے ایک جلسہ گاہ میں قابل اعتراض تقریر کرنے پر پنجاب پولیس نے گرفتار کرنا چاہا مگر میں محکمہ دفاع کا مستقل ملازم تھا۔ پنجاب پولیس نے جنرل ہیڈ کوارٹر راولپنڈی میں رپورٹ بھیجی مجھے ایک انکواری کمیٹی کے سامنے پیش ہونا پڑا اور اراکین کمیٹی کو علم تھا کہ میں کتنا خطرناک ہوں۔ وہ میری دینی خدمات اور خلوص کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بایں ہمہ میرے متعلق یہ فیصلہ کیا گیا کہ مجھے کسی ایسے علاقہ میں تبدیل کر دیا جائے جہاں میری تقریر کو سمجھنے والے کم ہوں۔ چنانچہ ۱۹۵۴ء میں مجھے کوئٹہ تبدیل کر دیا گیا۔ کوئٹہ واقعی میرے لئے ایک اجنبی شہر تھا۔ میں وہاں پہنچا تو میری نگرانی پولیٹکل ایجنٹ کے ذمہ تھی۔ میرے رفقاء کار میں سے مولوی حافظ خوشی محمد صاحب اور محمد افضل کوٹلوی ایم اے (جو بعد میں جامعہ قادریہ لائل پور میں مدرس بنے) پہلے ہی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے ایک جلسہ عام منعقد کرانے کا بندوبست کیا اور زبردست اعلان کے ساتھ ساتھ صوبہ بدر مقرر کے خطاب سننے کیلئے لوگوں کو جلسہ میں جمع کیا گیا۔ مجھے یاد ہے کہ بے پناہ لوگ آئے۔ میں نے تین گھنٹے تقریر کی۔ تقریر میں بغاوت کی بجائے مجاہدین اسلام کے زریں کارنامے تھے۔ اس تقریر نے مجھے کوئٹہ میں اجنبی نہیں اپنا بنا دیا اور مجھے ہر حلقہ میں پذیرائی ہونے لگی۔ اس وقت ملٹری سٹاف کالج کوئٹہ کے ایک کرنل تھے جنہوں نے مجھے بلایا اور ایک پروگرام دیا کہ میں صبح پریڈ کے وقت مختلف یونٹوں میں پہنچ کر فوجیوں کے سامنے جہاد پر تقریر کیا

Marfat.com
Marfat.com

کروں گا۔ مجھے ایک جیپ مل گئی اور میں اکثر مقامات پر جہاد پر تقریر کیا کرتا۔

لاہور میں میرے ایک محسن اور مربی رانا محمد حسن نون بارایٹ لا تھے۔ میں کسی زمانہ میں انکی بیٹی کا اتالیق رہ چکا تھا۔ انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ کوئٹہ کی بجائے لاہور رہ کر کام کروں۔ انہوں نے مجھے پنجاب گورنمنٹ کے ایک دفتر میں اتنی تنخواہ پر ملازمت لے دی جو میں سابقہ محکمہ میں پا رہا تھا۔ میں مستعفی ہو کر لاہور آ گیا اور بی اے کرنے کے بعد ایم اے فارسی میں داخلہ لے لیا اور اورنیٹل کالج میں زیر تعلیم رہا۔ اورنٹیل کالج میں ان دنوں ڈاکٹر سید محمد عبداللہ ڈی لٹ پرنسپل تھے۔ اور کالج میں اس وقت کے ممتاز فارسی داں اساتذہ مصروف تدریس تھے۔ ڈاکٹر محمد باقر صاحب، سید وزیرالحسن عابدی، جناب میاں عبدالشکور احسن صاحب (جو ان دنوں ڈین ہیں) میرے قابل قدر اساتذہ میں سے تھے۔ میرے ہم سبق بڑے بڑے عہدوں اور زندگی کی بلندیوں پر پہنچے جن کے اسماء زینت طاق نسیاں ہو چکے ہیں۔ مگر میں صوفی محمد افضل فقیر ایم اے، پروفیسر سید ریاض حسین بخاری اور سید اصغر علی شاہ جعفری ایڈوکیٹ کے دامن رفاقت ابھی تک اپنے لئے کشادہ پاتا ہوں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ پچھلے صفحات پر میں ایک ایسے شخص کا ذکر کر چکا ہوں جو مجھے زندگی کی سہولتیں بہم پہنچانے میں دلی طور پر خواہاں تھا، اور وہ تھے جناب رانا محمد حسن نون، بارایٹ لا۔ آپ بیرسٹر ہونے کے ساتھ ساتھ شجاع آباد ملتان کے بہت بڑے زمیندار تھے۔ وہ اکثر یورپ کے مختلف ممالک میں رہتے تھے۔ اپنے ملک میں بڑے بڑے زمینداروں اور جاگیرداروں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے۔ ذاتی طور پر بڑے نیک دل، خدا ترس، سادہ اور مخلص انسان تھے انہوں نے مجھے ہمیشہ احترام اور محبت سے دیکھا۔ میں ان کی بیٹی کا اتالیق تھا۔ بدیں وجہ وہ میرے دلی خیر خواہ بن گئے۔ انہوں نے مجھے ہر مقام پر اچھے لوگوں سے متعارف کرایا۔ جب ان کی بیٹی کی شادی اپنے چچازاد رانا گل محمد عبدالعزیز صاحب نون

Marfat.com
Marfat.com

ایم پی اے سے ہوئی تو مجھے اس خاندان کے ایک اور فرد نے دست شفقت بڑھا کی زندگی کے شب وروز خوشگوار بنا دیئے۔ رانا عبدالعزیز صاحب نون اپنے حلقہ کے صوبائی اسمبلی کے ممبر تھے۔ پکے مسلم لیگی' دولتانہ کے قریبی دوست' بڑے فیاض اور وسیع القلب زمیندار ہیں۔ وہ انگلینڈ سے پڑھ کر آئے تھے۔ ان کا دستر خوان احباب کیلئے ہر وقت وسیع تھا۔ دوستوں پر جان چھڑکتے اور ان کے کام آتے۔ میں ان کی بیگم کا استاد تھا۔ جب بھی مجھے کام پڑا انہوں نے لبیک کہا اور وسعت قلبی کا ثبوت دیا۔ ان کی وساطت سے مجھے وقت کے بعض سیاست دانوں سے تعارف کا موقعہ ملا۔ میں اس مختصر سے خاندان میں اتنا رچ بس گیا تھا کہ انہوں نے مجھے کبھی احساس نہ ہونے دیا کہ میں ان کے گھر کا ایک فرد ہوں یا عامی۔

رانا صاحب کی وساطت سے مجھے سیاسی دینا میں ایک ایسے دانشور سے شناسائی ہوئی جس نے مجھے زندگی بھر اپنے احباب کے علقہ سے باہر نہ جانے دیا۔ یہ دانشور جناب میر علی احمد خاں تالپور تھے جو ان دنوں وزیر خوراک بن کر لاہور میں قیام پذیر تھے۔ میر صاحب بڑے علم دوست' سخن شناس اور فیاض انسان تھے۔ انہوں نے مجھے سخن شناس دیکھا تو اپنے پاس بلایا۔ پھر اتنا تعلق خاطر پیدا کیا کہ صبح وشام مجلس رہتی۔ وہ لاہور چھوڑنے کے باوجود میرے دل کا گوشہ نہ چھوڑ سکے۔ میں ان کے بچوں کا اتالیق رہا' ان کی مجلس کا رفیق بنا۔ ان کے شعری انتخاب کا قدردان بنا اور پھر ان یادوں کا امین بنا۔ ان کی علمی اور ادبی شفقتیں ہمیشہ میرے ساتھ رہیں۔ ان کے پاس ہزاروں دوست آئے اور حاشیہ خیال سے محو ہوتے گئے۔ مگر سالہا سال گزرنے کے باوجود ان کی خاندانی عظمت اور علمی وابستگی نے مجھے اپنے سے دور نہ ہونے دیا۔ اگر میں زندگی کی مصروفیتوں میں انہیں بھول جانے کی تیاریاں کرتا ہوں تو ان کی یادیں مجھے آدبوچتی ہیں۔ اگر یادوں سے جان بچاتا ہوں تو ان کا فون یا خط اس تعلق خاطر کو استوار کرتا جاتا ہے

Marfat.com
Marfat.com

وہ نہیں بھولتا جہاں جاؤں
ہائے میں کیا کروں کہاں جاؤں

میر علی احمد خاں صاحب تالپور ایک جرات مند سیاستدان تھے۔ وہ پاکستان کی سیاست میں ہمیشہ زندہ شخصیت کی طرح کام کرتے رہے۔ وہ حالات کی ناہمواریوں سے کبھی مایوس نہیں ہوئے بایں ہمہ انہوں نے حالات کو سازگار بنانے کیلئے وقت کی مصلحتوں سے کبھی آشنائی پیدا نہیں کی صدر ایوب آئے تو ان سے اختلاف رہا اور صدر ایوب کے سخت گیر گورنر نواب آف کالاباغ کی سیاست کے سامنے شکست تسلیم نہ کر سکے۔ جناب بھٹو کی مہم کے ساتھ اٹھے اور بھٹو صاحب کے دست و بازو بن گئے مگر کامیابی کے بعد انہیں قائد عوام تسلیم کرنے سے انکار کرتے رہے اور وزارت کی بجائے کلمہ حق کہنے کو ترجیح دیتے رہے۔ وہ مطالعہ کے شوقین' کتابوں کو اولاد سے عزیز جاننے والے' خوب صورت خط لکھنے والے اور دیدہ زیب کتاب کو حرز جاں بنانیوالے تھے وہ شعر کے انتخاب کے معاملہ میں غالب کی اصطلاح ''رسوا'' کے حامل تھے۔

میری تقریروں کی شہرت نے اہل ذوق کو جلسے کروانے پر آمادہ کیا۔ میں ان جلسوں میں جاتا اور خوب بولتا۔ لاہور میں چند دوستوں نے ایک مجلس قائم کی جس کا نام ''انجمن اصلاح المسلمین'' رکھا گیا۔ اس انجمن کو اندرون شہر کے نوجوانوں کے جذبہ اسلام نے ایک زندہ تحریک بنا دیا تھا ادھر ہم نوجوان مقررین انجمن کے جلسوں میں تقریریں کرتے اور نوجوانوں کو گھنٹوں جلسہ گاہوں میں مصروف سماعت رکھتے۔ میرے علاوہ قاری غلام رسول صاحب' مولانا الٰہی بخش صاحب' مولانا محمد یوسف صاحب خالد (پرنسپل ملت کالج لاہور)' مولانا محمد یوسف جوشیلا اور حافظ محمد عالم سیالکوٹی تھے ہم اعزازی طور پر تقاریر کرتے اور مجمع میں چھا جاتے۔ نوجوان ہمارے جلسوں کیلئے قد آدم اشتہارات چھاپتے' پنڈال

Marfat.com
Marfat.com

سجاتے اور حاضرین کا بے پناہ ہجوم ہماری تقاریر کی نذر کر کے خود رضا کارانہ کھڑے رہتے۔ ہماری اس تبلیغی مہم نے شہر کے علماء کا جمود توڑ دیا اور وہ بھی ان جلسوں میں روایتی تکلفات کو ترک کر کے تشریف لانے لگے۔ مجھے لاہور کے علاوہ مختلف شہروں میں جلسوں میں جانا پڑتا اور اس طرح اسلام کیلئے مخلصانہ کام کرنے والوں سے تعارف حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ مجھے یاد ہے کہ لاہور کے بعض خانوادے تو میری ان خدمات کو اتنی قدر کی نگاہ سے دیکھتے کہ جب تک میں ان کی نجی تقریبات میں شریک نہ ہوتا اس وقت تک وہ آغاز تقریب نہ کرتے۔

ان دنوں مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی نے ایک جماعت ''جمعیۃ المسلمین'' کے نام سے قائم کی۔ اس جماعت کا ہیڈ کوارٹر دارالمقیاس اچھرہ تھا۔ مولانا نے ایک ماہنامہ ''المقیاس'' بھی جاری کیا۔ ایک وقت آیا کہ اس جماعت کو پیر آف دیول شریف (الحاج پیر عبدالمجید آف دیول) نے اپنی سرپرستی میں لیا اور مالی تعاون سے نوازنے لگے۔ مولانا محمد عمر اچھروی نے ایک طوفانی دورہ کر کے ملک کے سارے علما اور سنی زعماء کو جماعت کا رکن بنانا شروع کیا۔ وہ اس سلسلہ میں بہت کامیاب رہے۔ علماء ''دارالمقیاس'' اچھرہ میں جمع ہوتے۔ مسائل ضروریہ پر گفتگو کرتے اور معاندین کے حملوں کے دفاع کی تدابیر سوچتے۔ ''جمعیۃ المسلمین'' کے قانونی مشیر مولانا محمد بخش مسلم بی اے تھے اور سیاسی معاون میں تھا اور پراپگینڈہ سیکٹری مولانا محمد شریف نوری مرحوم تھے۔ نوری صاحب ایک عرصہ تک مولانا کے ساتھ کام کرتے رہے اور اس معاملہ میں وہ اتنے کامیاب ہوئے کہ مولانا اچھروی کے بعد ان کی شخصیت ابھرتی دکھائی دیتی تھی۔ وہ مولانا محمد عمر اچھروی کو ''بڑا فقیر'' کہتے اور اپنے آپ کو ''چھوٹا فقیر'' کہہ کر تعارف کراتے۔ اور قلندرانہ کہا کرتے تھے کہ سنیت ان دونوں فقیروں کے دامن بیان میں ہے۔ سنیوں کی بدقسمتی ہے کہ یہ تنظیم آگے چل کر اپنی سیاسی موت کے ہم آغوش ہوگئی۔

Marfat.com
Marfat.com

ماہنامہ المیقاس بھی بند ہو گیا اور پیر صاحب دیول دستکش ہو گئے۔ میں ان دنوں اپنی تبلیغی خدمات کے ساتھ ساتھ اخبارات میں مضامین لکھتا تھا۔ گورنمنٹ کی ملازمت کی بعض پابندیوں کی وجہ سے مختلف قلمی ناموں سے میرے مضامین اخباروں اور رسالوں میں چھپتے' جن پر مدتوں بحث چلتی۔ اور میں اس بحث میں اپنے مخالفین کا مقابلہ کرتا رہتا۔ قاری غلام رسول صاحب نے ''انجمن فروغ قرأت وتجوید'' کی بنیاد رکھی تو مجھے نائب صدر بنایا گیا۔ حضرت مفتی محمد حسین نعیمی نے رسالہ ''عرفات'' جاری کیا تو مجھے نائب مدیر اعزازی مقرر کیا گیا۔ ''انجمن اصلاح المسلمین'' نے مجھے اپنا صدر چنا۔ بعض انجمنوں کا سرپرست اور بعض کا معاون بنا۔ یہ ساری عظمتیں میری ان بے لوث خدمات کی بنا پر تھیں جو میں دین کی خاطر بجالا رہا تھا۔ میری دلی خواہش تھی کہ ہم اجتماعی طور پر کوئی اہم مقصد لے کر اٹھیں مگر دفتری مصروفیت اور سرکاری ملازمت نے ہمیشہ بزدل بنائے رکھا اور فکر معاش میں ہمیشہ پابجولاں رہا۔

انہی ایام میں (۱۹۶۶ء) مجھے گزیٹڈ آفیسر بنا کر لائل پور تبدیل کر دیا گیا۔ میں پہلی بار تین ضلعوں کا آفیسر بن کر سرکاری ذمہ داریوں کے بوجھ کے نیچے دب گیا تاہم میرا سرکاری امور میں تجربہ ان دشواریوں کو آسان کرتا گیا۔ لاہور میں میری بے پناہ مصروفیت کم ہوئی تو میں نے لائلپور کے چند صاحب علم سے رابطہ پیدا کیا وہاں ''مکتبہ علویہ رضویہ'' کے مالک حافظ محمد اسلم صاحب علوی تھے حافظ صاحب اعلیٰ حضرت کی کتابوں کی اشاعت کیلئے کام کر رہے تھے۔ انہوں نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب ''الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین'' کا ترجمہ کرنے کیلئے کہا۔ میں فارغ تھا ترجمہ کیا اور اپنی نگرانی میں کتابت' طباعت اور ٹائیٹل تیار کرایا۔ حافظ صاحب کے مکتبہ کی یہ پہلی کتاب تھی جو میرے ترجمے سے آئی اور ایک خوب صورت انداز لے کر آئی۔ اس کتاب کی اشاعت سے ''مکتبہ علویہ

Marfat.com
Marfat.com

رضویہ'' کا تمام سنیوں میں اچھا تاثر قائم ہوگیا۔ ادھر ترجمہ اور میرے فاضل دوست محمد ایوب صاحب قادری ایم اے کا زوردار مقدمہ جب اہلسنّت و جماعت کے مقتدر علماء کے مطالعہ میں آیا تو وہ مجھ سے متعارف ہوگئے۔ ان کے بے پناہ تعریفی خطوط موصول ہونے لگے جس سے میری اور حوصلہ افزائی ہوئی۔ میں نے ''مکتبہ علویہ رضویہ'' کے مشورہ سے ایک اور کتاب کا ترجمہ کیا۔ یہ کتاب ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف ''نزہتہ الخواطر'' جو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے حالات پر تھی۔ میں نے کتاب کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ مقدمہ میں جناب مصنف العلام کے حالات زندگی اور اس کے علمی کارنامے بڑی تفصیل سے سپرد قلم کئے اس کتاب کو اہل تصوف نے بڑا پسند کیا۔

لائل پور کے قیام کے دوران مجھے جناب حبیب احمد چودھری سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ چودھری صاحب کی ایک ضخیم ''کتاب تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء'' لاہور کے جناب حنیف رامے (وزیر اعلیٰ پنجاب) کے مکتبہ'' البیان'' میں چھپ کر آئی تو میں اس کے مطالعہ سے بڑا متاثر ہوا۔ چودھری صاحب لائل پور کے قیام کے دوران اکثر میرے پاس آتے اور رات گئے تک سیاسیات حاضرہ پر گفتگو کرتے۔ میری دلی خواہش تھی کہ وہ تحریک پاکستان کے ہمنوا علماء پر بھی ایک کتاب لکھیں مگر وہ ایسا نہ کر سکے۔ البتہ کچھ سال بعد انہوں نے نظریہ پاکستان پر کتاب لکھی جو اتنی مقبول نہ ہوسکی جتنی انکی ''تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء'' مقبول تھی۔ چودھری صاحب ایک طرف تو صحیح العقیدہ سنی تھے بجواڑہ ضلع ہوشیار پور کے پیروں کے عقیدت مند تھے دوسری طرف مسلم لیگ کے پکے کارکن اور نظریہ پاکستان کے پکے حامی ہی نہ تھے ترجمان بھی تھے۔ انہوں نے اپنا دفتر نظریہ پاکستان بنایا اور ایک اخبار بھی اس نام سے جاری کیا۔ وہ علامہ اقبال کے شیدائی اور دوقومی نظریہ رکھنے والوں کے بے حد مداح تھے مگر بایں ہمہ وہ غلام احمد پرویز

Marfat.com
Marfat.com

سے اتنے متاثر تھے کہ لوگ انہیں ''پرویزی'' سمجھتے۔ وہ پرویز صاحب کی طرز نگارش اور فکر کے بے حد مداح تھے۔ ان کی کتاب ''نظریہ پاکستان'' پرویز صاحب کا رنگ لے کر آئی تو علمی حلقوں میں اپنا مقام حاصل نہ کر سکی۔ پرویزی حلقے میں وہ اس لئے مقبول نہ ہوئی کہ وہ لوگ پرویز کی تحریروں کے ساتھ کسی دوسرے کی تحریر کا ''شرک'' برداشت نہیں کرتے۔ چودھری صاحب کانگریس جمعیۃ العلماء ہند اور احرار کے بدترین مخالف تھے اور جماعت اسلامی کے بدترین دشمن۔ وہ اپنے احباب کیلئے مخلص اور وضعداری میں اپنی مثال آپ ہیں۔ راقم کے ساتھ جب سے تعلقات ہوئے نبھاتے رہے اور اپنی دیرینہ روایات کے پیش نظر لاہور تشریف لاتے تو ملاقات ضرور کرتے۔

میں نے ۱۹۶۸ء میں اپنے مخلص رفیق کار جناب مولانا باغ علی نسیم صاحب سے مل کر ''مکتبہ نبویہ'' کی بنیاد رکھی اور توسیع کا کام کیا۔ اعتقادی کتابوں کو نئے انداز سے طبع کرانا شروع کیا اور سنی ناشرین اور تاجران کتب کو اچھے انداز میں کتاب لانے کی جدوجہد میں مصروف رہا۔ ''مکتبہ نبویہ'' کے قیام سے علماء اہلسنّت کا ایک خاصا طبقہ میرے حلقہ تعارف میں آ گیا۔ وہ مکتبہ کی کتابوں کو بہ نظر تحسین دیکھتے حوصلہ افزائی کرتے اور مفید مشورے دیتے۔ حضرت پیر کرم شاہ الازہری مدظلہ سجادہ نشین بھیرہ شریف اسی مکتبہ کی اشاعتی کوششوں سے متاثر ہو کر مجھے ملے اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ یہ میری حقیر کوششوں کا نتیجہ تھا کہ آپ نے اپنا مشہور رسالہ ''ضیائے حرم'' گنج بخش روڈ سے نکالا جو باعث صد افتخار بن کر آج بھی زیور اشاعت سے مزین ہو رہا ہے۔ پیر صاحب کا اداریہ سرِ دلبراں جان رسالہ ہوتا اور میں رسالہ صرف سرِ دلبراں کیلئے پڑھتا۔

میری علمی اور ذوقی جدوجہد میں میرے رفقاءِ مجلس جناب محمد عالم مختار حق جناب بشیر حسین ناظم ایم اے زندگی کے طویل مراحل میں میرے ساتھ رہے۔ یہ

Marfat.com
Marfat.com

دونوں دوست مولوی محمد شمس الدین مرحوم کی اس دکان میں میرے ساتھ ہوتے جس میں علماء وفضلاء کا جھمگٹا رہتا۔ مولوی صاحب کی دکان ایک علمی مرکز تھا۔ نادر کتابوں کا گہوارہ تھا وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ مولوی شمس الدین مرحوم ایک درویش منش بزرگ تھے جن سے تعارف ہوا تو پھر دامن دل ان کی یادوں سے علیحدہ نہ ہو سکا۔ انہیں موت نے آلیا تو ہم ان کے آخری سفر میں جنازہ بردوش چلے۔ زندگی میں ان کے حلقے میں مخلص دوست کی حیثیت سے اٹھتے بیٹھتے اور مرنے کے بعد ان کی علمی اور کتابی یادوں کے زخم سینے کے صفحات میں لئے رہے۔ ان کی دکان پر ملک بھر کے اہل علم آتے۔ وہ ان بزرگوں کو حسب موضوع نادر کتابوں پر معلومات بہم پہنچاتے۔ وہ ہر قسم ہر ملک اور ہر نقطہ نظر کے اہل علم اور کتابوں کے شوقین حضرات کی پذیرائی کرتے۔ بلند رتبہ فضلا کے علاوہ ان کی دکان پر بعض ایسے کردار بھی چلے آتے جو بحث وتمحیص کے علاوہ مولانا کی تواضع اور نفیس چائے پر نظر رکھتے تھے۔ ان میں سے بعض اپنے ناموں سے ایک وقت تک یاد رہے اور بعض اپنے مخصوص ناموں کی وجہ سے احباب کیلئے تفنن طبع کا سامان بنتے رہے۔ مولوی کچیچی' مسٹر پٹپٹی پاڑ' مولوی کلہاڑا' مولوی چھرا' بابا بارہ من' مولوی روح کھچ' مولوی بے چین روح' مولوی ملک الموت' سائیں تاجا میاں حمیدا' پیر پھسوڑی' مولوی مرغ وماہی وغیرہ کرداری نام آنے والوں کی عادات واخلاق پر روشنی ڈالتے تھے۔ اس مجلس میں علامہ غلام قادر صاحب لاہوری' عبداللطیف ملک مرحوم' چودھری بشیر احمد' شیخ بشیر احمد المعروف بہ لیڈر' ڈاکٹر فقیر محمد فقیر' مولوی محمد دین صاحب رضوانی جیسے حضرات میرے حلقہ تعارف میں آئے۔ مولوی شمس الدین کی وفات نے اس مجلس کو ویران کر دیا۔ چند ماہ احباب نے اس مرحوم کا ماتم کیا' یادیں زندہ کیں' جلسے کئے۔ آخر کار یہ حلقہ ٹوٹ گیا اور یہ بساط الٹ گئی

Marfat.com
Marfat.com

انہی ایام میں رام گلی لاہور میں مجھے حکیم محمد موسیٰ صاحب امرت سری کے پاس نشست و برخاست کا موقعہ ملتا۔ یہ جواں سال طبیب صرف حکمت وطب کی خدمت ہی میں مصروف نہ تھے بلکہ اہل علم وفضل کیلئے بھی ایک انجمن تھے۔ وہ طبعی طور پر تذکرہ نویسی اور تاریخ گوئی میں بڑی دلچسپی لیتے۔ اگرچہ ان کے حلقہ میں ہر فکر ونظر کے لوگ آتے مگر وہ اعتقادی طور پر بڑے راسخ العقیدہ سنی اور چشتی نظامی سلسلہ کے صوفی تھے۔ اکثر اہل علم ان کے پاس آتے اور باہر کے مولفین و مصنفین ان سے خط وکتابت کے ذریعہ معلومات حاصل کرتے۔ مجھے انہوں نے علماء اہلسنّت کا تذکرہ لکھنے کا مشورہ دیا اور اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے ''تذکرہ علماء امرت سر'' کے بعض مضامین دکھائے۔ میں نے کچھ عرصہ کام کیا مگر یہ اتنا طویل اور مشکل کام تھا کہ مجھے ان بزرگوں کے حالات اکٹھا کرنے کیلئے بہت عرصہ درکار تھا۔ مولوی شمس الدین مرحوم کے کتب خانہ سے جہاں مجھے بعض نادر کتابوں سے واقفیت ہوتی وہاں حکیم صاحب کی مجلس سے بعض شخصیتوں سے تعارف ہوتا۔ انہی دنوں مکتبہ نبویہ کے مالک میرے مخلص رفیق مولانا باغ علی نسیم صاحب نے ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' طبع کرانے کا پروگرام بنایا۔ میں نے کتاب کو ترتیب دینے کے ساتھ ساتھ ایک مفصل مقدمہ لکھا جس میں مولف کے حالات کے ساتھ سنی دیوبندی نظریاتی کشمکش کی پوری تاریخ مرتب کر دی گئی۔ کتاب چھپ گئی تو اس کے مقدمے کی چند کاپیاں ملک کے علماء میں تقسیم کی گئیں اس طرح کتاب کا تعارف ازسرنو ہوگیا۔ علماء نے اس کتاب کو بڑی دلچسپی سے پڑھا جس سے میرے حوصلے بلند ہوگئے اور میں اس ضمن میں زیادہ جذبے سے کام کرنے لگا۔

مکتبہ نبویہ کی بنیادیوں تو حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کے

Marfat.com
Marfat.com

نام کی نسبت سے ان کی مسجد میں رکھی جا چکی تھی اور بعض کتابوں کی اشاعت و تقسیم کا کام بھی شروع ہو چکا تھا مگر اسے باقاعدہ نظم و نسق دینے کیلئے ہمیں ایک مرکز کی ضرورت تھی۔ ان دنوں ''دارالعلوم حزب الاحناف'' کی نئی عمارت میلہ رام روڈ لال کوٹھی کی زمین پر بن رہی تھی۔ مولانا غلام علی صاحب اوکاڑوی ہمارے پرانے کرم فرماؤں میں سے تھے۔ انہوں نے ہمیں مشورہ دیا کہ اس سنی ادارے کے ساتھ ایک دکان لے کر علماء کو دعوت کتب بینی دی جائے۔ مجھے یاد ہے کہ میلہ رام روڈ کا نام سب سے پہلے ہم نے ہی اپنی کتابوں' فہرستوں اور خط و کتابت میں ''گنج بخش روڈ'' رکھ دیا۔ یہ نام کچھ عرصہ بعد اتنا مقبول عام و خواص ہوا کہ آج تک وہ شارع عام ہے۔

میں سرکاری کام سے فارغ ہو کر مکتبہ نبویہ میں آ جاتا' علماء کا جمگھٹا رہتا۔ صوفیہ داتا صاحب کے مزار کی زیارت سے فارغ ہو کر چند لمحے آ بیٹھتے۔ طلباء کتابوں کی تلاش میں رکتے اور پروفیسر حضرات دینی مطالعہ کیلئے مشورے کرتے۔ اس طرح یہ دکان مرکز علم و ادب بن گئی۔ مولوی محمد شریف نوری اردو بازار کی ایک بلند و بالا عمارت سے ماہنامہ ''الحبیب'' نکالتے تھے۔ انہیں وہاں سے اتار کر گنج بخش روڈ پر ''مکتبہ اسلامیہ'' کے نام سے کام کرنے پر آمادہ کیا۔ مولانا انوار الاسلام ان دنوں جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری دروازے کے منتظم اور صدر مدرس تھے۔ انہیں ''مکتبہ حامدیہ'' کا جھنڈا لہرانے پر آمادہ کر لیا گیا۔ حضرت پیر کرم شاہ بھیروی الازہری نے ''ضیائے حرم'' کا دفتر قائم کر دیا۔ اس طرح یہ بازار گنج بخش علم و دانش کا مرکز بنتا گیا۔ دیوبندی ناشرین نے جمود زدہ سنیوں کو پر پرزے نکالتا دیکھا تو تعجب سے کہنے لگے یہ ''بریلی بازار کہاں سے نکل آیا''۔

بہرحال ان چار اداروں نے سنیوں کی کتابوں کی اشاعت میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ علمی کتابیں لانے لگے۔ تراجم ہونے لگے۔ نادر کتابیں پہنچنے لگیں۔

Marfat.com
Marfat.com

مکتبہ اسلامیہ کی جگہ جب حاجی محمد ارشد صاحب قریشی کی نگرانی میں ''مکتبہ المعارف'' نے کام شروع کیا تو تصوف کی نایاب کتابیں خوب صورت انداز میں چھپنے لگیں اور مختلف علماء کی لائبریریوں کی وہ کتابیں جو ان کے مطالعہ سے فارغ ہوتیں۔ ان اداروں سے دوسرے علماء کے کتب خانوں میں منتقل ہونے لگیں۔ کراچی کے سارے مطابع' دیوبندی ناشرین کی نگرانی میں چل رہے تھے۔ وہ ترجمے بھی کرتے تو دیوبندی رنگ میں۔ تذکرہ چھاپتے تو علماء اہلسنّت کے کارناموں کو دیدہ دانستہ نظر انداز کر جاتے۔ جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے چڑ کھانے والے اپنے چھوٹے موٹے کھدر پوش مولوی کو ''قطب عالم'' اور ''قبلہ جہاں'' لکھتے۔ ان ناشرین میں صرف ''مدینہ پبلشنگ کمپنی'' کے مالک محمد تقی اشرفی ایسے تھے جو سنی تھے مگر وہ دیوبندی علماء کی کتابوں کی اشاعت سے آگے سوچ نہ سکتے تھے۔ بہشتی زیور' مواعظ اشرفیہ بدر عالم میرٹھی اور مولوی الیاس صاحب کی کتابیں' مولانا ابوالکلام آزاد کے مضامین غرضیکہ دیوبندی لٹریچر ان پر چھایا ہوا تھا۔ وہ لاہور آتے تو رات حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر گزارتے اور صبح ہمارے مکتبہ پر بھی تشریف لاتے۔ وہ ملک التجار تھے۔ ایک اعلیٰ پریس کے مالک تھے۔ پکے سنی العقیدہ بزرگ تھے اور معاملہ فہمی میں کمال رکھتے تھے۔ میرے کام کو سراہتے اور دعا دیتے۔ میں نے حکیمؒ صاحب کو سنی علماء کی کتابیں طبع کرانے پر نہ صرف آمادہ کیا بلکہ یقین دلایا کہ آپ سنی کتابیں شائع کریں تو تجارتی طور پر سارے پنجاب میں ہمیں مستعد پائیں گے۔ حکیم صاحب نے غور کیا تو بات دل میں جا پہنچی۔ توجہ دی تو خوب صورت انداز میں کتابیں آنا شروع ہوئیں۔ پہلے تو دیوبندی ناشرین نے ''مدینہ پبلشنگ کمپنی'' کی کتابوں کو بدعتی کتابیں کہہ کر نظر انداز کیا مگر حکیم تقی صاحب کے تدبر اور نفاست طباعت کے سامنے وہ گھٹنے ٹیکنے لگے حکیم صاحب جو کتاب لاتے اعلیٰ معیار پر ہوتی اور قیمت موزوں۔ حدائق

Marfat.com
Marfat.com

بخشش، اطیب البیان، ذوق نعت، پھر ذکر جمیل، ذکر الحسین سے بڑھ کر جب مدارج النبوت اور مکتوبات امام ربانی کی ضخیم جلدیں بازار میں آئیں تو دیوبندی ناشرین دم بخود ہو گئے۔ ملک کے سنی دکانداروں نے ہزاروں جلدیں منگوا کر مدینہ پبلشنگ کمپنی کے حوصلے بلند کر دیے۔ حکیم صاحب میرے ساتھ اکثر مشورہ کرتے اور مجھے مفید مشوروں سے نوازتے ہیں۔ انہوں نے ''فتاویٰ رضویہ'' کی جلد پنجم کی اشاعت پر نہ صرف مجھے مبارک باد دی بلکہ ایک پر تکلف دعوت دے کر بے پناہ مسرت کا اظہار کیا۔ ''شواہد النبوت'' کی نفاست طباعت پر دل کھول کر دعائیں دیں۔

علماء و مشائخ کے حالات و سوانح ترتیب دینے کی اہمیت تو اکثر اہل علم کے سامنے ہے مگر اس سلسلہ میں میرے احباب میں سے جن بزرگوں نے کامیاب بلکہ شاندار کوششیں کیں ان میں مفتی محمود عالم صاحب ہاشمی، میاں محمد دین کلیم، سید شریف احمد شرافت نوشاہی، پروفیسر محمد ایوب قادری ایم اے اردو کالج کراچی اور سید محمد امیر شاہ صاحب قادری سجادہ نشین شاہ محمد غوث خصوصیت سے قابل ستائش ہیں۔ سید شرافت نوشاہی نے صوفیاء و مشائخ کی روحانی تاریخ میں زبردست تحقیقی کام کیا۔ خصوصیت سے انہوں نے اپنے خاندان نوشاہی کے عالی قدر بزرگان دین کے سوانح و حالات لکھ کر علمی دنیا میں نام پیدا کیا۔ وہ فن تاریخ گوئی، تذکرہ نویسی، تاریخی حقائق کی جستجو میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے ''شریف التواریخ'' لکھ کر علمی دنیا میں ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ جناب محمد ایوب ایم اے کراچی کے ایک کالج میں پروفیسر تھے اور علمی مطالعہ کا ایک بحر بیکراں تھے۔ انہوں نے مولوی رحمان علی کے تذکرہ علماء ہند کا اردو ترجمہ اور اس پر مفصل حواشی لکھ کر دنیا علم میں اپنی شہرت کا جھنڈا گاڑ دیا۔ دنیائے تاریخ و علم نے آپ کو جی بھر کر خراج تحسین پیش کیا ان کی ''ماثر الامرا'' کی ضخیم جلدیں اُردو لباس پہن کر سامنے آئیں تو وہ اس موضوع کے معروف مترجم تسلیم کئے گئے۔ وہ ہر صاحب علم سے تاریخی مواد جمع کرتے تھے

Marfat.com
Marfat.com

اور ایسے لوگوں سے مخلصانہ تعلقات رکھتے تھے۔ میرے ساتھ ان کے روابط دوستانہ بھی تھے اور برادرانہ بھی۔ اپنے مشوروں سے نوازتے اور میری محبت اور کوششوں کی قدر کرتے ہیں۔ پشاور کے پیر سید محمد امیر شاہ صاحب قادری ایک عالی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ وہ اپنی سخاوت' خلق اور محبت کے پیش نظر ہر علم دوست کو اپنا دوست بنا لیتے۔ لاہور میں آتے تو مجھے یاد فرماتے اور اگر پشاور میں ہوتے تو میں ان کی یادوں کا سہارا لیتا۔ انہوں نے ''تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد'' دو جلدوں میں طبع کرایا اور بڑی محنت سے ان علماء کا تذکرہ کیا جن کے حالات ابھی تک دوسری کتابوں میں نہیں تھے۔ تذکرہ حفاظ پشاور' ''تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ'' بڑے خوبصورت انداز میں طبع کرائیں۔ ان دنوں رسالہ ''الحسن'' جاری کیا جس میں علمی مضامین ہوتے ہیں۔ آپ عالم دین' پابند شریعت' صوفی اور پیر ہیں ان کی مجالس لاہور اور پشاور کے اہل ذوق کیلئے سامان سکون بخشتی تھیں۔ مولوی محمد دین کلیم صاحب لاہور کی معروف شخصیت تھے۔ انہوں نے اپنی قلم اور تحریر کا محور ''مدینۃ الاولیاء لاہور'' کو بنا رکھا تھا۔ وہ لاہور کے ہر شعبہ زندگی پر لکھتے۔ اخبارات' رسالے کتابیں' کتابچے' پمفلٹ اور اشتہارات ان کی لاہوری تحریروں سے مالا مال ہوتے۔ انہوں نے لاہور میں ''اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں'' ''اولیائے چشت لاہور'' ''اولیائے سہرورد لاہور'' اور ''سلسلہ قادریہ'' جیسی معروف کتابیں لکھ کر نام پیدا کیا۔ وہ میرے کرم فرما علم دوست احباب میں سے تھے اور ایک عرصہ سے ملاقات رکھتے ہیں۔ مفتی محمود عالم صاحب ہاشمی میرے مخلص دوستوں میں سے تھے۔ وہ مفتی غلام سرور لاہوری کے نواسے تھے بڑے علم دوست انسان تھے۔ ''خزینۃ الاصفیاء'' کے ترجمہ کے وقت وہ میرے معاون رہے۔ سلسلہ قادریہ اور سلسلہ سہروردیہ کا ترجمہ انہوں نے ہی کیا اور سلسلہ نقشبندیہ کے تراجم میں نے کئے۔ یہ کتاب ''المعارف'' نے چھاپی۔ مفتی صاحب نے اپنے خاندان کے بزرگوں کے حالات

Marfat.com
Marfat.com

ذکر جمیل کے نام سے طبع کرائے۔

۱۹۶۵ء کے اوائل میں ہندوستان سے جو علماء پاکستان آئے ان میں حضرت سید غلام جیلانی صاحب مہتم مدرسہ عربی اندر کوٹ میرٹھ اور مولانا ریحان میاں بریلی شریف بھی تھے۔ حضرت سید صاحب نے میری خدمات کو بڑا پسند کیا۔ اپنی کتاب ''بشیر القاری شرح صحیح بخاری'' کی پہلی جلد اور ''بشیر الکامل'' عنایت فرمائی۔ ہندوستان میں مکتبہ نبویہ کی مطبوعات منگوانا شروع کیں۔ خود اعلیٰ حضرت کی کئی کتابیں زیور طبع سے آراستہ کیں۔ ان کی محنت، تدبر اور علمیت اور اخلاق نے مجھے بڑا متاثر کیا اور وہ میرے رشتہ مودت میں آج تک موجود ہیں۔ سید غلام جیلانی صاحب سنی علماء ہند میں منفرد مقام کے مالک ہیں اور خدمت دین میں بڑے مستعد۔ وہ ایک قابل مدرس اور بلند پایہ مصنف ہیں۔ انہوں نے چند سال پیشتر مجھے مولانا مشتاق احمد نظامی ایڈیٹر ''پاسبان'' الہ آباد کی ایک شاندار کتاب ''خون کے آنسو'' بھیجی جسے مکتبہ نبویہ سے چھپوا کر تقسیم کیا۔ خون کے آنسو کے بعد آپ نے جناب علامہ ارشد القادری کی کتاب جماعت اسلامی بھیجی جسے مکتبہ حامدیہ نے طبع کرایا۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ سے پہلے مولانا ارشد القادری مجھے ''جام نور'' کی بیس کاپیاں ہر ماہ بھیج دیتے۔ یہ رسالہ علامہ ارشد القادری کے قلم کا شاہکار تھا اور ناقدانہ انداز کا ایک عمدہ نمونہ ہوتا تھا۔ جمشید پور بہار سے نکلتا اور خالص سنیت کی ترجمانی کرتا۔ مولانا ارشد القادری نے اپنی مشہور کتاب ''تبلیغی جماعت حقائق کے اجالے میں'' بھیجی اور یہ خواہش کی کہ اسے پاکستان میں شائع کیا جائے۔ مکتبہ نبویہ اپنی دوسری مطبوعات کے پیش نظر اسے شائع نہ کر سکا مگر میرے عم گرامی سید میر احمد شاہ صاحب بخاری نے زر کثیر خرچ کر کے اپنے مکتبہ ''مظہر فیض رضا'' برج منڈی لائلپور سے بڑی آب و تاب سے شائع کیا۔ پاکستان میں تبلیغی جماعت کی نظریاتی اور اعتقادی تصویر سب سے پہلے اسی کتاب میں کھینچی گئی تھی۔ یہ کتاب

Marfat.com
Marfat.com

ہاتھوں ہاتھ نکلی اور طوفان بن کر قارئین کے دل و دماغ پر چھا گئی اور جناب ارشد القادری کے زور تحریر نے اپنا لوہا پاکستان میں بھی منوالیا۔ غالباً ۱۹۷۳ء میں جب میرے فاضل دوست جناب محمد منشا صاحب تابش قصوری حج پر گئے تو جناب علامہ ارشد القادری سے حرمین الشریفین میں ملے۔ آپ نے ان کی ایک تازہ کتاب ''زلزلہ'' دیکھی۔ یہ علم غیب رسول سے انکار کرنے والوں پر خوبصورت تنقید تھی اور علامہ ارشد القادری کے قلم کا زور لئے ہوئے تھی۔ مولانا نے اسے نقل کیا اور پاکستان میں لاکر مجھے ارمغان حجاز کے طور پر دیا۔ مجھے مولانا کی اس کاوش میں خلوص اور محبت کا جو جذبہ نظر آیا اس کے پیش نظر میں نے شاہ صاحب کو پھر گزارش کی کہ وہ اسے بھی زیور طبع سے آراستہ کر کے قارئین تک لائیں۔ شاہ صاحب نے ''زلزلہ'' چھاپا تو دنیائے دیوبندیت میں زلزلہ برپا کر دیا۔ کئی ایڈیشن چھپے اور علما نے بڑی دلچسپی سے پڑھے۔ مکتبہ نبویہ نے ان کتابوں کو اپنے حلقہ میں پھیلانے میں بڑا حصہ لیا۔ مجھے حضرت شیخ عبدالحق دہلوی کی کتابوں کے تراجم کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اس۔ ''الدرثمین'' کے ترجمہ کے بعد میرے سامنے شیخ محدث کی ''تکمیل الایمان'' تھی۔ میں نے نہ صرف اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا بلکہ اس پر اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی کے حواشی مرتب کر کے خوب صورت انداز میں چھپوائی۔ شیخ کی ایک اور کتاب ''مرج البحرین'' ایک عرصہ سے نایاب تھی۔ اس کا ایک نسخہ نکال کر اس کا ترجمہ کیا اور چھاپ دیا۔ اس طرح یہ کتاب ایک بار پھر زندہ ہو گئی۔ مفتی غلام سرور لاہوری کی مشہور فارسی کتاب ''خزینۃ الاصفیاء'' کا ترجمہ کیا کتابت کروائی مگر مکتبہ ''المعارف'' کے حاجی محمد ارشد صاحب نے اس کتاب کو اپنے مکتبہ سے چھپوایا تو مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ ''زبدۃ الآثار'' کا ترجمہ کیا۔ کشف المحجوب تصنیف مخدوم علی الہجویری کا خلاصہ کر کے منشی فاضل کے طلبہ کیلئے آسانی پیدا کردی۔ داتا گنج بخش کی کتاب ''کشف الاسرار'' کا ایک زمانہ میں ترجمہ کر کے

Marfat.com
Marfat.com

مفت تقسیم کی۔ اعلیٰ حضرت کی کتاب ''ختم النبوۃ'' کو ترتیب دے کر عنوانات قائم کئے اور خوب صورت انداز میں چھاپا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کتاب تحریک ختم نبوت کے دوران نکل گئی۔ اعلیٰ حضرت کے اور کئی رسالے زیور طبع سے آراستہ کئے اعلیٰ حضرت کے رسائل کو خوب صورت اور صحت کے ساتھ شائع کرنے کا سہرا میرے فاضل دوست مولانا عبدالحکیم شرف قادری کے سر ہے۔ وہ دارالعلوم اسلامیہ ہری پور ہزارہ میں مدرس تھے تو انہوں نے اعلیٰ حضرت کے بعض رسائل اچھے انداز میں چھپوا کر ایک معیار قائم کر دیا۔ وہ اس ضمن میں میرے پاس آتے' مشورے لیتے اور پھر اپنی ہمت سے یہ رسالے چھپوا کر تقسیم کرتے۔ میں مولانا کی بے سروسامانی کے باوجود اتنا عظیم کام کرنے سے بڑا متاثر ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ میرے علمی احباب کی صف اول میں شمار ہوتے ہیں۔ مولانا کے رفیق کار جناب مولانا غلام رسول سعیدی صاحب میرے حلقہ تعارف میں آئے تو جامعہ نعیمیہ لاہور کے مدرس اور توضیح البیان کے مصنف تھے۔ وہ محنتی' ملنسار اور مخلص نوجوان عالم دین ہیں۔

۱۹۷۲ء میں مجھے کچھ عرصہ کیلئے لائلپور قیام کرنے کا موقع ملا۔ میں ملازمت کی خشک وادی اور صبح و شام بے کیف کام سے اکتا جاتا تو مجھے اہل علم کی تلاش ہوتی اگرچہ وہاں کے علما سے میرے پرانے تعلقات تھے مگر اس دفعہ میں ان علما کی صلاحیتوں سے قریب ہو کر فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ میں پیپلز کالونی میں قیام پذیر تھا۔ شہر کی گہما گہمی سے بہت دور تھا۔ ایک دن محمد افضل صاحب کوٹلوی سے فون پر بات ہوئی تو انہوں نے مجھے شہر میں آنے اور کارخانہ بازار میں رہائش کرنے کا مشورہ دیا۔ میں تنہا رہتا تھا' میں نے سوچا چلو اہل سخن حضرات کی قربت ہو جائیگی اس مکان میں آ گیا جہاں کسی زمانے میں مولانا عبدالقادر شہید درس دیتے تھے اور اسی مکان میں شہید ہو گئے تھے۔ میرے لئے یہ تاریخی یادگار اہل علم کا دربار معلوم ہوئی۔ میں قیام پذیر ہوا تو علما نے اپنی رفاقت اور مجالس سے نوازا۔ ناظم جامعہ

Marfat.com
Marfat.com

قادریہ مولانا معین الدین صاحب شافعی اور مولانا محمد افضل صاحب کوٹلوی جمعہ کے بعد تشریف لاتے اور گھنٹوں بیٹھتے۔ یہ مرکز ان کی شہری نشست و برخاست کی موزوں جگہ تھی مگر ان کے آنے سے مجھے ایک علمی ماحول میسر آ جاتا۔ اس مکان کے ایک کمرہ بلکہ بالا خانہ پر ''صوفی ٹریڈز'' کا دفتر تھا۔ یہ فرم مختلف کیمیکل منگوا کر تقسیم کرتی تھی مگر دراصل اس کے لائلپور میں ناظم میرے دوست جناب رشید احمد صاحب نوری تھے۔ وہ ایک تجارتی شعبے کے انچارج تھے مگر باطنی طور پر صوفی وصافی تھے۔ گفتگو میں تجارتی انداز سے ہٹ کر مخلصانہ بلکہ مشفقانہ انداز ہوتا۔ معاملات میں صاف میرے قریب رہ کر میرے دل کے قریب ہو گئے۔ کھانا پینا اکٹھا۔ ان کا گھر دفتر سے دور تھا لیکن جب کبھی سلسلہ گفتگو دراز ہوتا تو رات گئے تک وہ گھر نہ جاتے اور آدھی رات کے وقت گھنٹہ گھر کے اردگرد سواری کی تلاش کرتے۔ نوری صاحب نعت خوان، بذلہ سنج اور بڑے خدمت گزار ساتھی کی حیثیت سے میرے ساتھ رہے۔ میں نے انہیں تجارتی کام کے ساتھ ساتھ دینی کتابوں کی تقسیم واشاعت کا مشورہ دیا تو انہوں نے مکتبہ معین الاسلام کے نام سے ایک کتب خانہ قائم کیا جس نے تھوڑے ہی عرصے میں سارے ضلع میں اپنا مقام پیدا کر لیا۔ وہ لوگوں کو سستی، اچھی اور معیاری کتابیں مہیا کرتے۔ اور بس نہ چلتا تو ادھار بلکہ مفت بھی کتابیں دے دیتے۔ انہوں نے مکتبہ نبویہ لاہور سے تجارتی مراسم پیدا کر کے لائلپور میں سنی لٹریچر کو عام کر دیا۔ انہی دنوں مجھے چشتی کتب خانہ کے مالک جناب صائم چشتی صاحب نے اپنی خصوصی مجالس سے نوازا۔ چشتی صاحب کا کتب خانہ لائلپور کے کاروباری مرکز میں قائم تھا۔ کتب خانہ تو ان کے بھائی فضل کریم کے رحم وکرم پر تھا۔ مگر چشتی صاحب ایک قادر الکلام پنجابی شاعر اور نعت خوان رسول ہونے کی وجہ سے مرجع خلائق تھے۔ ان کی مجلس میں علماء، شعرا، ادباء، نعت خوان اور صحافی آتے۔ وہ اپنی وضعداری برقرار رکھتے۔ دوسری علمی مجالس کے

Marfat.com
Marfat.com

برعکس ان کی مجلس میں حقے کا دور چلتا۔ حقہ نوش حضرات شعراء اور علماء کی گفتگو سے اپنی آمدنی کا کوئی خیال نہ کرتے۔ ان کی مجلس میں وہ شاعر بھی داد سخن پاتے جنہیں سارے لائلپور جیسے بے روح شہر میں کوئی پاس نہ بٹھاتا۔ بوڑھے شاعر زندگی کی سرحدوں سے چند قدم پر رک جانے والے بیمار اور مریل شاعر' بدمزہ اور بے تکے شاعر' زندگی کی سرحدوں سے چند قدم پر رک جانے والے شاعر چشتی صاحب کی مجلس میں پہنچ کر جب داد سخن پاتے تو مانی و بہزاد کو غرور کی نگاہ سے دیکھنے لگتے صائم صاحب خلوص و محبت کے پیکر ہیں۔ خود تو پنجابی کے نعتیہ ادب کے شاعر ہیں مگر اہل علم اور اہل ذوق کیلئے وہ ہمہ تن عقیدت اور احترام ہیں۔ ان کی مجلس میں ان کے شاگرد نعت خوانوں اور قوالوں کی نغمہ ریزیاں اہل محفل کیلئے سامان طرب ونشاط ہوتی ہیں۔ صائم صاحب میرے حدود دل میں داخل ہوئے تو پھر آج تک نکل نہ سکے۔ آہ ان کی محفل کے آفتاب و ماہتاب حضرت صدف' حضرت ساقی استاد جوہر جالندھری' جناب سدیدی' مولانا غلام رسول چشتی' علامہ حامد الوارثی' عزیز از جان خالد اور پھر صوفی فضل کریم صفحہ یاد میں یادگار بن کر رہیں گے۔

لائل پور کے قیام کے دوران مجھے ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ باقاعدہ پہنچتا اور مجھے اس کے مطالعہ کا موقعہ ملتا۔ یہ اخبار اگرچہ عام کاغذ اور عامیانہ انداز میں چھپتا تھا مگر اس میں خالص سنی عقائد کی ترجمانی ہوتی۔ ملک کے مایہ ناز عالم دین ابوداؤد محمد صادق صاحب خطیب زینت المساجد اس کی نگرانی کرتے اور سطر سطر میں اعتقادی ترجمانی کا حق ادا کر دیتے۔ آپ نے گوجرانوالہ میں ایک فعال عالم دین کی حیثیت سے تبلیغی فرائض سرانجام دیے۔ فسق و فجور کے تمام مقامات کو للکارا اور اعتقادی لغزش کو کبھی معاف نہ کیا۔ انہوں نے سنیت سے وابستگی رکھنے والوں پر دل و جان نثار کی۔ وہ دیوبندی' وہابی' مرزائی اور پرویزی عقاید پر پرزور تنقید کرتے۔ انہی دنوں میرے فاضل دوست مولانا غلام مہر علی دامت برکاتہ' اپنی

Marfat.com
Marfat.com

کتاب ''الیواقیت المہریہ'' کی تالیف کے سلسلے میں علما سے ملاقات کر رہے تھے۔ وہ لاہور میں مجھے بھی ملے اور اپنی کتاب کے موضوعات پر ایک عرصہ تک گفتگو کرتے رہے۔ میں نے اپنی بساط کے مطابق انہیں بہت سے علماء اہلسنّت کے حالات فراہم کر کے دیئے۔ دراصل یہ کتاب حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخی کتاب الثورۃ الہندیہ کے عربی حواشی کی حیثیت سے تالیف ہو رہی تھی۔ مولانا کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے عقیدہ کے اس جانباز عالم دین جس نے جنگ آزادی میں سب کچھ قربان کیا اور جزائر انڈمان میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد جان عزیز جان آفریں کے سپرد کی تھی' کی یادگار کے ساتھ ساتھ ان علماء اہلسنّت کا تذکرہ عربی میں مرتب کر دیا جائے جو عہد حاضرہ میں برصغیر میں ان کی یاد کو تازہ رکھے ہوئے ہیں۔ اس فاضل جلیل نے بڑی آسان عربی میں یہ حالات لکھے اور عرب ممالک میں ہر مکتب فکر کے عالم دین تک پہنچائے۔ آپ کی اس مخلصانہ کوشش نے مجھے بڑا متاثر کیا۔ میں آپ کے اس پروگرام سے پہلے ہی تذکرہ علماء اہلسنّت ترتیب دینے میں مصروف تھا۔ علماء اہلسنّت کے تذکرہ کے سلسلے میں مجھے اخی المکرّم الحاج حکیم محمد موسیٰ صاحب نے بڑے مفید مشورے دیے۔ یوں تو وہ ہر علمی اور تحقیقی کام کرنے والے کے ممد و معاون ہوتے ہیں مگر مجھے انہوں نے خصوصیت کے ساتھ اس کام پر آمادہ کیا۔ میں نے لاہور کے مقتدر علماء کرام کا یہ تذکرہ لائلپور میں کتابت کیلئے دے دیا۔ کتابت مکمل ہوئی تو ایک پریس کو دے دیا مگر پروف آنے پر دل گرفتہ ہو گیا۔ سارے پروف دیکھے مگر لیتھو کی پست طباعت کے سامنے تذکرہ چھپوانے سے رک گیا۔ ایک اور کاتب آئے۔ انہوں نے ایک طرف اپنی بے روزگاری سے متاثر کیا دوسری طرف اپنی قلم کی خوش خرامی کی وہ تعریفیں کیں کہ میں نے مسودہ ان کے حوالے کر دیا۔ دوبارہ کتاب کتابت کی منزلیں طے کرنے لگی۔ ایک سال بعد وہ

Marfat.com
Marfat.com

کتابت کر کے لائے بل وصول کر کے ابھی چائے پی رہے تھے کہ میں نے کتابت پر نگاہ ڈالی تو الفاظ ایسے ''باغ و بہار'' دکھائی دیے کہ دل چاہا کہ کتابت ان کے منہ پر دے ماروں۔ لیکن ان کی بے روزگاری اور غربت کی تصویر سامنے آئی اور اپنی بے وقوفی پر ماتم کرنے کو جی چاہا' اٹھا اور ایک دیا سلائی لیکر کتابت شدہ کتاب ان کے سامنے جلا دی۔ وہ مجھے ذہنی مریض سمجھ کر چپ سادھے بیٹھے رہے اور اپنی قلم کے کمالات کی داد وصول ہوتی دیکھتے رہے اس دن سے میں ان کی شکل دیکھنے اور ان کے قلم کے ''جواہر آبدار'' کی زیارت کو ترس گیا ہوں

کیسے کیسے لوگ ہمارے جی کو جلانے آجاتے ہیں

مسودہ پھر میرے سامنے تھا اب جناب محمد شریف گل متعارف ہوئے یہ نوجوان میرے فاضل دوست جناب محمد عالم مختار کے خواہر زادے ہونے کی حثیت سے مجھے ملے ایک دو رسالے لکھائے طرز نگارش پسند آ گیا۔

قلم کے حکمرانوں کی دنیا میں مجھے جن شہنشاہان قلم نے نوازا اور گاہک نہیں دوست کی حیثیت سے دیکھا وہ جناب حافظ محمد یوسف سدیدی صاحب' سید نفیس صاحب اور صوفی خورشید صاحب ہیں سدیدی صاحب کا گوشۂ قلم اس وقت نوازش کرتا ہے جب میں ان کے پاس بیٹھ کر ان کے دستر خوان سے چائے پیتا جاؤں اور اپنی ناتراشیدہ زبان سے ان کے کان کھاتا جاؤں ورنہ وہ لمبی تاریخیں دے کر چراغ رخ زیبا سے ڈھونڈنے پر لگا دیتے ہیں ایک دفعہ شیخ محدث دہلوی کی کتاب ''مرج البحرین'' کے گرد پوش پر الفاظ لکھنے کا کہ کر کراچی چلے گئے ایک ماہ راہیں دیکھائیں واپس آئے تو مجھے تلخ رو اور اندوہگیں پایا وہاں ہی زانوئے کتابت ''بلند'' کیا اور لکھنے بیٹھ گئے اور مجھے تسلی دینے کو کہتے جاتے کہ کراچی گیا سمندر کے کنارے مجھے کوئی چیز سر پر چونچ مارتی تھی سمجھ نہیں پاتا تھا کون ہے اب یاد آیا کہ یہ تو آپ کی فریاد تھی

Marfat.com
Marfat.com

دل دھڑکنے کا سبب یاد آیا
وہ تیری یاد تھی اب یاد آیا

سرورق لکھا خود سکوٹر پر بیٹھے لوگ دامن پکڑتے رہے مگر نکل گئے بلاک بنوایا پریس گئے اور چھپنے کے لئے ٹائیٹل کا کاغذ دے کر ساری منزلیں طے کر دیں اور میرے غصے اور مایوسی کو قلم زد کر کے پھر دفتر میں جا بیٹھے نفیس قلم صاحب قلم ہونے کے ساتھ ساتھ صوفی بھی ہیں تصوف کی باتوں پر مجھے گھنٹوں وقت دیتے ہیں مگر چند حروف لکھنے کے لئے ان کے موڈ کی تلاش کرنا پڑتی ہے صوفی خورشید عالم صاحب تو مجھے زحمت انتظار بھی نہیں دیتے التجا کی اثر التجا سے پہلے سرورق لکھا اور مکتبہ میں پہنچا دیا۔

مولوی شمس الدین مرحوم کا حلقہ انکی موت نے ختم کر دیا جو احباب آیا کرتے تھے اپنے اپنے علاقوں بلکہ غیر علاقوں میں چلے گئے وہ لاہور میں ہوتے ہوئے بھی ''وادی گم گشتہ'' میں پہنچ گئے ہماری ٹکڑی کے بچے کھچے احباب شیخ محمد بشیر المعروف بہ لیڈر کی دکان پر آنے لگے شیخ بشیر مولوی شمس الدین کا بدل تو نہیں البتہ بعض باتوں میں گوارا تھا وہ صبح کے وقت موٹے شیشوں کی عینک سے ملک کی ساری اخباروں کا مطالعہ کرتا مطالعہ کے بعد دنیا بھر کے مشہور سیاست دانوں کے نام طویل ناصحانہ خطوط لکھتا اور انہیں مفید مشورے دیتا اس کا یہ روزانہ کا معمول تھا خدا معلوم وہ خطوط مکتوب الیہ تک پہنچتے تھے یا نہیں لیکن وہ لکھنے کے فرائض سے کبھی نہ تھکتا کالجوں میں چھٹی ہوتی تو طلبا اور اساتذہ کتابیں لینے کے لئے دکان پر پہنچ جاتے وہ ان کی کھال اتارتا بایں ہمہ وہ خوش خوش جاتے ہم لوگ دفاتر سے چھٹی کر کے اس کی دکان پر ظہر کی نماز کے بعد جا پہنچتے مخدوم غلام جیلانی صاحب مرزا غلام قادر صاحب سید اصغر علی شاہ جعفری بشیر حسین صاحب ناظم اور جناب اقبال صلاح الدین جیسے دوسرے اہل قلم و اہل سخن پہنچ جاتے وہ دوستوں

Marfat.com
Marfat.com

کے لئے بار بار چائے منگواتا اور بلا اجازت احباب چائے منگواتا اگر مرزا غلام قادر صاحب قدرے چپ چپ دکھائی دیتے تو انہیں منانے کے لئے ''جالندھر موتی چور'' سے مٹھائی منگاتا مگر مٹھائی بلا اجازت اس نے کبھی نہیں منگائی اس کی یہ ادا مولوی شمس الدین مرحوم سے تھوڑی ملتی تھی مگر بعض ادائیں مرحوم سے کل مختلف تھیں مثلاً مولانا مرحوم اہل ذوق کو نادر کتاب دے کر راحت محسوس کرتے لیڈر نادر اور اچھی کتاب کے بارے میں کہ دیتا اس پر ابھی جھگڑا چل رہا ہے مولوی شمس الدین الفاظ کے استعمال میں بڑے محتاط اور درست تلفظ کے مالک تھے مگر لیڈر کے ہاں الٹے پلٹے الفاظ اور عجیب وغریب تلفظ سن کر ہم اس کا منہ تکنے لگتے جب اسے سمجھاتے تو غصہ منانے یا نادم ہونے کی بجائے ایک زوردار قہقہ لگا کر لڑکے کو آواز دیتا ''دوستوں کے لئے چائے لاؤ''۔ مولوی شمس الدین صاحب اولاد نہ تھے شادی کرنے کی کسی کو ترغیب نہ دیتے مگر لیڈر کثیر اولاد کا باپ ہوتے ہوئے بھی غریب مولویوں نادار طالب علموں اور عمر رسیدہ شاعروں کو بڑی متانت سے پہلی دوسری اور تیسری بلکہ چوتھی شادی کا مشورہ دیتا دکاندار اور شیخ ہونے کے باوجود ہاتھ کا کھلا' زبان کا کھرا اور دل کا مخلص دنیا بھر میں ایسا شخص کوئی نہیں ملے گا۔ سیاسی انداز میں نظریۂ پاکستان کے خلاف رائے رکھنے والوں کو کبھی معاف نہ کرتا تھا اور اس سلسلہ میں کوئی مشورہ کوئی کتاب اور کوئی واقعہ سننے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے ایک مرصع پنجابی قصیدہ لکھا تو اسے زینتِ دیوار دکان بنالیا۔ شعر بڑا عمدہ سناتا مگر ہمیشہ شعر غلط پڑھتا۔ اہل مجلس خود ہی سمجھ جاتے کہ جذبات کا رخ کدھر ہے۔

لاہور کی دینی اور تدریسی دنیا میں جہاں مفتی محمد حسین صاحب نعیمی' علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری دامت برکاتہٗ مولانا عبدالقیوم ہزاروی اور مولانا محمد مہرالدین صاحبان دن رات کام کر رہے تھے وہاں میرے مخلص احباب میں سے

Marfat.com
Marfat.com

مولانا سید حسین الدین ہاشمی' زینت القراء قاری غلام رسول اور مولانا محمد عبداللہ قصوری صاحبان کی تدریسی خدمات قابل صد افتخار تھیں۔ مولانا سید حسن الدین ہاشمی' محکمہ اوقاف کی علماء اکیڈمی شاہی مسجد لاہور میں زیر تربیت علماء کو لیکچر دیتے تھے مگر وہ محکمہ کی ہدایات سے ہٹ کر ان طالب علموں کی تعلیم کو زیادہ اہم خیال کرتے تھے جو محض علم دین کی تحصیل کیلئے مختلف دینی مدارس میں کام کر رہے تھے چنانچہ وہ دارالعلوم نظامیہ رضویہ لاہور میں درس نظامی کی تدریس کیلئے آگے بڑھے اور ایک مدرس کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔ قاری غلام رسول اپنی مصروفیتوں کے باوجود فن قرات و تجوید کیلئے دن رات کوشاں رہے اور انہوں نے نورانی مسجد صدر لاہور سے نکل کر نیو گارڈن ٹاؤن میں ایک وسیع پلاٹ میں قرات و تجوید کے ایک شاندار مرکز کی بنیاد رکھی جہاں مسجد کی تعمیر شروع کر دی گئی۔ ادھر مولانا محمد عبداللہ قصوری قصور کے جامعہ حنفیہ کے انتظامات کو وسعت دینے کیلئے دن رات کام کرنے لگے۔ انہوں نے دارالعلوم کو ایک کھلے پلاٹ میں منتقل کیا۔ تدریسی دنیا میں ان حضرات نے ایک نیا مقام پیدا کیا اور اپنی گوناگوں مشکلات کے باوجود آگے بڑھتے گئے۔ مدرسہ نعمانیہ لاہور ایک قدیم یادگار کی حیثیت اختیار کرتا جا رہا تھا۔ حزب الاحناف اپنی صدی کی دوڑ کے بعد تھک گیا تھا بڑے میاں کے درس کی پارینہ یادگار بن گیا تھا۔ اندریں حالات مندرجہ بالا مدارس نے ان روایات کو زندہ رکھنے میں بڑا نام پیدا کیا۔

لاہور سے ہٹ کر بعض علماء اہلسنّت تدریسی دنیا میں بہت اہم خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ بصیر پور میں مدرسہ فریدیہ' اوکاڑہ میں اشرف المدارس' لائلپور میں جامعہ قادریہ اور جامعہ رضویہ' دارالعلوم امینیہ' بھکھی شریف گجرات میں سید جلال الدین صاحب کا دارالعلوم جامع محمدیہ رضویہ' ملتان کا انوارالعلوم' سیالکوٹ میں دردارالعلوم حنفیہ' بندیال' دارالعلوم امدادیہ' بھیرہ میں دارالعلوم محمدیہ

Marfat.com
Marfat.com

کے قابل قدر اساتذہ دینی علوم کی اشاعت کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ اپنے عزم اور جذبہ کے ساتھ وہ علم اٹھائے جا رہے ہیں جسے ہمارے اسلاف کا قافلہ لیکر وادی بطحا سے نکلا تھا۔ ان مدارس کے اساتذہ مدرسین اور طلباء راقم کے پاس آتے اور اپنی علمی جدوجہد میں باقاعدہ شریک رکھتے۔ یہ مدارس اگرچہ اپنے اسلاف کی یادگار ہیں مگر انہیں جن حالات کا سامنا ہے وہ بہت شدید ہیں۔ حکومت کی طرف سے تحسین وامداد کی بجائے ہر وقت ناروا پابندیاں امراء کی طرف سے بے اعتنائی، عوام الناس کی تنگدستی اور طلباء کی نایابی، پھر دینی علوم کی تحصیل کے بعد فکر معاش کا مایوس کن تصور قدم قدم پر حوصلہ توڑ دیتا ہے مگر بایں ہمہ یہ لوگ قدم آگے بڑھاتے جا رہے ہیں۔ میرے خیال میں یہ لوگ عظیم عزم کے مالک ہیں۔

علماء اہلسنّت میں بعض نے سیاسیات میں حصہ لے کر جرات اور بے باکی کا مظاہرہ کیا ہے۔ انتخابات کے معرکوں پارلیمنٹ کے ہالوں اور پھر حزب اختلاف کے جلسوں میں ایک سیاسی معیار قائم رکھا۔ قومی اسمبلی میں مولانا شاہ احمد نورانی خلف رشید شاہ عبدالعلیم میرٹھی، مولانا مصطفیٰ الازہری خلف الرشید صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد اعظمی (مولف بہار شریعت) اور پھر مولانا عبدالستار خاں نیازی، علامہ محمود احمد صاحب رضوی، مولانا غلام علی صاحب اوکاڑی، مولانا محمد اکبر ساقی اور دوسرے ممتاز علماء کرام نے عوام الناس میں پہنچ کر سیاسی اور دینی بیداری کا ثبوت دیا۔ انہوں نے عام جلسوں میں ایک طرف اہلسنّت کے عقائد کی تشہیر کی اور دوسری طرف حکومت پر جرات سے تنقید کی۔

ایک عرصہ سے سنیوں کی طرف سے تالیفی اور تصنیفی شعبے میں جمود چلا آرہا تھا مگر چند برسوں سے یہ جمود بھی ٹوٹنے لگا ہے۔ اہل قلم لکھنے کے لئے آگے بڑھے، ناشرین نے دینی لٹریچر کو اچھے انداز سے چھاپنا شروع کیا اور اس طرح تھوڑے عرصے میں ہر قسم کی کتابیں عوام تک پہنچنے لگیں۔ ایک زمانہ تھا کہ لاہور

Marfat.com
Marfat.com

میں نوری کتب خانہ اعلیٰ حضرت یا دوسرے علماء اہلسنّت کی کتابیں شائع کیا کرتا تھا موجود دس سالہ دور میں مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی نے بڑی عمدہ کتابوں کے تراجم عوام تک پہنچائے لاہور میں مکتبہ نبویہ، مکتبہ حامدیہ، المعارف اور مکتبہ نوریہ رضویہ نے بڑا کام کیا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تعلیمات کو عوام تک پہنچانے میں جو کردار مرکزی مجلس رضا لاہور نے ادا کیا اس کی مثال نہیں ملتی اراکین مجلس نے صرف دعائے خیر کے ہدیہ پر خوب صورت اور عمدہ کتابیں پڑھی لکھی دنیا تک پہنچا کر ایک عمدہ مثال قائم کر دی۔ سیالکوٹ کے مکتبہ نعمانیہ، مکتبہ ماہ طیبہ کوٹلی لوہاراں نعیمی کتب خانہ گجرات، مکتبہ المقیاس لاہور فیصل آباد (لائلپور) میں سنی دارالاشاعت، چشتی کتب خانہ اور مظہر فیض رضا نے بھی اپنے اپنے انداز میں اہم کتابیں چھپوائیں اس سے انکار نہیں کہ دیوبندی اہل قلم کا اشاعتی دنیا پر ابھی تک تسلط ہے مگر وہ اپنے عقائد کو کھل کر بیان کرنے سے قاصر ہیں ملک کی کثیر آبادی سنی عقائد کی حامی ہے مگر یہ لوگ اپنی تحریر کی چاشنی سے عوام کو متاثر کر رہے ہیں جہاں وہ کھل کر سامنے آتے ہیں سر بازار پٹ جاتے ہیں۔

ان دیوبندی اشاعتی اداروں نے عوامی رجحان کو بھانپ لیا ہے اب وہ ہمارے ہی اسلاف کی تصانیف کو بہ ادنیٰ ترمیم بازار میں لا رہے ہیں۔ اس رجحان سے ہم ان کتابوں کے مطالعہ سے بہرہ ور ہو رہے ہیں جو ہماری کم مائیگی کی نوحہ خوانی کر رہی تھیں۔ کراچی کے بعض دیوبندی مطابع تو اس سلسلہ میں بڑا اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ (ماخوذ از تذکرہ علمائے اہلسنّت لاہور)

☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

علامہ بوصیری اور قصیدہ بردہ شریف

عشق مصطفیٰ اور نعت گوئی

سرکار دو عالم جناب رسالت مآب حضرت مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس سے اظہار محبت و عقیدت مسلمانوں کا جزو ایمان ہے، صحابہ کرام اور صالحین امت اسی جذبہ محبت سے سرشار تھے اور یہی چیز ان کیلئے مایہ صد افتخار رہی۔ امت مسلمہ کے شاہ وگدا کے درجات و مراتب کا معیار بھی محبت رسول ہی رہا ہے، عمل بالقرآن اتباع سنت، صلوٰۃ وسلام، نعت و منقبت اظہار محبت کے مختلف انداز ہیں اور عاشقان رسول اسی متاع عزیز کے سہارے کائنات ارضی پر چھائے رہے۔

آنکہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشہ دامان اوست

محبت رسول ہی وہ جذبہ ہے جس کی بدولت شرقی وغربی، عجمی وعربی، رومی وشامی، گورے اور کالے شاہ وگدا مدحت سراء رسول ہوئے۔ سرکار دو عالم کی بارگاہ میں بیٹھنے والوں میں سے نعت خوانان رسول کو ایک خاص مقام حاصل رہا ہے۔ عالم اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں میں مدحت سراء رسول بڑے بلند وارفع مقام پر فائز رہے۔ عربی زبان میں نعت رسول کا گراں قدر ذخیرہ موجود ہے، فارسی، اردو میں نعتیہ اشعار کا بحر ذخار موجود ہے۔

قصیدہ بردہ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیکر علامہ بوصیری قصیدہ بردہ کے عہد (۶۰۸ھ تا ۶۹۵ء) تک ہزاروں قصائد لکھے گئے جو سرکار دو عالم کے محاسن پر ہیں، مگر علامہ بوصیری کے قصیدہ بردہ کو جس خاص شفقت سے نوازا گیا ہے وہ حضرت بوصیری کا ہی حصہ ہے، اس قصیدہ کو خود سرکار دو عالم ﷺ نے صاحب قصیدہ کی زبانی

Marfat.com
Marfat.com

خواب میں سنا۔ چادر انعام میں بخشی بدنی اور روحانی بیماریوں سے نجات دی، اور پھر سب سے بڑھ کر اپنے نعت خوانوں میں منفرد اور ممتاز مقام بخشا، شمع رسالت کا وہ کونسا پروانہ ہے جو بوصیری کی زبان سے کہا ہوا قصیدہ نہیں پڑھتا۔

مشائخ علماء اور صوفیاء نے اسے ہر دور میں حرز جاں بنایا، ہر مجلس میں پڑھا، ایک بار نہیں ہزار بار پڑھا، لاکھوں صالحین امت اسی قصد یہ بردہ کو پڑھتے پڑھتے بارگاہ نبوت میں باریاب ہوئے اور حقیقت یہ ہے کہ اسی تاریخ ساز قصیدہ نے جہاں عاشقان رسول کو ایک مقبول و مرغوب روحانی غذا دی وہاں صاحب قصیدہ کو آسمان شہرت کی ان بلندیوں پر پہنچا دیا، جہاں بہت کم لوگوں کی رسائی ہوئی ہے۔

علامہ بوصیری

محمد بن سعید المعروف بہ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ یکم شوال ۶۰۸ھ (۷ مارچ ۱۲۱۳ء) میں مصر کے ایک قصبہ ''دلاس'' میں پیدا ہوئے۔ آپ قبیلہ صنہاجہ سے تعلق رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ عرب کے بعض تذکرہ نگار آپ کو ''صنہاجی'' اور مقام ولادت کی وجہ سے ''دلاسی'' اور مقام سکونت کی وجہ سے بوصیری لکھتے آئے ہیں۔ آپ نے تیرہ سال کی عمر میں حفظ قرآن کیا اور دیگر اسلامی علوم میں مہارت حاصل کر کے یک گونہ کمال حاصل کر لیا۔ آپ کے کلام میں جن اصطلاحات اور تلمیحات کا تذکرہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علم حدیث، سیر، مغازی اور علم کلام میں پوری پوری صلاحیت رکھتے تھے ، وہ علم ادب، بدیع، بیان اور صرف ونحو میں مشاق دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کا مجموعہ کلام ''دیوان بوصیری'' مصر میں کئی بار چھپا، انگریزی اور جرمنی میں اس کے تراجم ہوئے۔ یہ دیوان آپ کی قادر الکلامی پر شاہد عادل ہے اہل علم نے آپ کے شاعرنہ کمالات اور ادبی مقام پر داد تحسین پیش کی ہے، شیخ الاسلام علامہ سیوطی، علامہ ابن العماد حنبلی، ابن شاکر کتبی، بطرس بستانی (صاحب ادباء العرب) ابن سید الناس (حضرت بوصیری کے شاگرد) جیسے حضرات نے بڑی فراخدلی سے آپ کے کمالات علمی کا اعتراف کیا ہے،

Marfat.com
Marfat.com

مستشرقین میں سے نکلسن اور آربری بھی آپ کی جلالت شان کے قائل ہیں۔

بیعت

آپ تصوف میں حضرت ابو العباس احمد المرسی (م ۔ ۶۸۶ھ) کے مرید تھے۔ اور آپ سے ہی روحانی مقامات طے کیے۔ آپ اپنے زمانہ کے رواج کے مطابق فکر معاش دور کرنے کیلئے وزیر زین الدین یعقوب بن زبیر کے شاہی کاتب تھے۔ بعد ازاں مختلف درباروں تک رسائی حاصل کی۔ عمر کا ایک حصہ اس بادیہ میں گزارنے کے بعد آپ نے اپنے آپ کو ثنا خوانی رسول کے لئے وقف کر دیا اور پھر کوئے حبیب سے عمر بھر قدم باہر نہ کیا۔ علامہ بوصیری جس زمانہ میں پیدا ہوئے، مصر بڑے انقلابی دور سے گزر رہا تھا، سلطان صلاح الدین ایوبی کا بھائی الملک العادل ابو بکر مصر و شام کا حکمران تھا، مگر اس کے وفات کے بعد ایوبیوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور یکے بعد دیگرے مختلف لوگ تخت نشین ہوتے رہے، ایران و توران، عباسیہ اور خوارزمیوں کی باہمی کش مکش کا میدان بنے ہوئے تھے، مصر و شام صلیبیوں کے حملوں اور پھر باہمی آویزشوں کا نشانہ تھے، شمال سے تاتاری حملہ آور سلطنت اسلام کو تہس نہس کر رہے تھے۔ ان حالات میں عالم اسلام پر جو کچھ گزری وہ علامہ بوصیری کی نظروں کے سامنے گزری، آپ دس سال تک بیت المقدس میں مصروف ریاضت و عبادت رہے، پھر سرزمین حجاز میں قیام پذیر ہوئے اور اپنے شیخ کے قدموں میں سکون کی دولت حاصل کرتے رہے۔

بوصیری کے عہد میں مسلمانوں کی حالت

پروفیسر نکلسن نے آپ کے عہد کو شاندار تاریخ کا المناک اختتامیہ قرار دیا ہے، اگرچہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد مسلمان کی ترک، مغل اور ایرانی سلطنتیں قائم ہو گئیں، مگر غازیان اسلام کا ہراول دستہ کہاں گیا جو مدینہ منورہ سے صلوۃ وسلام کی تازگی لیکر روانہ ہوا تھا۔ عرب کے وہ جیالے کن وادیوں میں کھو گئے جو شعلہ بداماں

Marfat.com
Marfat.com

زباں، برق پاش فصاحت اور آتش زیر پر تلواریں لے کر باطل پر ٹوٹ پڑتے تھے، عرب کے وہ حدی خواں کہاں گئے جنہوں نے صحرائے عرب سے نکل کر اسلام کے پرچم کو اپنے زمانہ میں متمدن ترین خطوں میں لہرایا تھا، دنیا کے مزاج کو بدلا تھا، سوچنے کے انداز بدلے تھے، ذہن انسانی کو نئے افکار سے روشناس کیا تھا، بوصیری کے زمانہ میں عہد رفتہ کی یہ عظمتیں عرب کے صحراؤں، غرناطہ کے سبزہ زاروں، اور نیل کی وادیوں میں بکھری دکھائی دیتی تھیں۔ انہیں مدہم روشنیوں میں علم و ادب کا لٹا لٹا کارواں شکست خوردہ قوم اور احساس شکست سے دبا ہوا قافلہ سرگرم سفر تھا، بے منزل بے مقصد اور بغیر کسی نصب العین کے ایک معاشرہ زندگی بسر کر رہا تھا، اس عہد کا ادب جس میں علامہ بوصیری کو زبان فصاحت وا کرنا پڑی، ایک جمودی ادب تھا، ایک مایوس اور قنوطیت زدہ قوم کا ادب تھا، ایک لٹی ہوئی تہذیب کا جسد بے جان تھا، سیاسی انحطاط، معاشی بدحالی اور ثقافتی بے راہ روی اس ادب کا خاصہ بن چکے تھے، شعراء پر جمود تھا اگرچہ شاعر تھے۔ دیوان بھی مرتب ہوئے تھے، شعر بھی کہے جاتے تھے، لیکن متنبّی، معری اور ابن الفارض اس دور کے شعراء کو کیا نسبت تھی، بایں ہمہ علامہ بوصیری نے اس دور میں ایک اچھا ادب پارہ پیش کیا۔ جسے ہم قصیدہ بردہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

قصیدہ بردہ کی مقبولی

ناقدین نے اس قصیدہ عالیہ کی ادبی خوبیوں اور بعض مخصوص صنعتوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے، قصیدہ بردہ کو مصنف نے دس فصلوں میں تقسیم کیا ہے، ہر فصل میں سرکار دو عالم ﷺ کے محاسن و محامد کو انوکھے انداز میں بیان کیا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ عاشقان رسول کیلئے بڑا قابل قدر سامان جمع کر دیا ہے۔ میلاد پاک سے لیکر وصال مبارک تک آپ ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بڑی محبت سے بیان کیا ہے۔ ۱۶۲ اشعروں کا یہ قصیدہ مرصع اہل دل کی روحانی غذا بنا ہوا ہے۔ ابتدائے کار سے لیکر آج تک اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اسے روحانی فائدوں کیلئے استعمال کیا جاتا

Marfat.com
Marfat.com

رہا ہے اور اس سے فیضان کی بارشیں حاصل ہوتی رہیں، وظیفہ جان کر پڑھا جاتا رہا۔ مقدس عبادت گاہوں کے در و دیوار اس کے اشعار سے مزین رہے اور اب تک اہل اللہ کی پاکیزہ مجالس میں اہتمام سے پڑھا اور سنا جاتا ہے، شعراء نے اس قصیدہ پر تضمینیں لکھیں، سیکڑوں شرحیں کیں اور تشطیریں لکھیں، اگر ہم ان تمام شروع و متعلقات کی تفصیل لکھیں تو ایک دفتر درکار ہے تاہم قارئین کے ذوق کیلئے ایک مختصر سا خاکہ ان متعلقات کا ذکر کرتے ہیں جنہیں ماہر کتابیات ترکی عالم علامہ مصطفیٰ ابن عبد اللہ المعروف بہ حاجی خلیفہ و کاتب چلپی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب کشف الظنون کی جلد دوم (مطبوعہ استنبول ۱۹۴۳ء) میں درج کیا ہے۔

اس کتاب میں انہوں نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ان کی نگاہ میں عربی زبان میں قصیدہ بردہ کی چالیس شرحیں گزری ہیں، جنہیں ہر دور کے معروف شعراء ادباء، علماء اور صوفیاء نے تالیف کر کے اپنے ذوق کا ثبوت دیا ہے۔ بیس تخمیس، چودہ تسبیعیں (قصیدہ کے ہر شعر کے پہلے مصرع کو لیکر اس کے ہم قافیہ و ردیف پانچ مصرعوں کے اضافہ کو تسبیع کہتے ہیں) تو تشطیریں (ہر شعر کے درمیان میں دو مصروں کا اضافہ تشطیر کہلاتا ہے) اور کئی ایک تذئیلیں (ہر شعر کے نیچے چند مصرعوں کا اضافہ کو تذئیل کہتے ہیں) اور سینکڑوں تضمینیں لکھی گئیں ہیں۔ لاطینی، جرمنی، فرانسیسی، انگریزی، ملائی، فارسی، اردو، ترکی اور پنجابی میں بڑے ترجمے لکھے گئے اور ان میں سے اکثر چھپے ان دنوں اردو تراجم میں خان بہادر محمد حسین خان، مولانا عزیز الدین بہاولپوری، مطبع مجیدی کانپور، تاج کمپنی لاہور، اصح المطابع کراچی، مولانا نور بخش توکلی مجددی، محسن صدیقی اور محمد فضل احمد عارف کے ترجمے بہت مقبول ہیں۔ مولانا عزیز الدین بہاولپوری نے سرائیکی میں ترجمہ لکھا، پنجابی کے اکثر ترجمے پنجابی شعروں میں لکھے گئے، مولانا نبی بخش حلوائی مرحوم مولف تفسیر نبوی کا پنجابی ترجمہ خاص مشہور ہوا، اس کے علاوہ جاوا (انڈونیشیا میں جاوی زبان میں ۱۳۱۳ھ میں ترجمہ طبع ہوا۔

ماہنامہ ''مصلح الدین'' کراچی نومبر ۲۰۰۵ء

Marfat.com
Marfat.com

پنجاب کی نقشبندی خانقاہوں پر ایک طائرانہ نظر

آج سے کئی صدیاں قبل روس کے علاقہ کے صحرائے گوبی سے ایک ایسا طوفان اٹھا جس نے اس وقت کی سپر پاور اسلامی سلطنتوں کو تہ و بالا کر دیا منگولوں کے لشکر صحرائے گوبی کے سرد اور طوفانی علاقوں سے نکل کر چنگیز خان کی قیادت میں اسلامی سلطنتوں کو روندتے ہوئے آگے بڑھے۔ اس طوفان نے اسلام کی تہذیبی عظمت اور تمدنی تاریخ کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ چنگیز خان کے بعد اس کا پوتا ہلاکو خان اسلامی سلطنتوں پر عذاب الٰہی بن کر وارد ہوا اور اس نے دور تک اسلامی ممالک کی بستیوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اسلامی آثار اور تہذیب کو تہس نہس کر دیا اور عالم اسلام کے علمائے کرام' مساجد' خانقاہوں' درسگاہوں' اور کتب خانوں کو جلا کر خاکستر بنا دیا۔

ایک صدی گذرنے کے بعد اللہ کی مشیت نے مسلمانوں کو ازسر نو اپنی رحمتوں سے نوازا۔ چنگیز خان اور ہلاکو خان کے جانشین منگول حکمران آہستہ آہستہ دامن اسلام میں آنے لگے۔ ان کے درباروں' انکے ایوانوں حتیٰ کہ ان کی اولادوں میں اسلامی تہذیب اور اسلامی تعلیمات کے اثرات پھیلنے لگے۔ انہیں اثرات کے زیر اثر مغلوں (منگولوں) نے اپنے درباروں میں علماء و مشائخ کو بلند مقام دیے اعزازات دیے ان کے افکار اور روحانی نظریات سے استفادہ کیا۔ پھر اسی خاندان سے ایک ایسا مسلمان فاتح اٹھا۔ جس کے لشکر دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ کر انسانوں کو بے دریغ قتل کرتے رہے۔ یہ مسلمان حکمران امیر تیمور لنگ گورگانی تھا۔ ایک طرف اس کی تلوار انسانوں کے سروں کی فصل کاٹنے میں مصروف رہی دوسری طرف اس نے اسلامی تہذیب کے آثار کو دنیائے تہذیب کے سامنے نمایاں کرنا شروع کیا۔ سمرقند اور بخارا کے محلات کے ساتھ ساتھ اس

Marfat.com
Marfat.com

نے مساجد مدارس اور روحانی خانقاہیں قائم کیں۔ یہاں تک ہی نہیں اس نے اپنی اولاد اور دوسرے مغل شہزادوں کو علمائے کرام اور مشائخ عظام کی نگرانی میں علمی تربیت دلائی جو مستقبل میں اسلام کی روحانی تہذیب کے نگران ثابت ہوئے۔

یہ وہی امیر تیمور گورگانی تھا جس نے ایک نقشبندی بزرگ سید امیر مسعود کلال سوخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے جو کے چار سو دانے اٹھا کر اپنی جیب میں ڈالے تھے۔ ان چار سو دانوں کی تعداد کے مطابق تیمور نے دنیا کی چار سو سلطنتوں کو تہ و بالا کر کے اپنے اقتدار کا علم بلند کیا۔ یہ وہی تیمور تھا جس کا والد امیر طغرل خاں اپنے پیر و مرشد حضرت سید امیر مسعود کلال سوخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب اپنے اس بچے کو لے کر حاضر ہوا تو سید امیر مسعود کلال سوخاری نے اعلان کیا کہ اس بچے کی جیب میں جو کے جتنے دانے ڈالے گئے ہیں اتنے سال اس کے خاندان میں حکومت رہے گی۔ تاریخ گواہ ہے کہ خاندن تیموریہ نے چار سو سال تک دنیا کے مختلف خطوں میں حکومت کی۔ پاکستان و ہند برصغیر میں چار سو سال تک مغل سلطنتیں قائم رہیں۔ ان ہی مغل حکمرانوں نے نقشبندی بزرگان دین کو اپنا استاد اور مرشد بنا کر برصغیر میں تشریف لانے کی دعوت دی تھی جن کی روحانی تعلیمات سے سارا ایشیاء مجدّدی فیضان سے مہک اٹھا۔ اسی مغل دور میں حضرت مجدّد الف ثانی اور ان کی اولاد نے مغل بادشاہوں کو اسلامی تربیت میں ایسا پختہ کر دیا کہ ان کے بعد میں آنے والے مغل شہنشاہ دین اسلام کے خادم بن گئے اور انہی کے ہاتھوں دینی مدارس مساجد اور اسلامی مراکز قائم ہوئے۔

اسی زمانے میں سلسلۂ نقشبندیہ کے بانی حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے بخارا سے تین میل دور ''قصرِ عارفاں'' میں اپنی خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ اور سلسلہ نقشبندیہ کی روحانی تعلیمات کو فروغ دینا شروع کیا آپ نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے بلند پایہ افراد کو تربیت دی جو بخارا سے اٹھ کر دنیا کے گوشے گوشے میں

Marfat.com
Marfat.com

پہنچے اور سلسلۂ نقشبندیہ کی خانقاہیں قائم کرتے گئے۔ ان خانقاہوں سے روحانیت کے چشمے پھوٹنے لگے۔ ان خانقاہوں نے سلسلۂ نقشبندیہ کے ایسے ایسے شاہبازان طریقت پیدا کئے جن کی پرواز نے روحانیت کی فضاؤں کو معمور کر دیا۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے تربیت یافتہ شاگردوں نے چار دانگ عالم میں علم و فضل کی روشنیاں پھیلانا شروع کر دیں اور مغل شہزادوں کو خصوصی تربیت دے کر اسلامی سلطنت کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا کر دیا اور مستقبل کے ان حکمرانوں کو اسلامی تہذیب وتمدن سے ایسا آشنا کیا کہ وہ جہاں جاتے فاتح بن کر جاتے۔ حکمران بن کر رہتے اور اسلامی افکار کو پھیلاتے جاتے۔ اسی خاندان سے شہنشاہ ظہیر الدین بابر ابھرا۔ اور وہ وسط ایشیا سے نکلا وہ افغانستان کو روندتا ہوا برصغیر پاک و ہند میں داخل ہوا اور اپنی حکمرانی کے جھنڈے گاڑ دیے برصغیر کو اس نے مغل سلطنت کا پایۂ تخت بنا دیا۔ برصغیر میں مغلوں کی آمد کے ساتھ ساتھ وسط ایشیاء بلخ و بخاری سے نقشبندی مشائخ کی بھی آمد شروع ہوگئی تو انہوں نے اس سرزمین میں سلسلہ نقشبندیہ کے فیضان کی اشاعت میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ یہ مشائخ اکثر مغل شہزادوں کے استاد تھے پیر و مرشد تھے اور شیخ طریقت تھے انہوں نے وسط ایشیا سے نکل کر جنوبی ایشیا کو اپنی تعلیمات کا مرکز بنایا۔ اور جہاں جہاں گئے لوگوں کو روحانی تربیت دیتے گئے۔

مغل دور میں اگرچہ بیشمار نقشبندی مشائخ برصغیر پاک و ہند میں آئے مگر جس ہستی نے نہایت اہم کردار ادا کیا اس کا اسم گرامی حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ تھا وہ افغانستان کے دارالخلافہ کابل سے نکل کر ہندوستان آئے۔ اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ایسی تربیت کی۔ جس کے اثرات چار دانگ عالم تک پہنچے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طرف برصغیر کو کفر و الحاد سے پاک کیا دوسری طرف روس کے شمالی خطوں سے لے کر ترک و تاتار تک اپنے خلفاء کے ذریعے سلسلہ نقشبندیہ کی

Marfat.com
Marfat.com

روشنیوں کو پھیلایا۔ یہی نقشبندی سلسلہ تھا جسے حضرت باقی باللہ نے درآمد کیا تھا اور حضرت مجدد الف ثانی نے عروج تک پہنچا دیا۔ ''سلسلہ نقشبندیہ مجدّدیہ'' کے نام سے سرہند میں ایک روحانی مرکز بنا جہاں سے ایسے ایسے لوگ تربیت پاکر نکلے کہ جو ہر علاقہ ہر شہر ہر قصبہ میں مجدّدی خانقاہوں کا جال بچھاتے گئے۔

سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانی کا اپنا شہر تھا۔ آپ نے اسے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا مرکز بنا دیا۔ ایک لمبے عرصے تک نقشبندیہ سلسلہ کا یہ سرچشمہ لوگوں کو سیراب کرتا رہا۔ مگر مغلوں کے زوال کے بعد سکھوں نے اس شہر کو تہ و بالا کر دیا۔ ملک تقسیم ہوا تو سرہند پنجاب (انڈیا) میں آ گیا۔ ہم صرف ان خانقاہوں پر ایک نظر ڈال رہے ہیں جو پنجاب پاکستان میں ہیں۔ اور جن خانقاہوں سے پنجاب کے مختلف علاقوں میں رشد و ہدایت کے چشمے جاری ہوئے۔ ان خانقاہوں سے ہزاروں نہیں لاکھوں بندگان خدا ہدایت یاب ہو کر نکلے۔

خانقاہ خواجہ خاوند محمود المعروف حضرت ایشاں (لاہور)

حضرت مجدد الف ثانی نقشبندی کے ایک ہمعصر حضرت خواجہ خاوند محمود معروف بہ ''حضرت ایشاں'' وادی کشمیر سے ہوتے ہوئے۔ دہلی اور آگرہ آئے اور وہاں سے لاہور میں قیام پذیر ہو گئے۔ ''حضرت ایشاں'' کو حضرت مجدد الف ثانی ''استاد زادۂ ما و اولاد مرشدان ما'' کہہ کر پکارتے تھے۔ اس وقت کے بلند پایہ نقشبندی شیخ طریقت ''حضرت ایشاں'' نے لاہور میں نقشبندی سلسلہ کی ایک زبردست خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ یہ خانقاہ آج بھی آپ کے مزار کیساتھ باغبان پورہ کے قریب ایک بہت ہی وسیع جگہ اور بلند و بالا روضہ کے ساتھ واقع ہے۔ آپ کے بیٹے نے اس خانقاہ کی رونق کو برقرار رکھا پھر آپ کے خلیفہ خاص ملا میر جاں کابلی اور محمد آغا کابلی نے نقشبندی فیضان کو عام کرنے میں بڑا حصہ لیا۔

Marfat.com
Marfat.com

خانقاہ خواجہ محمد طاہر بندگی لاہور (۱۵۷۶ء-۱۶۳۵ء)

حضرت مجدد الف ثانی کے زمانہ میں لاہور شہر میں حضرت ملا محمد طاہر بندگی ایک جید عالم دین اور روحانی راہنما کی حیثیت سے مانے جاتے تھے۔ وہ ابتدائی زمانے میں قادری سلسلہ میں حضرت خواجہ سکندر کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر تربیت رہے۔ خواجہ سکندر کیتھلی وہ قادری بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کو سیدنا غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے تبرکات کی امانت سے نوازا تھا۔ اور حضرت مجدد نے ان تبرکات غوثیہ کو وصول کرتے وقت اپنی گردن جھکا کر "قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" کی شہادت دی تھی۔ حضرت ملا محمد طاہر بندگی ایک طرف تو حضرت خواجہ سکندر کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلۂ قادریہ میں مرید تھے اور دوسری طرف خواجہ محمد آدم بنوری (مدفون بمکہ مکرمہ) کے جلیس زاویہ روحانیت تھے۔ ان دونوں بزرگان دین نے حضرت ملا طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ کو قادری سلسلہ میں تربیت بھی دی اور ہم نوائی بھی کی اور آپ کو بدرجہ کمال پہنچا دیا۔ مگر ان کی وفات کے بعد حضرت ملا محمد طاہر بندگی حضرت مجدد الف ثانی کے پاس سرہند گئے۔ چند روز آپ کی خدمت میں رہے آپ نہ صرف مجدد الف ثانی سے پہلے ہی واقف تھے بلکہ علم و روحانیت کی راہوں میں یکساں رواں تھے۔ آپ نے حضرت مجدد کے مقامات کو غور سے دیکھا تو بیعت کی التجا کی۔ اور سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہو گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اس قابل جوہر کو اس قدر چمکایا کہ وہ "قطب لاہور" کے مقام پر فائز ہو گئے۔ پھر ان کے علمی و روحانی مقامات کو دیکھ کر حضرت مجدد الف ثانی نے لاہور کو "دارالارشاد" قرار دیا۔ اپنے دو بیٹوں (خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم) کو آپ کی علمی تربیت میں دیا اس طرح حضرت ملا طاہر بندگی اپنے پیر و مرشد کے صاحبزادگان کے استاد بھی تھے اور سلسلہ مجددیہ کی خانقاہ کے سربراہ بھی تھے۔

حضرت محمد طاہر بندگی لاہور کے اندرونی شہر کے علاقہ (جہاں اب چونا

Marfat.com
Marfat.com

منڈی اور اعظم مارکیٹ ہے) کے محلہ اسحاق میں ایک بہت بڑے درس کے سربراہ تھے۔ آپ کے ایک شاگرد رئیس حافظ جان محمد نے لاہور سے باہر (جہاں ان دنوں میانی صاحب کا قبرستان ہے) اپنے باغ میں مجدّدی مدرسہ اور خانقاہ قائم کرنے کیلئے جگہ دی۔ اور خود حافظ جان محمد غلام بے دام کی طرح لاہور میں اولین خانقاہ مجددیہ کی تعمیر اور ترویج پر کمربستہ رہے۔ حضرت محمد طاہر بندگی کو مجدّد الف ثانی نے خصوصی تربیت سے نوازا تھا۔ اس تربیت کا اثر تھا کہ لاہور میں مجددیہ اور نقشبندیہ خانقاہ نے شہر کو بقعہ علم و روحانیت بنا دیا۔ ہزاروں شاگرد تربیت پا کر نکلے آپ کے پانچ خلفاء ابو محمد قادری لاہوری (مدفون میانی لاہور) سید صوفی (مدفون دہلی) لکھن مست (مدفون بیرون موری دروازہ لاہور) شیخ ابو القاسم (مدفون جدہ شریف) اپنے وقت کے سالکان طریقت تھے۔ سکھوں نے اپنے دور اقتدار میں حضرت طاہر بندگی کی خانقاہ مدرسہ مسجد اور عظیم الشان کتب خانے کو تہس نہس کر دیا۔ لاہور میں حضرت ملا طاہر بندگی کا مزار قبرستان میانی صاحب میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔ آپ کے مزار کے وسیع احاطے میں چار ہزار حافظانِ قرآن آسودۂ خاک ہیں جن میں خاصی تعداد نقشبندی، مجدّدی، قادری اولیاء اللہ کی ہے۔

دربار نقشبندیہ مکان شریف

ایک وقت تھا کہ ضلع گورداس پور (پنجاب انڈیا) کے گاؤں رتڑ چھتڑ میں ''مکان شریف'' کے نام سے ایک مجدّدیہ نقشبندیہ خانقاہ نے سارے پنجاب کے طالبان روحانیت کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی۔ اس خانقاہ نے فیضان نقشبندیہ کو عام کرنے میں بڑا کردار ادا کیا۔ خانقاہ کے بانی حضرت شاہ امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھے (۱۲۱۲ھ۔ ۱۲۹۸ھ) آپ نے سلسلہ نقشبندیہ میں بڑے بڑے بلند پایہ علماء کرام اور مشائخ کو روحانی تربیت دی۔ آپ کی خانقاہ کے نظم و ضبط کا یہ عالم تھا کہ حضرت مجدّد الف ثانی کے طریقہ مجددیہ میں زیر تربیت سالکان طریقت کو

Marfat.com
Marfat.com

خاموش اور ضبط رہنے کا عملی سبق دیا جاتا تھا۔ کئی بار ایسا ہوتا کہ ایک ہی مجلس میں تربیت پانے والا دوسرے سالک کے مشاغل اور طریق عرفان سے بالکل بے خبر ہوتا۔ بعض اوقات ایک مجلس میں بیٹھنے والوں کو دوسرے کے نام تک کا پتا نہ ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے تربیت یافتہ صرف اپنے کام سے کام رکھتے تھے۔ اور اس خاموش طریقۂ تربیت کا یہ نتیجہ تھا کہ تمام سالکان طریقت وسوسۂ شیطانی سے محفوظ رہتے تھے۔ اس ساری وادی میں شیطان کا گذر نہیں ہوتا تھا۔ اور جنات کے لشکر راستہ چھوڑ کر گذر جاتے تھے۔ آپ کے زیر تربیت ایک سالک شاہ حسین بھورے والے کو سلسلہ نقشبندیہ میں طاق کیا گیا۔ دوسری طرف انہیں مثنوی مولانا روم کو سبقاً سبقاً پڑھایا گیا۔ شاہ حسین نے اپنے استاد و مرشد سے مثنوی اس طرح پڑھی کہ اس کے سارے دفتر آپ کے سینے میں محفوظ ہو گئے اور آپ کو ساری مثنوی زبانی یاد ہوگئی آپ جہاں بیٹھتے حضرت رومی کے رنگ میں گفتگو فرماتے۔ آپ کے فرزند ارجمند سید صادق شاہ مجددی نے اس خانقاہ کو بڑا فروغ بخشا۔ اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیضان کو سارے ملک میں تقسیم کیا۔ تقسیم ملک کے بعد ان کی اولاد و خلفاء پاکستان کے مختلف شہروں میں آباد ہو گئے اور ''مکان شریف'' کا نام زندہ رکھا۔

خانقاہ خواجہ امیر الدین۔ کوٹلہ شریف (شیخوپورہ)

خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ گورداس پور کے ایک گاؤں دھیر کوٹ میں ۱۷۹۰ء کو پیدا ہوئے۔ حضرت امام علی شاہ ''مکان شریف'' سے بیعت ہو کر علمی و روحانی تربیت حاصل کرتے رہے۔ خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد اپنے مرشد کریم کی ہدایت پر شیخوپورہ کوٹلہ شریف میں سلسلہ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی تو اس ویران علاقے میں سلسلہ نقشبندیہ کے فیضان کا شہرہ سارے پنجاب تک پہنچا۔ یہ وہی خانقاہ ہے جہاں سے ایک شہباز عرفان و معرفت شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد

Marfat.com
Marfat.com

شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تربیت پا کر شرقپور شریف میں سلسلہ نقشبندیہ مجدّدیہ کا ایک شاندار مرکز قائم کیا۔ جس نے سارے پنجاب کو فیضان نقشبندیہ سے مالا مال کر دیا۔ کوٹلہ شریف کے اس فرزند روحانیت نے آگے چل کر دور دراز علاقوں تک اپنے روحانی اثرات مرتب کیے۔

قصور میں مخدومان پنجاب کی مجدّدی خانقاہ

پنجاب کے سکھ دور اقتدار میں شہر قصور میں ایک ایسے نقشبندی بزرگ آئے جنہوں نے نقشبندی مجددی خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ اس خانقاہ کے بانی حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ یکے از مخدومان پنجاب خواجہ غلام مرتضیٰ قصوری کے پوتے تھے۔ خواجہ غلام مرتضیٰ وہی بزرگ ہیں جن کی علمی و روحانی تربیت نے حضرت بلھے شاہ اور پیر سید وارث شاہ جیسے نابغۂ روزگار حضرات کو بلندی بخشی۔ حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ تھے۔ قصور آئے تو حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری نے سلسلہ مجددیہ کی خانقاہ کو روحانیت کا مرکز بنا دیا۔ آپ عالم بھی تھے اور شیخ طریقت بھی تھے۔ آپ اپنے مریدوں کو شرعی علوم کے ساتھ ساتھ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک کا درس بھی دیتے تھے۔ آپ کے مکتب علوم سے زبردست علماء کرام تربیت پا کر نکلے۔ ان میں مولانا غلام دستگیر قصوری' مولانا غلام نبی لِلہ شریف' حضرت خواجہ مرتضیٰ بیربل شریف اور حضرت خواجہ عبدالرسول قصوری جیسے بلند پایہ مشائخ اور علماء تھے۔ ان علماء کرام نے سارے پنجاب میں علمی اور روحانی فیضان کو عام کر دیا۔ آپ کے ان تربیت یافتہ علماء کرام میں سے مولانا غلام دستگیر قصوری نے بہاول پور میں دیوبندیوں کے مقتدر علماء کرام کو شکست فاش دیکر ریاست بدر کرا دیا۔ دوسری طرف مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کو للکار کر مرزا قادیانی سے مباہلہ اور مناظرہ کا چیلنج کیا۔ آپ کی تصانیف

Marfat.com
Marfat.com

سارے پنجاب میں اہل علم کیلئے مشعل راہ بنیں۔

حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری کے ایک اور خلیفہ مولانا غلام نبی للٰہی نے جہلم کے ایک قصبہ للہ شریف میں نقشبندی خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ اور مجددی سلوک کی تربیت دینے لگے۔ اسی طرح سرگودھا کے ایک گاؤں میں بیربل میں حضرت خواجہ غلام مرتضٰی نے نقشبندی فیضان کو عام کیا۔ اور سرگودھا ہی میں میانی کے گاؤں میں ایک ایسے بزرگ قصور سے تربیت پا کر نکلے جنہوں نے اپنے علاقہ کو مجددی بنا دیا۔ قندھار سے حضرت خواجہ قندھاری کی خانقاہ نے کوہ سلیمان کی وادیوں میں سلسلہ مجدّدیہ کی تربیت کی۔ اور ان خانقاہوں سے نقشبندی فیضان کے چشمے پھوٹے۔

حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری بذات خود ایک زبردست عالم دین اور روحانی پیشوا تھے انہوں نے سکھوں کے جبری دور میں بھی اپنا علمی اور روحانی مقام برقرار رکھا اور تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کے ہاں سیکڑوں سالکانِ مجددیہ نے تربیت پائی۔ خصوصاً ان کے بیٹے عبدالرسول قصوری اور ان کے داماد مولانا غلام دستگیر قصوری نے آپ کے علمی اور روحانی فیضان کو مدتوں جاری رکھا۔

خانقاہ سید توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ

پنجاب میں جن نقشبندی خانقاہوں نے نام پیدا کیا ان میں ضلع گورداس پور (پنجاب) میں خانقاہ توکلیہ نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ اس خانقاہ کے بانی حضرت خواجہ توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ تھے آپ نے ۱۲۵۵ھ سے لے کر ۱۳۱۵ھ تک روحانیت کی روشنیاں پھیلائیں۔ آپ کے حلقۂ ارادت میں بڑے بڑے نامور علماء اور مشائخ آتے اور سلوک مجدّدیہ سے بہرہ ور ہو کر نکلتے آپ حضرت خواجہ قادر بخش جہاں خیلاں کے خلیفہ اور تربیت یافتہ تھے آپ کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ آپ ''اُمی محض'' تھے۔ کسی مدرسہ سے نہیں پڑھے تھے کسی عالم دین

Marfat.com
Marfat.com

کی مجلس سے علمی استفادہ نہیں کیا تھا مگر جب وہ علماء کرام کی مجالس میں گفتگو فرماتے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں ایسے ایسے باریک نکتے بیان کرتے کہ اہل علم و فضل داد دیے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ آپ نے زندگی کا ایک طویل عرصہ مجاہدہ اور ریاضت میں گذارا مشاہدہ سے قلبی احوال سے واقف ہو جایا کرتے تھے۔ ملک کے برگزیدہ بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دینا ان کے معمولات میں شامل تھا۔ بعض مزارات پر کئی دن گزارتے اور اپنے طریقہ سے چلہ کشی بھی کرتے۔

بزرگان دین کے تذکرہ نویسوں نے آپ کے حالات کو بڑی عقیدت سے پیش کیا ہے۔ مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے فیض یافتہ تھے آپ نے اپنے ''تذکرہ مشائخ نقشبندیہ'' میں حضرت کے احوال و کمالات کو بڑی تفصیل سے لکھا اور آپ کی عملی، روحانی کرامات پر بھرپور قلم اٹھایا ہے۔ آپ کے حلقہ میں وقت کے کئی مجاذیب کی حاضری ہوتی مگر وہ سلسلہ مجددیہ کی پاس داری کے پیش نظر آپ کی مجلس میں بڑے مؤدّب بیٹھتے اور فیض حاصل کرتے۔ آپ کے دربار کے دور باہر جنات کا پہرہ ہوتا مگر وہ آپ کی بستی میں قدم نہیں رکھتے تھے۔

آپ نے جن حضرات کو سلسلہ نقشبندیہ میں تربیت دی اور خلافت عطا فرمائی ان میں سید امیر اللہ شاہ توکلی، ہاشم شاہ توکلی، مولانا الٰہی بخش، مولانا نور بخش توکلی، مولانا محمد سلیمان توکلی اور مولانا محبوب عالم توکلی (آف سیدہ شریف گجرات) بڑے مشہور ہوئے۔ حضرت مولانا محبوب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے فیضان کو عام کرنے میں بڑا حصہ لیا۔ آپ کے حالات اور ملفوظات کو لوگوں تک پہنچانے میں زبردست کام کیا۔ گجرات میں ایک اور بزرگ مولانا سید حبیب اللہ شاہ صاحب نے بھی توکلی خانقاہ کے سلوک مجددیہ پر لوگوں کی راہنمائی کی۔ سید حبیب اللہ اجنالہ ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے مگر خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ محبوبیہ حبیبیہ کی گجرات میں بنیاد رکھی۔ اور بیشمار لوگوں کو روحانی تربیت دی۔ آپ کے

Marfat.com
Marfat.com

تربیت یافتہ علماء اور مشائخ ابھی تک پاکستان کے مختلف شہروں میں سلسلہ نقشبندیہ پر کاربند ہیں۔

آستانہ عالیہ شرقپور شریف

انیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ میاں شیر محمد شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ کوٹلہ شریف سے فیضان نقشبندیہ لے کر شرقپور شریف میں ایک روحانی خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ آپ ۱۸۶۵ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۸ء تک فیضان نقشبندیہ کے دریا بہاتے رہے۔ میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''آوازۂ مجدّد الف ثانی'' کو سارے پنجاب میں بلند کیا آپ کی آواز کے سامنے دوسرے سلاسل کے ہمعصر مشائخ کی شمعیں دھیمی پڑ گئیں۔ آپ کی صحبت سے سیکڑوں نہیں ہزاروں طالبانِ حق تربیت پا کر نکلے۔ آپ کے پاس اگر کوئی عامی آدمی بھی آتا تو اسے متبعِ شریعت بنا کر واپس بھیجتے۔ آپ کے خلفاء نے سارے پنجاب میں خانقاہیں قائم کیں اور سلسلہ نقشبندیہ کے فیضان کو عام کرتے گئے۔ حضرت کرمانوالے (اوکاڑہ) حضرت میاں رحمت علی گھنگ شریف والے حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب کیلیانوالے (گوجرانوالہ) اور حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربل شریف (سرگودھا) نے تو باقاعدہ نقشبندی خانقاہیں اور بارگاہیں بنائیں جہاں سے مجددی سلوک کی تربیت دی گئی۔

حضرت میاں شیر ربانی کے بھائی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے وصال کے بعد میاں صاحب کی مسند سنبھالی تو اس فیضان کو عام کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے اپنی ساری زندگی حضرت شیر ربانی کے علمی اور روحانی فیضان کو دور دور تک پہنچانے میں شب و روز ایک کر دیے۔ ایک طرف تدریسی ادارے قائم کیے اور وہاں سے علماء کرام کی ایک کھیپ تیار کی۔ دوسری طرف روحانی اسباق کو اہل دل تک پہنچایا۔ میاں غلام اللہ شرقپوری کے دو بیٹوں

Marfat.com
Marfat.com

میاں غلام احمد شرقپوری اور میاں جمیل احمد شرقپوری نے آستانہ شیر ربانی کے چشمہ کو خشک نہیں ہونے دیا۔ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نے تو حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات کو عام کرنے میں بے مثال کردار ادا کیا۔

خانقاہ مجدّدیہ چورہ شریف (کیمبل پور۔ اٹک)

بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں پنجاب کی جس خانقاہ میں سلسلہ مجددیہ نقشبندیہ کو فروغ دیا وہ ضلع اٹک میں چورہ شریف کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں قائم ہوئی۔ اس کے بانی بابا فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ اپنے والد گرامی خواجہ نور محمد تیراہی (م۔ ۱۲۸۶ھ) سے نقشبندی طریق پر تربیت پاکر پنجاب میں آئے اور چورہ شریف کی گمنام بستی کو پنجاب بھر میں روشنی کا مینار بنا دیا۔ ملک کے گوشے گوشے سے سالکین طریقت قطار در قطار حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی کی خانقاہ میں جمع ہونے لگے اور سلسلہ نقشبندیہ کی تربیت پانے لگے۔ حضرت بابا فقیر محمد چوراہی نے بڑے بڑے باکمال لوگوں کو تربیت دی۔ علی پور سیداں (نارووال) کے دو شہبازان طریقت اسی خانقاہ سے سلسلہ نقشبندیہ کی تربیت پاکر علی پور سیداں پہنچے۔

خانقاہ علی پور سیداں (نارووال)

اسی زمانے میں نارووال کے نزدیک ایک گاؤں علی پور سیداں میں سادات گھرانے کے دو نامور مشائخ سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج کیلئے اٹھے ان دونوں کے اسمائے گرامی پیر طریقت سید پیر جماعت علی شاہ لاثانی اور امیر ملت حافظ سید پیر جماعت علی شاہ تھے۔ یہ دونوں بزرگ چورہ شریف کی خانقاہ نقشبندیہ کی روحانیت سے دامن بھر کر علی پور آئے اور اپنی اپنی خانقاہیں قائم کیں۔ حضرت سید جماعت علی شاہ لاثانی (۱۸۴۹ء سے ۱۹۳۹ء) سلسلۂ نقشبندیہ میں لوگوں کو تربیت دیتے

Marfat.com
Marfat.com

رہے۔ آپ صاحب مجاہدہ اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ اس زمانہ میں جو شخص آپ کی خدمت میں کشکول طلب لے کر آتا۔ دامن مراد بھر کر لوٹتا۔ آپ نے اپنے خلفاء کو روحانی تربیت دی۔ اپنی اولاد کو سلسلہ نقشبندیہ کے فیضان کو جاری رکھنے کیلئے تیار کیا حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی کے وسط میں ایک ایسا وقت تھا کہ سارے پنجاب میں حضرت لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف کا چرچا تھا۔ آپ کی وفات ۱۹۳۹ء کے بعد آپ کے خانوادہ کے ایک صاحبزادے پیر سید علی حسین شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا اور ہزاروں مریدوں کو فیض بخشا۔

حافظ پیر سید جماعت علی شاہ نے خانقاہ علی پور کو روحانی، علمی اور سیاسی اعتبار سے امتیازی مقام دیا۔ آپ ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۹۵۱ء تک اس چشمۂ فیضان کو جاری رکھنے میں دن رات ایک کر دیا۔ آپ نے برصغیر کے دینی مدارس کی مالی امداد کی دینی تحریکوں سے تعاون کیا۔ علماء کرام کی ایک ٹیم تیار کی۔ سرزمین حجاز میں بارگاہ نبوی پر حاضر ہو کر لاکھوں غریب عربوں کی مالی امداد کی۔ حافظ سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ تحریک پاکستان میں قائدانہ حیثیت رکھتے تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح کی جدوجہد آزادی میں شریک کار رہے۔ علامہ اقبال، نواب وقار الملک، نواب بہادر یار جنگ آف حیدر آباد کن، میر عثمان علی والی دکن، نادر شاہ والی افغانستان میر خلیل کلید بردار دربار رسالت مدینہ جیسے بلند پایہ سیاست دانوں کے ساتھ آپ کے گہرے مراسم تھے۔ علی پور سیداں کی دونوں خانقاہوں نے پنجاب کو سلسلہ نقشبندیہ کا مرکز بنا دیا۔

خانقاہ عالیہ موہڑہ شریف (مری)

خانقاہ عالیہ موہڑہ شریف مری کی وادی میں حضرت پیر خواجہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ موہڑوی نے سلسلہ نقشبندیہ کی مسند ارشاد بچھائی۔ تو دور دراز سے لوگ قطار در قطار حلقہ ارادت میں آنے لگے۔ کوہ ہمالیہ کی وادیوں سے سالکان طریقت کے

Marfat.com
Marfat.com

قافلے موہڑہ شریف میں پہنچنے لگے۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ کہیاں شریف آزاد کشمیر کے فیض یافتہ تھے۔ ان کے حکم پر اس خانقاہ کو سلسلہ مجددیہ کی درس گاہ بنا دیا۔ آپ کی وجہ سے دور دراز پہاڑوں کی وادیوں میں رہنے والے ہزاروں غیر مسلم دامن اسلام میں آئے۔ اور لاکھوں مسلمان سلوک کی راہوں پر چل کر کامیابیاں حاصل کرتے رہے۔ حضرت کے خلفاء نے ملک کے کئی حصوں میں خانقاہیں بنائیں اور لوگوں کی ہدایت میں سرگرم عمل رہے۔ حضرت خواجہ غلام محی الدین نیریاں شریف' حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی کے ہی فیض یافتہ تھے۔ آپ نے نیریاں شریف میں مسند نقشبندیہ بچھائی تو کوہ ہمالیہ کی وادیوں تک کے لوگ فیض یافتہ ہونے لگے۔ یہ خانقاہ ان دنوں محی الدین یونیورسٹی بن کر نیریاں میں ہزاروں طلباء کو علمی فیضان سے مالا مال کر رہی ہے۔ پیر محمد قاسم موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ کو آباد رکھا۔ ان دنوں آپکے صاحبزادے حضرت پیر ہارون الرشید خانقاہ موہڑہ شریف کی رونقوں کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

خانقاہ لِلّہ شریف (جہلم)

جہلم کے ایک گاؤں للہ شریف میں حضرت للہی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند ارشاد بچھائی ابتدائی دور میں آپ نے یہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر قصور شریف میں خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری کی خدمت میں حاضر ہو کر نقشبندیہ سلوک کی تربیت پائی۔ اور خرقۂ خلافت لے کر للہ شریف آئے۔ آپ کی ترغیب سے آپ کے دوست حضرت خواجہ غلام مرتضی بیربل سے قصور پہنچے۔ اور خانوادہ نقشبندیہ سے فیض یاب ہو کر سرگودھا (شاہ پور) میں بیربل کے مقام پر مسند ارشاد بچھادی۔

حضرت خواجہ غلام نبی للہی (حضرت للہی) نے اس چھوٹے سے گاؤں میں

Marfat.com
Marfat.com

مسند ارشاد بچھا کر ایک عالم کو فیضان نقشبندیہ سے مالا مال کر دیا۔ سیکڑوں شاگرد اور ہزاروں مریدوں کو ہدایت کی راہوں پر چلایا۔ آپ کے پیر و مرشد اپنے اس خلیفہ پر بڑا ناز کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ میرے غلام نبی نے جنگل کو منگل بنا دیا۔ حالانکہ آپ کے زمانے میں ہزاروں درسگاہیں پنجاب میں کام کر رہی تھیں اور مختلف سلاسل کی خانقاہیں اپنے اپنے متوسلین کو روحانی فیضان پہنچا رہی تھیں۔ مگر حضرت للہی نے نقشبندی سلوک کو اس انداز سے جاری کیا کہ آپ کے معاصرین آپکی ہمت پر رشک کیا کرتے تھے۔

خانقاہ بیربل شریف (سرگودھا)

بیربل سرگودھا میں ایک غیر معروف گاؤں تھا مگر یہاں ایک نقشبندی عالم دین نے مسند علم و عرفان بچھائی تو یہ علاقہ شہروں پر بھی سبقت لے گیا۔ حضرت خواجہ غلام مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ قصور سے عرفان مجددیہ کی تربیت پا کر جب بیربل آئے اور یہاں چشمہ علم و روحانیت جاری کیا تو سارا پنجاب امنڈ آیا۔ آپ ایک عالم دین ہونے کی وجہ سے للہ شریف کے مولانا خواجہ غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر درسیات کی تعلیم میں مصروف رہتے تھے مگر ان دونوں بزرگوں نے جب حضرت غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری کی شہرت سنی تو قصور پہنچے بیعت ہوئے تربیت حاصل کی۔ خرقۂ خلافت پایا اور اپنے اپنے علاقوں میں دینی تدریس کے ساتھ ساتھ روحانی تعلیم کو بھی عام کیا۔ آپ کا تدریسی کام بڑھا اور آپ کے ایک عقیدت مند زمیندار رئیس کوٹ بھائی والے نے آپ کی خانقاہ اور مدرسہ کیلئے ۸۰ بیگھہ زمین نذر کر دی۔ آپ نے وہاں ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی پھر سلسلہ نقشبندیہ کی خانقاہ بنائی جہاں سے پنجاب بھر کے سالکان طریقت تربیت پا کر ملک کے گوشے گوشے مین پھیلنے لگے۔ آپ کے خلفاء نے پنجاب کے مختلف اضلاع میں

Marfat.com
Marfat.com

مساجد اور مدارس تعمیر کرائے اسی مسجد کیساتھ ایک بہت بڑا دینی مدرسہ جاری کیا جہاں سے سیکڑوں علماء فارغ ہو کر جاتے تھے آپ کی وفات ۱۳۲۱ھ کے بعد آپ کے پوتے صاحبزادہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ بیربل کو ازسرنو روحانیت کا مرکز بنا دیا۔ صاحبزادہ محمد عمر اگرچہ حضرت میاں شیر محمد' شیر ربانی نقشبندی شرقپوری سے فیض لیکر آئے تھے لیکن انہوں نے اپنے دادا کی خانقاہ کو پوری شان سے مرکز روحانیت بنا دیا اور اس طرح شیر ربانی اور دائم الحضوری کی تربیت گاہ قائم ہوگئی۔ چونکہ صاحبزادہ محمد عمر صاحب دینی علوم اور مروجہ علوم پر عبور رکھتے تھے۔ آپ نے خانقاہ بیربل کو نئے انداز سے سنوارا۔ اور اس خانقاہ کو صرف دربار ہی نہیں بنایا علم و روحانیت کا مرکز بنا دیا۔ آپ تادم آخر مسند ارشاد پر رہے اور ہزاروں طالبان طریقت کو فیض یاب کرتے رہے۔ صاحبزادہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصنیف بھی تھے اور صاحب عرفان بھی آپ کی تصانیف نے علمی اور روحانی دنیا میں بڑا نام پایا۔ آپ کا قلم شگفتہ تحریریں لے کر سامنے آتا آپ کا سلوک عرفانی رنگ لے کر دلوں کو معمور کرتا جاتا آپ کے ایک مرید مولوی فضل احمد بیر بلوی نے اپنے مرشد کی تعلیمات کو ماہنامہ ''سلسبیل'' کے نام سے کوثر و تسنیم کی موجوں کی طرح رواں دواں رکھا۔

دربار مجدّدیہ باولی شریف (کھاریاں' گجرات)

گجرات کی تحصیل کھاریاں میں ایک چھوٹا سا گاؤں ''باولی شریف'' ہے جہاں ایک مرد حق آگاہ خواجہ محمد خان عالم نقشبندی مجددی نے سلسلہ نقشبندیہ کی خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ آپ نے حضرت خواجہ نور محمد تیمراہی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں تربیت پائی تھی۔ آپ کے ایک رفیق علم قاری سلطان محمود اعوان شریف قادری نے اسی زمانے میں سلسلۂ قادریہ میں لوگوں کو علم و عرفان سے وافر

Marfat.com
Marfat.com

حصہ دیا۔ خواجہ خان عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ (لاثانی علی پوری) حافظ پیر جماعت علی شاہ، مولانا محمد نبی بخش حلوائی (مولف تفسیر نبوی) جیسے اہل علم کی مجالس میں شرکت فرماتے۔ اور یہ حضرات بھی آپ کی خانقاہ میں باقاعدگی سے حاضر ہوتے اور آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے۔ آپ نے جن حضرات کو تربیت دی انہوں نے سارے پنجاب میں حضرات مجددیہ کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے روشناس کرایا اور جن حضرات نے آپ کی مجالس میں حصہ لیا۔ وہ ساری عمر مجدد الف ثانی کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے۔ آپ کا وصال ۱۲۸۸ھ میں ہوا۔

پنجاب میں بزرگانِ سلسلہ نقشبندیہ کا فیضِ عام

ہم نے پنجاب کی چیدہ چیدہ نقشبندی خانقاہوں کا ذکر کیا ہے۔ مگر اس بیسویں صدی میں پنجاب کے کئی علاقوں میں فیضان مجدّدیہ کے چشمے بہتے رہے۔ حافظ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ نے عیدگاہ راولپنڈی میں مسند ارشاد بچھائی۔ لاہور میں ایک نقشبندی بزرگ خواجہ نور محمد نقشبندی بڑے باکمال بزرگ تھے آپ نے اپنے والد گرامی غلام مرتضٰی قلعہ والے سے تربیت پا کر عثمان گنج لاہور میں ایک نقشبندی ادارہ قائم کیا جو ایک عرصہ تک علم و روحانیت کی تربیت دیتا رہا۔ شہر لاہور کے اندر مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد اور خلیفہ مولانا محمد نبی بخش حلوائی نقشبندی نے سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دیا۔ آپ نے پندرہ جلدوں میں پنجابی اشعار میں ''تفسیر نبوی'' لکھی جو اعتقادی اور روحانی انداز میں ایک ممتاز تفسیر قرآن ہے۔ یکی دروازہ لاہور کے اندر ایک اور نقشبندی بزرگ مہر محمد صوبہ بڑے پاکباز بزرگ ہوے ہیں۔ انہوں نے اپنے متوسلین میں نقشبندی عرفان کو عام کیا۔ آلو مہار شریف ضلع گوجرانوالہ میں ایک نقشبندی خانقاہ نے نقشبندیہ سلوک کی تربیت دی۔ پھر علی پور شریف کے تربیت یافتہ خلفاء نے پنجاب کے مختلف شہروں میں تعلیمات مجدّدیہ کی خانقاہیں قائم کیں۔ ہم شرقپور شریف کے خلفاء کا تذکرہ کر

Marfat.com
Marfat.com

آ ئے ہیں۔ ان خانقاہوں کے تربیت یافتہ خلفاء نے اپنی اپنی بستیوں کو نقشبندی تعلیمات کا مرکز بنا دیا۔

حضرت پیر خواجہ محمد معصوم مجدّدی نے اپنے والد پیر نواب الدین موہری شریف سے دستار خلافت لے کر سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دیا آپ نے اپنے متوسلین سے ہزاروں صوفیہ کو تربیت دی جو مجددی سلسلہ سے وابستہ ہونے کے باوجود ذکر بالجہر کرتے۔ اور اپنے پیر و مرشد کی مجالس کو بارونق بنا دیتے تھے۔ خواجہ محمد معصوم آف موہری شریف نے پاکستان سے باہر نکل کر یورپ کے مختلف ممالک میں بھی اپنے متبعین کو تربیت دی۔ وہ جہاں جاتے اپنے عقیدتمند نقشبندی صوفیوں کی ایک جماعت ان کے اردگرد اللہ ہی' اللہ ہی' کا ذکر بالجہر کرتی آپ نے موہری شریف کھاریاں گجرات میں ایک شاندار خانقاہ تعمیر کرائی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے خلفاء ملک کے مختلف علاقوں میں سلسلہ نقشبندیہ پر کام کر رہے ہیں۔ پچھلے دس سال سے اخندزادہ پیر سیف الرحمٰن پیرارچی افغانستان کی وادیوں سے نکل کر پاکستان میں آئے۔ انہوں نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ جاری کیا۔ اور ہزاروں نہیں لاکھوں لوگوں کو نقشبندی طریقے میں تربیت دی۔ آج ان کے تربیت یافتہ سالکانِ طریقت ملک کے اندر اور ملک کے باہر ''سلسلۂ سیفیہ'' میں کام کر رہے ہیں۔

ہم اپنے قارئین کو اس حقیقت سے آشنا کرنا چاہتے ہیں کہ یہ خانقاہ نشین بزرگ ساری زندگی اپنی خانقاہوں میں نہیں بیٹھے رہتے تھے اور نہ ہی دنیا ان کی خانقاہوں یا حجروں پر حاضر ہوتی اور انہیں وہ فیضان نقشبندیہ سے حصہ دیتے جاتے۔ صحیح صورتحال یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے متحرک لوگ تھے۔ وہ روحانی فیض حاصل کرنے کیلئے دور دراز کے سفر کیا کرتے تھے۔ اپنے وقت کی روحانی شخصیات کی تلاش میں سیکڑوں میل پا پیادہ بلکہ برہنہ پا چلے جاتے پھر ہزاروں برگزیدہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کیلئے حاضری دیتے۔ کئی کئی دن ان مزارات سے

Marfat.com
Marfat.com

فیض حاصل کرتے حصولِ فیضان کیلئے ان حضرات نے بزرگوں کے مزارات پر بڑی ریاضتیں کیں، مشقتیں برداشت کیں۔ قصرِ عارفاں (بخارا) سے جو نقشبندی حضرات حضرت بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے تربیت پا کر برصغیر پاک و ہند میں وارد ہوئے یہ زبردست سیاح اور متحرک بزرگ تھے۔ یہ لوگ پاک و ہند کے وسیع علاقوں میں پھیلتے گئے۔ جہاں جہاں کوئی صاحب دل پایا اس سے فیض حاصل کیا۔

''دانہ می چیدیم ہر جائے کہ خرمن یافتیم'' اور جہاں جہاں سے فیض یابی کی ضرورت محسوس کی جنگلوں صحراؤں بیابانوں کی پروا کئے بغیر خود چل کر گئے۔

سلسلۂ مجددیہ کے بانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب حضرت خواجہ باقی باللہ سے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ تو آپ سرہند لاہور دہلی اور آگرہ کے درمیان سیکڑوں بار آتے جاتے رہے۔ اکبری الحاد کا مقابلہ کرنے کے باوجود وہ اپنے بزرگوں مشائخ اور علمائے وقت سے ملتے۔ ان سے ملاقاتیں کرنے سے کبھی غافل نہیں رہتے تھے۔ انہوں نے ہر سلسلہ کے بزرگوں کی زیارت کرنے کیلئے بیشمار سفر کئے۔ پھر خود اپنے مریدوں نیاز مندوں اور عقیدت مندوں کی تربیت کیلئے چل کر ان کے ہاں پہنچتے۔ دہلی سرہند اور لاہور جیسے پررونق شہر چھوڑ کر اپنے نیاز مندوں کے پاس دور دراز علاقوں میں جاتے ان لوگوں میں علماء کرام مشائخ عصر امرا اور فقراء ہر قسم کے لوگ ہوتے۔

طریقہ مجددیہ اگرچہ ایک خاموش تبلیغی اور روحانی سلسلہ ہے مگر یہ بڑا متحرک سلسلہ ہے۔ اس طریقہ کے مجددی حضرات جن کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں اپنی خانقاہوں سے نکل کر دور دراز علاقوں میں پہنچ کر مجددیہ طریقہ جلیلہ کی اشاعت میں حصہ لیتے۔ ان کے سفر ان کی سیاحت ان کے متحرک شب و روز سے اندازہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی خانقاہیں چلتی پھرتی درس گاہیں تھیں۔ آج ان

Marfat.com
Marfat.com

کے سجادہ نشین جنہوں نے دربار اور بارگاہیں بنا رکھی ہیں۔ ان کو اندازہ نہیں کہ ان کے بزرگوں نے کتنی ریاضتیں کتنے سفر اور کتنی مشقتیں برداشت کیں۔

ہم ایک نقشبندی مجدّدی بزرگ کا ایک واقعہ بیان کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جنہوں نے اپنے خلفاء اولاد اور سجادہ نشینوں کیلئے ایک مثال چھوڑی ہے۔ ہم پنجاب کے اس مجددی بزرگ کا نام دانستہ نہیں لے رہے تاکہ ان کی اولاد یہ واقعہ پڑھ کر دل گرفتہ نہ ہو جائے اس مجددی بزرگ کے مریدوں کا حلقہ بڑا وسیع تھا۔ ان میں جاگیردار' زمیندار' سرمایہ دار اور کئی کارخانہ داروں کی ایک خاصی تعداد بھی تھی۔ یہ سرمایہ دار لوگ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو دست بستہ کھڑے رہتے۔ اور حضرت غرباء علماء اور سادات سے تعلق رکھنے والوں کو اپنے پہلو میں جگہ دیتے جب یہ پیر صاحب گھر سے نکلتے تو شاہی جاہ وجلال کے ساتھ نکلتے۔ ایک بار آپ اپنے ایک امیر مرید کی دعوت پر روانہ ہوئے وہ اپنے علاقہ کا ذیلدار تھا آپ کے چالیس مرید ہم رکاب تھے۔ اسی گاؤں کے ایک کونے پر آپ کا ایک غریب مرید رہتا تھا۔ وہ موچی تھا۔ اور حضرت سے بے پناہ عقیدت رکھتا تھا۔ جوتے مرمت کرنے کیلئے اپنے گھر سے خانقاہ تک جاتا تھا۔ اس کے گھر غربت کا سایہ تھا۔ حضرت جب اپنے مریدوں کے جلوس کے ساتھ ذیلدار کے گھر جا رہے تھے تو موچی کے گھر پر نظر پڑی تو فرمانے لگے کہ آج تو ہم یہاں قیام کریں گے سواری سے اتر پڑے موچی کا صحن صاف ہونے لگا۔ صفیں بچھنے لگیں سارے مرید مؤدّب ہو کر دست بستہ ارد گرد بیٹھ گئے ہزاروں عقیدتمند سر پر نذرانے اٹھائے حضرت کی زیارت کو پہنچنے لگے موچی کا گھر تھا اور اس مجددی بزرگ کا قیام۔ علاقہ کے امراء نے اصرار کیا حضرت آپ ہمارے گھر آئیں یہاں آرام رہے گا مگر آپ نے فرمایا اس بار ہم یہاں ہی ٹھہریں گے۔ آپ نے موچی کے گھر میں تین دن قیام کیا ان تین دنوں میں جتنے نذرانے آئے دیہات

Marfat.com
Marfat.com

کے لوگ غلہ لائے جانور اور مویشی پیش کئے اور دوسری ہزاروں چیزیں نذر گزار کیں۔ موچی کا گھر بھر گیا۔ وہ حیران تھا کہ یہ کیا ہوا میں کہاں اور یہ لوگ کہاں حضرت جانے لگے تو آپ نے اعلان فرمایا جتنے نذرانے جتنی فتوحات آئی ہیں وہ تمام کی تمام میرے اس مرید کیلئے ہیں آپ اٹھے دامن جھاڑ کر آگے چلے گئے۔ ہم نے یہ ایک مثال دی ہے کہ یہ لوگ خانقاہوں سے نکل کر فیضان نقشبندیہ مجددیہ تقسیم کرنے کیلئے سفر کرتے اور غریبوں کو بھی مالا مال کرتے جاتے۔ ہم نے جن خانقاہوں کا ذکر کیا ہے وہ بارگاہیں نہیں تھیں' دربار نہیں تھے' بلکہ روحانیت کے بہتے ہوئے چشمے تھے۔ آج کے خانقاہ نشینوں' سجادہ نشینوں اور درباروں کے مالکوں کو یہ اندازہ نہیں کہ ان کے آباؤ اجداد نے پنجاب کی سرزمین کو کس طرح روحانیت سے مالا مال کیا تھا۔

☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

عیسائی مبلغین اور علماء اسلام

برصغیر میں فرنگی اقتدار کے طلوع کے ساتھ ہی عیسائی مبلغین (مشنری) کی آمد کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوگیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط پر (1813) میں انگلستان کی پارلیمنٹ نے ایک بل پاس کیا۔ جس کی رو سے انجمن ترقی علوم عیسائیت کے آرک بشپ کو اختیار دیا گیا کہ وہ پاک وہند میں تبلیغ عیسائیت کیلئے اپنے مبلغین بھیجے۔ چنانچہ انگلینڈ کے پادریوں کی ایک جماعت 1814 میں کلکتہ پہنچی اور اپنا تسلط قائم کرتی گئی۔ عیسائی مبلغین کی کھیپ میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں انگلستان کے مشہور مبلغین نے برصغیر میں عیسائی تبلیغ کی بنیادیں رکھیں جن میں ہنری مارٹن' کلاڈلیس لوکاٹین' ڈاکٹر ڈف' مٹر جن سن' پادری جوشا مارش اور ولیم وارڈ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ لوگ اپنی علمی قابلیت میں شہرہ آفاق تھے اور اپنی تبلیغی قابلیت کی بناء پر سارے یورپ میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

ابتدائے کار میں ان عیسائی علماء نے فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں اساتذہ اور تلامذہ کی حیثیت سے انجیل کے تراجم وتفاسیر کی اشاعت کا ایک شعبہ قائم کیا اور مشرقی زبانوں میں اپنے نظریات کی تبلیغ کرتے اور نہایت پرامن طریقہ سے عیسائی مذہب کی خوبیاں بیان کرتے۔ ان کے منادی کرنے والے بازاروں' چوراہوں اورمیلوں کے اجتماعات میں چلے جاتے اور عوام کے سامنے عیسائیت کی تبلیغ کرتے۔ ۱۸۵۲ء میں ان عیسائی تبلیغی اداروں نے ملک میں ۱۳۴۶ سکول قائم کرلئے جن میں ۴۷۵۰۴ عیسائی لڑکے اور لڑکیاں پاک و ہند کی علاقائی زبانوں سے واقف ہوکر عیسائی تبلیغ کیلئے تیار ہوگئے اس کے ساتھ ہی ۱۲۶ ایسی درس گاہیں قائم کر دی گئیں جن میں ۱۴۵۶۲ نوجوانوں کوفن مناظرہ میں طاق کر کے

Marfat.com
Marfat.com

ملک کے مختلف حصوں میں بھیج دیا گیا دوسری طرف انگریزوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار کے ساتھ ۲۵ پرنٹنگ پریس قائم کر دیئے گئے جن میں عیسائی تبلیغی لٹریچر چھپ چھپ کر برصغیر کے گوشہ گوشہ میں پہنچنے لگا۔

اگر یہ ادارے اپنے پرامن تبلیغی کارناموں میں مصروف رہتے تو کوئی بات نہیں تھی مگر ان کے فارغ التحصیل نوجوانوں نے مسلمان علماء کرام اور عوام الناس کے ساتھ مناظرا انداز پر عیسائیت کی برتری منوانے کیلئے جگہ جگہ ہنگامے برپا کرنے شروع کر دیئے' مسلمان ایک طرف سیاسی طور پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے مکار اور سفاک حکمرانوں کے ظلم وستم سے تنگ آچکا تھا اور دوسری طرف مذہبی دلآزاری کے ساتھ ساتھ بعض دریدہ دہن عیسائی مبلغین نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہذیان گوئی شروع کر دی۔ اس صورت حال نے علماء اسلام کو میدان عمل میں لا کھڑا کیا اور انہوں نے ان لوگوں کو للکارنا شروع کیا۔

علماء اسلام اپنی بے سروسامانی کے باوجود انگریز کے سیاسی اور تبلیغی طوفانوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے چنانچہ علماء حق کی ایک جماعت تو باقاعدگی کے ساتھ جہاد کیلئے اٹھ کھڑی ہوئی اور انہوں نے عوام کے اندر روح جہاد پھونک کر انہیں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کیلئے تیار کر دیا۔ ناکامی کی صورت میں ان علماء دین کو جن مصائب اور آلام کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بیان سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ ان کے لاشے کئی کئی دنوں تک دارورسن کی زینت بنتے رہتے بعضوں کو توپ دم کر دیا گیا۔ بعض عمر بھر دریائے شور (کالا پانی) کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ اور بعض کی آنکھوں کے سامنے ان ان کے اہل وعیال کو ذبح کر دیا گیا اور ان کے مدارس کو لوٹ کر جلا دیا گیا۔ ان بزرگوں میں مولانا احمد اللہ مدراسی' مولانا فضل حق خیر آبادی مولانا فضل امام خیر آبادی مولانا عنایت علی چریا کوٹی' حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے علاوہ سینکڑوں علماء کرام شمع حریت وطن پر پروانہ وار قربان ہوتے رہے۔ مگر علماء کا ایک طبقہ

Marfat.com
Marfat.com

ایسا بھی تھا جو عیسائی مبلغین کو علمی میدان میں للکارتا اور انہیں شکست فاش دے کر ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عظمت اسلام کی حفاظت کرتا تھا۔ ان علماء کرام میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی، مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، ڈاکٹر وزیر حسن، مولانا آل حسن، مولانا اشراف الحق، مولانا احمد علی سہارنپوری، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی، مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا حافظ ولی اللہ لاہوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان لوگوں نے عیسائی پادریوں کے خلاف علمی جہاد کیا۔ عیسائی مبلغین کے کتابی اور اخباری زہریلے پراپیگنڈے کا علمی انداز میں جواب دیا۔ وہ قریہ بہ قریہ کوچہ بہ کوچہ اور دور دراز دیہات میں پہنچے۔ معرکہ آرا مناظرے عدیم المثال مباحثے اور زور دار مقابلے کر کے عیسائی مبلغین کے کھوکھلے دعوؤں کے تارو پود بکھیر دیئے۔ انگریز حکومت نے ان علماء حق کو باغی اور غدار قرار دیا۔ ان پر مقدمے قائم کئے۔ جائیدادیں ضبط کیں جلا وطن ہوئے پس دیوار زنداں پا بجولاں رہے مگر پاک وہند کی سرزمین کو عیسائی مبلغین کے منحوس اثرات سے پاک کر کے دم لیا۔ ان علماء کرام کے علمی جہاد کا نتیجہ یہ تھا کہ جس قوم نے پورے دو سو سال حکومت کی۔ اس کے مذہب کے تبلیغی اثرات اس کے جانے کے ساتھ ہی ختم ہوتے گئے۔

ان علماء کرام نے اس سلسلہ میں جتنی کتابیں لکھیں۔ رسالے شائع کئے مناظرے کئے مضامین چھاپے ان کے اثرات وفوائد لکھنے بیٹھیں تو پوری تاریخ مرتب ہوتی ہے مگر ہم اس دور کو ایک طائرانہ نظر سے دیکھتے چلے جاتے ہیں تاکہ آج کا مسلمان یہ اندازہ لگا سکے کہ دین حق کی حفاظت کیلئے ان کے آباؤ اجداد نے کتنا خون جگر نچھاور کیا تھا حقیقت یہ ہے کہ پاک وہند کے مسلمانوں کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے جب وہ تصور کرتے ہیں کہ ان کے بزرگوں نے انتہائی سنگین حالات کے باوجود عظمت اسلام پر آنچ نہیں آنے دی۔

عیسائی مبلغین کی بڑھتی ہوئی قوت نے مسلمانان برصغیر پر عرصہ حیات تنگ

Marfat.com
Marfat.com

کر دیا تھا۔ لارڈ میکالے کے وائسرائے مقرر ہونے کے بعد مشنریوں کی خاص طور پر سرپرستی ہونے لگی۔ انہیں بے پناہ مالی امداد دے کر غریب عوام کو ترغیب عیسائیت دی جانے لگی۔ اور فورٹ ولیم کالج نے مغربی علوم کی اشاعت کے دروازے کھول دیئے۔ لارڈ ڈلہوزی نے تو انگریزی تہذیب وتمدن کو رواج دینے کیلئے باقاعدہ ایک محکمہ قائم کیا۔ اور عیسائی مذہب اختیار کرنے کیلئے ضلع کے تمام افسروں اور ان کی بیگمات کو مالی امداد دینے کے حکم نامے جاری کر دیئے۔ فوجی افسر اپنی رجمنٹوں میں اپنے ماتحت سپاہیوں کو حضرت مسیح کی تعلیمات دینے لگے پنجاب کے اعلیٰ حکام ہنری لارنس، جان لارنس، رابرٹ ڈالٹلڈ، میکلوڈ ہربرٹ ایڈورڈ اور جان نکسن نے انجیل کی تعلیم دلوانے کیلئے پوری سرکاری مشینری وقف کر دی تھی۔

علماء کرام کو اس بات پر سزائیں دی جاتی تھیں کہ وہ عیسائیوں کو نصاریٰ کیوں لکھتے تھے۔ لفظ ''نصاریٰ'' کی خونی داستان مولانا حالی نے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

''بعض اضلاع میں مسلمانوں کی تحریریں ایام غدر میں پیش کی گئیں جن میں انگریزوں کو لفظ ''نصاریٰ'' سے تعبیر کیا گیا تھا انگریزی حکام نے اس لفظ کو بھی بغاوت پر محمول کرتے ہوئے لکھنے والے کو سزائیں دیں۔

سرسیّد نے اسی لئے انگریزوں کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے ایک رسالہ ''تحقیق لفظ نصاریٰ'' لکھا اور انگریزی میں چھپوا کر حکام تک پہنچایا تاکہ وہ مزید سختی نہ کریں۔

سرکاری اثر اندازی کا یہ عالم تھا کہ ۱۸۵۸ء میں کمانڈر انچیف سر جان نے فوجی سپاہیوں کو داڑھی صاف کرنے کا آرمی آڈر نافذ کیا۔ جیل میں قیدیوں کی داڑھیاں منڈوادی جاتیں۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری کی داڑھی زبردستی مونڈی گئی تو انہوں نے اپنے ایک ساتھی مولانا یحییٰ کو دیکھا جو اپنی داڑھی کے گرے ہوئے بال

Marfat.com
Marfat.com

اٹھا کر روتے ہوئے کہتے۔ ''یہ داڑھی خدا کی راہ میں کھینچی گئی اور کاٹی گئی۔''
(تواریخ عجیبہ)

''حیات جاوید'' مین سرسید نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ سرکاری ملازمین کو نماز پڑھنے سے روکا جاتا تھا اور ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمان لڑکوں کو عیسائی سکولوں میں داخلہ لینے کی سرکاری ترغیب دی جاتی تھی مولانا عبدالحق دہلوی مصنف ''تفسیر حقانی'' نے تفسیر حقانی کے ص ۸۴ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ عیسائی مشنریوں نے قرآن پاک میں تحریف کر کے پرانے قلمی نسخے عوام سے لے کر نئے ایڈیشن چھپوائے غریب اور یتیم بچوں کو عیسائی بنایا جاتا غرضیکہ عیسائیت کو مقبول اور مرغوب بنانے کیلئے ہر حربہ استعمال کیا جاتا۔

اندریں حالات علماء اسلام نے سخت نوٹس لیا وہ میدان عمل میں نکل آئے اور پاک و ہند کے الگ الگ شہر میں ان برخود غلط پادریوں کو سرعام للکارا اور شکست فاش دی جانے لگی اور ان کے غلط دعوؤں کا محاسبہ کر کے ان کا تنقیدی تعاقب کیا گیا۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی کا عیسائیوں سے ایک مناظرہ

ہندوستان میں عیسائی مناظروں کا سلسلہ اگرچہ اکبری دور سے شروع ہو چکا تھا اور اس دور کے مشہور مناظرے شیخ قطب الدین تھانیسری مولانا عبداللہ اور پھر شاہجہانی دور میں مولانا سعد اللہ خاں نے سر کئے تھے۔ ابتداء میں علماء کرام حکومت کے جوروستم کے سامنے ان لوگوں کو نظر انداز کر دیتے تھے مگر سب سے پہلے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سکوت کو توڑا اور عیسائیوں کو للکارا جس سے دوسرے علماء کرام میں بھی جرأت پیدا ہوگئی۔ شاہ عبدالعزیز دہلی کی جامع مسجد میں درس قرآن دیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ بہت بڑے مجمع کے سامنے قرآن پاک کی تفسیر بیان کر رہے تھے کہ ایک بارعب پادری

Marfat.com
Marfat.com

نے آگے بڑھ کر آپ کو مخاطب کیا اور کہا کہ قرآن کا درس بند کریں پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیں مجمع میں ایک سناٹا چھا گیا پادری بڑا بے باک تھا اور اردو اور فاسی زبان سے واقف نظر آتا تھا۔ اس نے آتے ہی یہ شعر پڑا۔

''کہ ایں بزیر زمین است او باوج سماست''

حضرت عیسیٰ کی اوالعزمی اسی واقعہ سے ظاہر ہو رہی ہے کہ وہ آسمان پر ہیں اور آپ کے نبی زیرزمین مدفون ہیں۔

شاہ صاحب نے بجائے اس کے کہ اسے طویل علمی دلائل دے کر قائل کرتے فی الفور ایک شعر پڑھا۔

بگفتمش کہ نہ ایں حجت قوی باشد
حباب برسر آب و گہرتہ دریاست

اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ حضرت عیسیٰ بمنزلہ بلبلہ آسمان پر ہیں اور سرکار دو عالم موتی کی طرح سمندر کی تہہ میں ہیں۔

یہ فی البدیہ شعر سن کر پادری بڑا محظوظ ہوا اور آپ کی ذہانت کی داد دینے لگا اور کہنے لگا اچھا مفصل مناظرہ پھر کریں گے۔ اب میں چلتا ہوں۔

اس واقعہ کے بعد شاہ عبدالعزیز دہلوی نے محسوس کیا کہ یہ لوگ عقلی طور پر علماء اور عوام کو پریشان کرتے رہیں گے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ نے اپنے درس کا رخ عیسائیت کے رد اور شیعوں کے خلاف جو ان دنوں مسلمان ریاستوں میں سینوں سے الجھ رہے تھے پھیر دیا آپ نے اپنے ہم عصر علماء کرام کو بھی جرأت دلائی اور مناظروں کا سلسلہ جاری ہو گیا کوئی دن ایسا نہ تھا کہ دہلی لاہور امرت سر اور پاک و ہند کے دوسرے بڑے شہروں میں کوئی نہ کوئی مناظرہ نہ ہوتا ہو۔

مولانا ہادی کا ایک دلچسپ مناظرہ

انہی دنوں مولانا ہادی نے ایک مفصل کتاب مناظرہ بنام ''ردنصاریٰ'' ۲۰

Marfat.com
Marfat.com

دسمبر ۱۸۴۰ء کو شائع کرادی۔ اس کتاب میں عیسائیوں کے ان تمام اعتراضات کا جواب تھا جو وہ آئے دن مسلمانوں کے خلاف اٹھاتے رہتے تھے۔ علمی انداز میں جائزہ لیا گیا۔ یہ کتاب اس دور کی بڑی مفید کتاب سمجھی جاتی ہے۔ جو عام مناظرین کیلئے بڑی مفید ثابت ہوئی اس ضمن میں ایک سوال کا جواب ملاحظہ فرمائیں ایک پادری نے کہا اگر معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح مان لیا جائے تو آج تک آسمان میں کوئی سوراخ تو دکھائی دیتا یا آسمان کا کوئی دروازہ ہی ہوتا جس سے آپ گزرے تھے اس کے جواب میں انجیل کے مکتوب باب ۱۲ آیت ۲ تا ۵ کا حوالہ دیا گیا تھا جس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر گئے اور عیسائی دنیا کسی سوراخ یا دروازے کا مطالبہ نہیں کرتی۔ حضرت عیسیٰ دو روز قبر میں رہ کر سوراخ کے بغیر آسمان پر کیسے چلے گئے؟

پادری نے کہا ''بہت سے رسول پیدا ہوئے مگر حضرت عیسیٰ کی طرح باپ کے بغیر کوئی پیدا نہیں ہوا یہی وجہ ہے کہ ہم ان کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں'' جواباً پوچھا گیا تو پھر حضرت آدم کے متعلق کیا خیال ہے؟ جو باپ اور ماں دونوں کے بغیر پیدا ہوئے پھر ان کو خدا کا بیٹا کیوں نہ مانا جائے آدم کو خدا کا بیٹا ماننے پر انکار ہے اور ابن آدم پر اصرار

اس طرح معجزہ شق القمر زکوٰۃ نماز روزہ غرضیکہ عیسائیوں کے تمام سوالوں کے مختصر الزامی اور عقلی جواب جمع کر دیئے تھے۔ جنکا عیسائیوں کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

مولانا آل حسن نے پادری فینڈز کا تعاقب کیا

یہ مناظرہ خط و کتابت کے ذریعہ ہوا ۲۲ جولائی ۱۸۴۴ء سے شروع ہو کر ۲ فروری ۱۸۴۵ء تک جاری رہا۔ اس مناظرہ میں پادری فینڈز کو اپنی شکست کا اعتراف کرنا پڑا (کارل گوٹلیب فینڈر) یہ پادری ۱۸۰۳ء میں درہم برگ جرمنی میں پیدا ہوا

Marfat.com
Marfat.com

ابتداء ہی سے فینڈز کو مذہبی تعلیم پر لگا دیا گیا اور پادری فریڈرک کے زیر تعلیم رہا۔ ۱۸۲۰ء میں بائیبل مشنری کالج میں پانچ سال تک علم الٰہیات کا مطالعہ کرتا رہا۔ وہ دنیا کی مختلف زبانوں پر عبور حاصل کرتا رہا۔ خاص کر مشرقی علوم پر اس کی گہری نظر رہی۔ چنانچہ ۱۸۲۵ء میں اسے آرمینیا میں شوشا کے قصبہ میں انجیل کا ترجمہ کرنے کیلئے بھیجا گیا وہ ترکی آرمینی اور فارسی میں مشاق ہوگیا چنانچہ وہ ان تین زبانوں میں مسلمانوں میں مسیحی اصولوں کی تبلیغ کرنے لگا۔ ان ہی ایام میں اس کی مشہور کتاب ''میزان الحق'' جرمنی زبان میں ۱۸۲۹ء میں شائع ہوئی پھر اس کا ترجمہ فارسی انگریزی اردو مرہٹی ترکی اور عربی زبان میں کیا گیا۔ اس کتاب نے عالم اسلام میں اضطراب کی لہر دوڑا دی۔ اسی دوران وہ بغداد طہران اصفہان اور کرمان پہنچا اور مسیحی لٹریچر تقسیم کرتا رہا۔ دوران سفر تبریز میں پہنچ کر اس نے ایک آزاد خیال ایرانی ادیب سے شناسائی پیدا کرلی اور ''میزان الحق'' کا فصیح فارسی میں ترجمہ کرالیا۔ ۱۸۳۳ء میں واپس جرمنی چلا گیا۔ ۱۸۳۷ء میں اپنے دوست کریس کے ساتھ ہندوستان میں وارد ہوا اور چرچ مشنری سوسائٹی کی طرف اسے آگرہ میں مسیحی تبلیغ پر متعین کر دیا۔ آگرہ میں ایک عیسائی مبلغہ سے شادی کر کے شہر کے گنجان آباد علاقہ میں قیام پذیر ہوا وہ آگرہ کے گردونواح میں نکل جاتا اور عیسائیت کا پرچار کرتا رہتا۔ سب سے پہلے اس کی اس حرکت کا ایک مسلمان افسر مولانا آل حسن نے نوٹس لیا اور ''میزان الحق'' کے جواب میں ''استفسار'' لکھی۔ لکھنو کے ایک اور عالم دین نے پادری فینڈز کی کتاب ''مفتاح الاسرار'' کے جواب میں ''کشف الاستار'' لکھی جس کا جواب الجواب پادری فینڈر نے ''حل الاشکال'' کے نام پر شائع کیا۔ ان کتابوں کا منظر عام پر آنا تھا کہ پادری فینڈز کی شہرت سارے برصغیر میں پھیل گئی۔ ۱۸۴۵ء میں اس پادری نے دہلی پہنچ کر جامع مسجد دہلی میں علماء اسلام کو مناظرے کا چیلنج دیا۔ لیکن مولانا آل حسن نے اسے اپنے تحریری مناظرہ میں لاجواب کر دیا اور پادری فینڈز

Marfat.com
Marfat.com

آئندہ کیلئے مولانا آل حسن کے مقابلہ میں آنے سے ہمیشہ گریز کرتا رہا مولانا آل حسن کے سامنے پادری بے حال ہو گیا تھا۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور پادری فینڈز

پادری فینڈز کی بڑھتی ہوئی جرأت کو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی ثم مہاجر مکی نے للکارا اور ۱۸۵۴ء میں آگرہ میں پہنچ کر مناظرہ کا اعلان کر دیا اور فینڈز کو برسر عام مقابل ہونا پڑا۔

امام المناظرین مولانا رحمت اللہ کیرانوی محلّہ دربار کلاں قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر (بھارت) میں رہتے تھے۔ آپ کے جد امجد شیخ عبدالرحمٰن گازرونی محمود غزنوی کے ان مجاہدین میں سے تھے جنہوں نے برصغیر کو اسلامی زندگی سے روشناس کیا وہ پانی پت میں زیر قلعہ مدفون ہیں مولانا کے اسلاف ہمیشہ برگزیدۂ روزگار رہے اور علوم دینیہ کی اشاعت میں نمایاں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ مولانا رحمت اللہ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۳ھ میں پیدا ہوئے بارہ برس کی عمر میں فارسی کی درسیات سے فارغ ہو گئے۔ آپ شاہجہاں آباد میں مدرسہ مولوی غیاث میں مقیم رہے ان دنوں لکھنو میں مفتی سعد اللہ کی تدریس کا بڑا چرچا تھا۔ آپ نے وہاں جا کر مسلم الثبوت و میر زاہد پڑھی۔ درسیات میں آپ نے مولانا احمد علی وزیر ریاست پٹیالہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن چشتی (یہ وہی مولانا عبدالرحمٰن ہیں جو زبدۃ الاولیاء حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور ان کا مزار بستی نظام الدین اولیاء دہلی میں ہے) اور مولوی امام بخش صہبائیؒ سے خاص طور پر تلمذ کیا اور منقولات و معقولات میں کمال مہارت حاصل کی۔

مولانا نے عملی زندگی میں قدم رکھتے ہی مناظروں میں بڑا نام پیدا کیا۔ پاک و ہند میں جن لوگوں نے آپ سے تلمذ کیا۔ ان میں سے مولانا عبدالسمیع رام پوریؒ صاحبِ ''انوار ساطعہ'' مولانا شاہ ابوالخیر مولانا نور احمد امرتسری (مرتب

Marfat.com
Marfat.com

حواشی مکتوبات مجدد الف ثانی) مولانا بدرالاسلام، مولانا احمد دین چکوالی، مولانا محمد سعید ناظم دارالعلوم حرم صولتیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں حرم پاک میں آپ نے ایک طویل عرصہ تک حلقہ تدریس قائم رکھا۔ جس سے ہزاروں طلبہ دنیائے علم میں نامور ثابت ہوئے۔

مولانا کی زندگی کا ایک خاص وقت ردعیسائیت میں گزرا شاہ عبدالغنی سجادہ نشین خانقاہ شاہ غلام علی دہلوی کی فرمائش پر ''ازالہ اوہام'' لکھ کر عیسائی نظریات کا مسکت جواب دیا۔ یہ کتاب اب پاکستان میں ''بائیبل سے قرآن تک'' کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

مولانا نے دیکھا کہ مسیحی علماء برصغیر کو اپنی جاگیر سمجھ کر اسلام کے خلاف کتابیں لکھ رہے ہیں اور محسن دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ناروا حملے کر کے مسلمانوں کی دلآزاری کر رہے ہیں تو آپ نے اس وقت کے پادری فینڈز اور پادری فرنچ کو مناظرہ کیلئے للکارا اور کہا کہ جس کتاب ''انجیل'' کی طرف تم لوگوں کو بلا رہے ہو۔ یہ الہامی کتاب نہیں بلکہ تبدیل کر دی گئی ہے اور جس دین کی تم دعوت دیتے ہو وہ منسوخ ہو چکا ہے۔

یہ مناظرہ دو دن ۱۰، ۱۱ اپریل ۱۸۵۴ء کو گڑھ عبدالمسیح اکبر آباد، آگرہ میں ہوا۔ ہزاروں سامعین کی موجودگی میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے ان پادریوں کو آڑے ہاتھوں لیا۔ آپ کے معاون ڈاکٹر وزیر محمد خان جنہیں عیسائی لٹریچر پر بڑا عبور تھا بھی آپ کے ساتھ رہے یہ مناظرہ پاک و ہند کے ان تاریخی اور فقید المثال مناظروں میں سے ایک ہے جس پر دنیائے عیسائیت آج تک لرزاں ہے۔

مولانا نے اس مناظرہ کے دوران یہ ثابت کر دیا کہ عیسائیوں کی موجودہ انجیل جس پر پادریوں کو بڑا ناز ہے تحریف شدہ ہے (ندائے عام ص ۲۲۱) آپ نے انجیل کے مختلف نسخے پیش کئے جو زمانہ بدلنے کیساتھ ساتھ تبدیل ہوتے رہے

Marfat.com
Marfat.com

ہیں۔ پادری فینڈر اس مناظرہ میں لاجواب ہوگیا تھا۔ اس مناظرہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ شکست خوردہ فریق اپنا مذہب ترک کر دے گا مگر پادری فینڈر صرف اعتراف شکست کر کے میدان سے فرار ہوگیا۔ مناظرہ کے چند روز بعد پادری فینڈر نے روئیداد مناظرہ پر ایک کتاب ''حل الاشکال'' کے نام سے لکھی اور ان مباحث پر استدلال دینے کی ناکام کوشش کی جو اسے مناظرے کے وقت شکست دلانے کا ذریعہ بنے۔

اس مناظرہ کی مفصل کیفیت وزیر الدین ابن شرف الدین نے ''البحث الشریف فی اثبات النسخ والتحریف'' کے نام سے لکھی اور فخر المطابع شاہجہاں آباد سے ۱۲۷۰ھ میں چھپوا کر تقسیم کی گئی۔ ان مناظروں نے مولانا کو اتنی شہرت دی کہ انگریز آپ کے نام سے بوکھلا اٹھا پادری انہیں عیسائیت کیلئے زہر قاتل سمجھتے تھے۔ چنانچہ جنگ آزادی کے پانچ سال بعد شاملی کی تباہی کے دوران انگریزوں نے مولانا کو اور ان کے ایک ساتھی جو تھانہ بھون میں تھے باغی قرار دے دیا اور آپ کے وارنٹ جاری کر دیئے۔ جب مولانا گرفتار نہ ہو سکے۔ تو انگریزی عدالت نے آپکی عدم موجودگی میں مقدمہ چلا کر آپکی ساری جدائیداد منقولہ اور غیر منقولہ واقع پانی پت اور کیرانہ ضبط کر لی۔ جائیداد کی ضبطی کا فیصلہ کرنال کے انگریز ڈپٹی کمشنر نے ۳ جنوری 1862 کو سنایا اس جائیداد کی تفصیل ''تاریخ عروج عہد سلطنت انگلشیہ'' ہند کے صفحہ ۶۷۵ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حضرت مولانا رحمت اللہ اور پادری فینڈر کے مناظرہ کی تفصیلی رپورٹ اور نسخ انجیل کے موضوع پر دلائل جناب امداد صابری صاحب کی کتاب ''فرنگیوں کے جال'' میں مل سکتی ہیں۔

ڈاکٹر وزیر خاں اور پادری فینڈر کا مناظرہ

آپ اوپر دیکھ چکے ہیں کہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے ایک رفیق کار ڈاکٹر

Marfat.com
Marfat.com

وزیر خاں سرجن الہ آباد بھی تھے۔ فینڈز کی شکست کے بعد ہندوستان کے سارے پادری دم بخود تھے۔ ادھر ڈاکٹر وزیر خاں نے مناظرہ کی روئیداد چھاپ کر ملک کے کونے کونے تک پہنچا دی تھی۔ اندریں حالات پادری فینڈر نے اپنی خفت مٹانے کیلئے ڈاکٹر موصوف سے خط وکتابت شروع کر کے مناظرے کا آغاز کر دیا۔ یہ مناظرہ یکم مئی ۱۸۵۴ء کو شروع ہوا اور ۱۲ اگست ۱۸۵۴ء میں ختم ہوگیا۔ اس عرصہ میں کئی خطوں کا تبادلہ ہوا۔ جس میں پادری فینڈز کے تحریری سوالوں کا مسکت جواب دیکر اسے لاجواب کر دیا گیا۔ یہ خطوط تردید عیسائیت میں بہترین مواد ہیں۔

اسی دوران چند اور مناظرے پادری عماد الدین اور مولانا محمد عمر دہلوی چوہدری مولا بخش اور پادری فینڈز کے درمیان مناظرے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ رائے بریلی میں اسی دوران ایک مناظرہ الطاف مسیح اور مولانا سلیم اللہ دہلوی کے درمیان ہوا۔ شرط یہ تھی کہ ہارنے والا جیتنے والے کا مذہب اختیار کرے گا۔ چنانچہ الطاف مسیح کو شکست ہوئی اور انہوں نے اعتراف شکست کے بعد مشرف باسلام ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس مناظرہ کی مکمل رپورٹ مولانا سلیم اللہ کی کتاب ''اظہار الاسلام'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

مولانا شرف الحق نے پادری پیٹرک کو للکارا

مولانا رحمت اللہ کے مناظرے سے عوام الناس کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اور علماء اسلام میں عیسائیوں کے جواب کیلئے جرأت ہوگئی۔ مولانا شرف الحق رد نصاریٰ میں بڑے معروف عالم دین تھے۔ انہوں نے پادری پیٹرک کو مناظرے کیلئے للکارا۔

مولانا شرف الحق برصغیر میں رد نصاریٰ میں بڑی شہرت کے مالک تھے۔ آپکے والد مولانا حافظ جلال الدین کو انگریزوں نے جنگ آزادی میں باغیوں کی ایک جماعت کے سربراہ ہونے کے الزام میں گرفتار کرلیا تھا۔ مولانا شرف الحق

Marfat.com
Marfat.com

۱۸۶۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کو ابتداء ہی سے شاہ رحیم بخش کی روحانی صحبت ملی۔ ۱۸۷۷ء میں اینگلو عربک سکول دہلی میں داخلہ لے کر انگریزی زبان سیکھی۔ ۱۸۸۱ء میں الطاف حسین حالی سے فارسی کی تکمیل کی ۱۸۸۳ء میں جامع مسجد فتح پوری کے دینی مدرسہ سے سند حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے فاضل فارسی کیا اور پنجاب بھر میں اول آئے۔ ان دنوں عیسائی اور آریہ مناظروں کا ملک میں بڑا زور تھا۔ دینی مدارس کے طالب علم ان مناظروں میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ چنانچہ آپ بھی عبرانی سنسکرت اور عیسائی لٹریچر کا مطالعہ کرنے لگے۔ طالب علمی کے زمانہ میں جب گھنٹہ گھر دہلی میں ایک پادری نے تمسخرانہ انداز میں کہا کہ مسلمانوں کے پیغمبر ''حبیب اللہ'' کہلاتے ہیں لیکن جب پیغمبر کے نواسے کو کربلا میں شہید کر دیا گیا تو مسلمانوں کے پیغمبر خدا سے سفارش نہ کر سکے۔ حالانکہ حبیب کا محبوب زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ آپ کو شاہ عبدالعزیز کا جواب یاد تھا۔ مجمع عام میں پادری کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ ''آپ بھول گئے ہیں حبیب نے سفارش کی تھی مگر خدا تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب آپ اپنے نواسے کی بات کرتے ہیں ان لوگوں نے میرے بیٹے عیسیٰ کو سولی پر چڑھا دیا تھا تو بھی میں خاموش رہا''۔ اس بات سے مسلمان مجمع میں ''نعرہ تکبیر'' بلند ہوا اور پادری صاحب کھسک گئے۔ آپ کے چلتے پھرتے مناظروں میں دلچسپی بڑھی تو آپ کے استاد مولانا حالی نے پہلے تکمیل تعلیم پر پابندی کرنے کا مشورہ دیا چنانچہ آپ دینی مدارس میں علوم عربیہ کے حاصل کرنے کیلئے داخل ہو گئے عبرانی اور یونانی زبان حکیم عبدالمجید خان کے زیر علاج ایک یہودی سے پڑھی، پشتو مولانا عبدالحکیم افغانی اور ترکی مولانا ابوالخیر سے سیکھی، آپ آٹھ زبانوں کے ماہر ہونے کے باوجود فن مناظرہ میں کسی ماہر استاد کی تلاش میں تھے کہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی فاتح عیسائیت کا شہرہ سنا تو عازم حج بیت اللہ ہوئے اور ۱۳۰۵ھ میں مدرسہ صولتیہ میں داخلہ لے کر فن مناظرہ میں کمال

Marfat.com
Marfat.com

حاصل کرلیا۔ مولانا رحمت اللہ نے آپکو سند فراغت کے ساتھ ساتھ ''ازالۃ الشکوک''، ''اظہار الحق'' تبرکاً عنایت کر کے رد نصاریٰ کی اجازت عطا فرمائی۔

آپ باطنی علوم کے حصول میں مکہ معظّمہ میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کر کے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں اجازت حاصل کی۔

آپ نے اپنی عمر میں تین حج کئے اور اسی دوران اسلامی ممالک کی سیر و سیاحت کر کے ہر ملک میں عیسائی پادریوں سے مناظرے کئے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے مکہ مکرمہ میں مثنوی مولانا روم سبقاً سبقاً پڑھی۔

برصغیر میں واپسی پر مولانا نے ہر میدان میں عیسائی مبلغین سے مناظرہ کیا۔ چنانچہ پادری بشپ، فرنچ پادری ہومر، پادری ویکٹ، پادری ویون، پادری ٹرنبر پادری رائیٹ، پادری جانسن، پادری وٹرلی اور پادری کارلائل سے مناظرے بڑے مشہور ہوئے۔ دسمبر ۱۸۹۱ء میں پادری گولڈ سمتھ سے حیدر آباد اور ۸ فروری ۱۸۹۳ء میں پادری جے سمول سے پونہ اور ۸ مارچ ۱۸۹۴ء میں پادری رونس سے غازی پور میں جو مناظرے ہوئے۔ جو یادگار اور تاریخی مناظروں میں شامل ہوتے ہیں۔

تحریف انجیل پر یکم اپریل ۱۸۹۱ء میں دہلی کی جامع مسجد فتح پوری میں لارڈ بشپ جے اے کا مناظرہ تو خصوصیت کا حامل ہے۔ اس مناظرہ میں دہلی اور اطراف دہلی سے ہزاروں مسلمان اور عیسائی جمع ہوئے مسلمانوں کے جلیل القدر علماء اور زعماء شریک مناظرہ تھے۔ اور ادھر عیسائیوں کے پادری اور انگریز افسر بھی شریک تھے۔ تین روز مناظرہ جاری رہا تحریف انجیل پر ایسے ٹھوس اور دستاویزی ثبوت دیے گئے پادی لیفرائے نے اعتراف کیا کہ واقعی انجیل میں تحریف ہوئی ہے۔ ان کا یہ اعتراف مناظرہ میں بھی تحریری شکل میں لے لیا گیا۔

پادری روفس سے مباحثہ

غازی پور کے مشن سکول میں ۸ مارچ ۱۸۸۵ء میں پادری روفس کے ساتھ

Marfat.com
Marfat.com

مولانا شرف الحق کا مناظرہ بھی تاریخی حیثیت کا حامل ہے۔ اس مناظرہ میں پادری روفس نے اپنی شکست کا اعتراف کرلیا۔ مگر یہ کہا کہ میں مولانا کے منطقی دلائل کے سامنے شکست کھا گیا ہوں۔ لیکن وہ حق ثابت نہیں کر سکے۔

مولانا شرف الحق مناظر اسلام نے ردنصاری میں بڑا کام کیا ان کی کتابیں آج تک عیسائی مبلغین کے اعتراضات پر کاری ضرب کا کام دے رہی ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے ''دافع البهتان به تنزيهه الرحمن'' ''استیصال دین عیسوی بمقابلہ دین محمدی'' مناظرہ غازی پور' مناظرہ کالکا' مناظرہ حیدر آباد دکن مناظرہ پونا اور دینی مناظرہ خاص طور پر مشہور ہیں۔

پادری عمادالدین کون تھا؟

اسی زمانے میں جب کہ علماء اسلام' عیسائی مبلغین کو پے در پے شکست دے رہے تھے۔ پنجاب میں پادری عمادالدین نے اسلام اور محسن اسلام پر ناروا حملوں کا سلسلہ شروع کردیا۔ عمادالدین المعروف حکیم الٰہی کے والد چراغ دین پانی پت کے رہنے والے تھے۔ اس نے عیسائیت قبول کرلی۔ مگر آخر عمر میں عیسائیت سے تائب ہو گئے۔ پادری عمادالدین نے اپنی سرگزشت ''عمادیہ'' میں اپنے خاندان کا نسبی تعلق حضرت جمال الدین قطب ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملایا ہے۔ مگر ان کے بھائی خیر الدین کے مطابق (کوہ نور لاہور ۲۴ جنوری ۱۸۷۴ء) یہ قوم کے تیلی تھے۔ اور پانی پت میں یہی کام کرتے تھے۔ ابتدائی تعلیم اکبر آباد میں ہوئی۔ سکول کے ہیڈ ماسٹر مسٹر سلین فاش نے انہیں انجیل پڑھائی اور دوسرا مسیحی لٹریچر بھی دیا۔ اس ابتدائی تربیت کا یہ اثر ہوا کہ عمادالدین نے ۲۹ اپریل ۱۸۶۶ء میں امرتسر کے پادری رابرٹ کلارک کے ہاتھ پر عیسائیت مذہب اختیار کرلیا۔ دو سال تک سرکاری ملازمت میں رہ کر ''خادم دین عیسوی'' کی حیثیت سے تبلیغ مسیحیت کیلئے باہر نکلے۔ وہ شام کے وقت امرتسر کی گلیوں میں چل نکلتے۔ رات کے

Marfat.com
Marfat.com

دس بجے تک مختلف لوگوں سے عیسائیت پر گفتگو کرتے کچھ عرصہ کے بعد انہیں مغربی دارالعلوم کی طرف سے ڈی ڈی حکم الٰہی کی ڈگری دی گئی۔ مگر امرتسر کے علماء اسلام اور عوام نے ان کا زور توڑ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ پادری عماد الدین نے عیسائیت پر کتابیں لکھنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اگرچہ یہ پادری ۱۸۹۰ء میں راہی ملک عدم ہو گیا۔ مگر اس کی تحریروں نے مذہبی دنیا میں ایک فتنہ کھڑا کر دیا۔ دینی موضوعات پر اس نے ۵۳ کتابیں لکھیں۔ جن میں تلخیص الاحادیث' تعلیمات ومکاشفات' نغمہ طنبوری' تحقیق الایمان' عقوبت الضالین' آثار قیامت' واقعات عمادالدین' تفسیر اور تفسیر اعمال خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کی تحریر میں اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی بہت پائی جاتی تھی ان سے نہ صرف مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچی بلکہ ان کے عیسائی ہم عصر پادری کرپول نے بھی ان کی تحریروں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا۔ ''پادری عمادالدین کی تحریریں ہندوستان میں ایک اور غدر برپا کریں گی''۔

اگرچہ ان تحریروں سے اس کے ہم مذہب بھی نالاں تھے۔ مگر علماء اسلام نے اس کی کتابوں کے جواب لکھنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور جواب میں اتنی جاندار کتابیں لکھی گئیں جو عیسائیت کے نظریات کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئیں۔ (ماہنامہ ضیائے حرم بھیرہ شریف)

☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

لاہور کی بادشاہی مسجد اور اس کے خطیب

لاہور کی بادشاہی مسجد پاکستان بھر کی تمام مساجد میں بلند وبالا اور فن تعمیر کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔اس کے مرمریں گنبد اور سر بہ فلک مینار کئی میلوں سے دیکھائی دیتے ہیں سرخ پتھر سے بنے ہوئے مینار لاہور کو اپنے زیر سایہ بچھائے رکھتے ہیں۔اس مسجد کی پیشانی پر کلمہ کے علاوہ اس کے بانی شہنشاہ اورنگزیب کا اسم گرامی ان الفاظ میں کندہ ہے۔

مسجد ابوظفر محی الدین محمد عالمگیر بادشاہ غازی ۱۰۸۴ھ باہتمام کمترین خانہ زادان ''فدائی خاں کوکہ'' اتمام یافت''

بادشاہی مسجد لاہور مغل شہنشاہ عالمگیر اورنگزیب کے خصوصی وزیر ''فدائی خاں کوکہ'' کی نگرانی میں ۱۰۸۴ھ/۱۶۷۴ء میں تیار ہوئی تھی۔فدائی خان کوکہ مغل لشکروں کے توپ خانے کا انچارج تھا اور اسے وزیر جنگ کا خطاب بھی حاصل تھا۔بادشاہی مسجد تیار ہوئی تو برصغیر پاک وہندوستان میں یہ واحد مسجد تھی جس کی وسعت،تعمیر اور شان وشوکت کی مثال نہیں ملتی تھی۔مسجد کا بلند وبالا مشرقی دروازہ شاہی قلعہ کے عین مقابل بنایا گیا،تاکہ قلعہ میں رہنے والے آسانی سے مسجد میں نماز ادا کرسکیں۔بانی مسجد اورنگزیب عالمگیر سنی حنفی عقائد کا پابند تھا۔اس نے شاہی مسجد میں اپنی سلطنت کے جید علمائے اہلسنّت کو امامت اور خطابت کے لئے منتخب کیا ''فتاویٰ عالمگیری'' کی ترتیب وتدوین میں ایک سو ساٹھ علمائے کرام نے حصہ لیا اور نہایت محنت اور قابلیت سے فقہ حنفی پر مشتمل ''فتاویٰ عالمگیری'' مرتب کیا گیا۔''فتاویٰ عالمگیری'' کا بیشتر حصہ بادشاہی مسجد لاہور میں مکمل ہوا۔اورنگزیب کے استاد گرامی ملاجیون ان علمائے کرام کے سربراہ تھے جنہوں نے ''فتاویٰ عالمگیری'' کو مرتب کیا اور شاہی مسجد لاہور کے پہلے خطیب بھی تھے۔مسجد کے بانی نے بادشاہی مسجد کی امامت اور خطابت کو ہمیشہ

Marfat.com
Marfat.com

کیلئے سنی العقیدہ علمائے کرام پر مختص کر دیا تھا۔

اورنگزیب کی وفات کے بعد جہاں ملک کے سیاسی نظام میں بگاڑ آیا وہاں بادشاہی مسجد لاہور کی مرکزیت بھی متاثر ہونے لگی۔ اورنگزیب کے جانشین ایک طرف جنگ اقتدار میں مصروف ہو گئے دوسری طرف ان کے عقائد اور نظریات میں تبدیلی آ گئی۔ اورنگزیب کا بیٹا شاہ عالم بہادر شاہ تخت نشین ہوا تو وہ فروری ۱۷۱۱ء کو لاہور آیا اس نے لاہور کے شاہی قلعہ میں دربار منعقد کیا۔ اورنگ زیب کا بیٹا نظریاتی طور پر حنفی عقائد سے ہٹ کر شیعہ عقائد اختیار کر چکا تھا۔ اس نے لاہور آ کر اعلان کیا کہ آج کے بعد بادشاہی مسجد لاہور کا خطیب جمعہ میں ''علی ولی اللہ وصی رسول اللہ'' کے الفاظ کا اضافہ کرے گا۔ اس اعلان سے لاہور کے مسلمانوں میں بے چینی اور اضطراب پھیل گیا۔ ان دنوں بادشاہی مسجد کے خطیب مولانا حاجی یار محمد تھے۔ انہوں نے اپنے ایک مقتدر ساتھی عالم دین جان محمد کے ساتھ بادشاہ کے اس اعلان پر احتجاج کیا اور جمعہ کے خطبہ میں ان الفاظ کے اضافہ سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے قلعہ کے تسبیح ہال میں علماء کرام اور روسائے شہر کا ایک اجلاس طلب کیا جس میں خطیب بادشاہی مسجد اور ان کے ساتھی بھی موجود تھے۔ بہادر شاہ نے دوبارہ علمائے کرام کو حکم دیا کہ بادشاہی مسجد کا خطیب آج کے بعد علی ولی اللہ وصی الرسول اللہ پڑھے گا۔ حاجی مولانا یار محمد نے بادشاہ کو مخاطب کرتے ہوئے اس تبدیلی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور بڑی جرات سے بادشاہ کو مخاطب کرتے ہوئے بادشاہی مسجد کے وقار کو بلند رکھنے کا عہد کیا۔

بادشاہ نے مولانا یار محمد کو نہایت سختی سے بتایا کہ وہ توہین شاہی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اس کی سخت سزا دی جائے گی۔ مولانا یار محمد اٹھے اور بادشاہ کے سامنے کہا ''میری زندگی کے چار مقاصد ہیں۔ قرآن کا حفظ کرنا' دینی علوم کی تحصیل وتدریس' حج بیت اللہ شریف اور شہادت' مجھے پہلی تین چیزیں میسر ہیں' مگر

Marfat.com
Marfat.com

شہادت کی سعادت حاصل نہیں کر سکا مجھے اس کی تمنا ہے' اگر آپ کلمہ حق پر شہادت کا رتبہ دے سکیں تو یہ میری خوش نصیبی ہو گی۔ بادشاہ نے مولانا یار محمد اور دوسرے سنی علماء کرام کو گرفتار کر کے پسِ دیوارِ زنداں بھیج دیا۔

بادشاہ کے اس رویہ پر لاہور کے علاوہ پنجاب بھر کے علماء نے احتجاج کیا ان دنوں لاہور میں ایک لاکھ افغان موجود تھے۔ انہوں نے بادشاہ کے فیصلے پر مزاحمت کرنے کا اعلان کیا مگر بادشاہ نے حکم دیا کہ لاہور کے قاضی القضاہ (چیف جسٹس) بادشاہ کے بیٹے شہزادہ عظیم الشان بذات خود بادشاہی مسجد میں جائیں اور کسی عالم دین کو لے جا کر خطبہ میں "علی ولی اللہ وصی رسول اللہ" کا اضافہ کریں۔ جمعہ کے دن جب ایک عالم دین کو لے کر بادشاہی مسجد میں قاضی القضاہ اور شاہزادہ عظیم الشان پہنچے تو ایک افغان نوجوان نے آگے بڑھ کر جمعہ کا خطبہ پڑھنے کیلئے آنے والے عالم دین کا سر قلم کر دیا۔ اب بادشاہ نے ۲۲ اکتوبر ۱۷۱۱ء کو اعلان کیا کہ بادشاہی مسجد لاہور میں وہی خطبہ پڑھا جائے گا جو اورنگزیب کے عہد حکومت میں پڑھا جاتا تھا۔

مغلوں کا آخری دور اورنگزیب کے نااہل جانشینوں کا دور تھا۔ وہ نہ تو مسلم رعایا کو اعتماد میں لے سکے نہ غیر مسلم رعایا سے اچھا سلوک کر سکے وہ نہ تو سرحدوں کا دفاع کر سکے نہ اندرونی شورشوں پر قابو پا سکے۔ وہ اقتدار کی جنگ میں ایسے الجھے کہ پنجاب میں سکھوں نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ مسلمانوں کی مساجد' قصبے' مدرسے' خانقاہیں سکھ لٹیروں کی زد میں رہے۔ انہیں کوئی روکنے اور ٹوکنے والا نہیں تھا۔ لاہور خصوصی طور پر تباہ ہونے لگا۔ سکھوں کے حملے بڑھتے گئے مسلمانوں کی مسجدیں مدرسے اور خانقاہیں پامال ہو رہی تھیں۔ ایک وقت آیا کہ لاہور کی بادشاہی مسجد سکھا شاہی کا نشانہ بنی اور اسے سکھ فوجیوں کا اصطبل بنا دیا گیا' بیگم شاہی مسجد لاہور کو بارود خانہ بنا دیا گیا' مسجد شاہ چراغ' مسجد مائی انگہ اور

Marfat.com
Marfat.com

مسجد مائی لاڈو سکھ فوجیوں کی رہائش گاہیں بنادی گئیں۔ لاہور ایک عرصے تک سکھا شاہی کے مظالم کا شکار رہا۔ بادشاہی مسجد ویران ہوگئی' ایک ایسا وقت آیا کہ سکھ جرنیل اقتدار کی جنگ لڑتے ہوئے مسجد کے میناروں پر ''دمدمہ'' نصب کر کے شاہی قلعہ میں اپنے مخالف کو نشانہ بناتے۔ دوسری طرف سے توپوں کے گولے شاہی مسجد کے درودیوار کو مجروح کرتے اور میناروں کو نقصان پہنچاتے۔

سکھوں کا دور ختم ہوا تو انگریزی اقتدار آیا' انگریزوں نے ۲۹ مارچ ۱۸۴۹ء کو ایک فرمان جاری کیا کہ آج کے بعد سکھ حکومت ختم کی جاتی ہے۔ لاہور برٹش سلطنت کا حصہ بنادیا گیا ہے۔ پنجاب کی تمام رعایا اپنے مذہبی معاملات میں آزادی سے کام کر سکے گی' سکھوں نے جن مساجد کو قبضہ میں لیا تھا انہیں مسلمانوں کے حوالے کر دیا جائے گا اس اعلان کے بعد بھی بادشاہی مسجد انگریزی فوجوں کا ملٹری کیمپ بنی رہی مگر ۱۸۵۶ء کو چیف کمشنر لاہور جان لارنس نے مسجد کو مسلمانوں کے حوالے کرنے کا اعلان کیا اور سید بزرگ شاہ ولد قاضی غلام شاہ کو بادشاہی مسجد کا متولی قرار دیا گیا۔

بادشاہی مسجد کی آزادی اور بحالی کے بعد مسلمانوں میں اطمینان اور سکون کی فضا قائم ہوئی اور اس تاریخی مسجد کے میناروں سے کئی سالوں کے بعد اذان کے آواز گونجنے لگی اور مسجد میں نمازیں پڑھی جانے لگیں۔ لاہور کے مسلمانوں نے بادشاہی مسجد کے صحن میں یوم تشکر منایا اور بلند آواز سے صلوٰۃ سلام ادا کیا گیا۔

بادشاہی مسجد کی آزادی کے بعد جس خطیب نے نماز جمعہ کا پہلا خطبہ دیا وہ ملک کے مایہ ناز سنی عالم دین مولانا احمد دین بگوی تھے۔ مولانا احمد دین بگوی ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے تھے۔ دہلی کے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے دارالعلوم سے سند فضیلت لے کر لاہور آئے۔ ہ زبردست عالم دین تھے سنی العقیدہ تھے حنفی فقہ کے ترجمان تھے' تدریس میں یدطولیٰ رکھتے تھے وہ چار سال تک بادشاہی

Marfat.com
Marfat.com

مسجد کے خطیب رہے پھر انہیں اپنے وطن مالوف بگہ جانا پڑا تو ان کے بھائی مولانا غلام محمد بگوی (م ۱۹۰۰ء) بادشاہی مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔

مولانا غلام محمد بگوی

مولانا غلام محمد بگوی نے بادشاہی مسجد کو علم وارشاد کا مرکز بنایا۔ آپ نے شاہی مسجد کے وقار کو بحال کرنے میں شب و روز کام کیا "تذکرہ علمائے اہلسنّت لاہور" کے مصنف نے لکھا ہے کہ مولانا غلام محمد بگوی اپنے بھائی مولانا احمد دین بگوی کی قیادت میں بادشاہی مسجد کے امام و خطیب مقرر ہوئے۔ آپ نے شاہی مسجد لاہور کو علم و فضل کا سرچشمہ بنا دیا۔ اس عظیم الشان مسجد کو علماء و طلباء سے بھر دیا۔ آپ کی کوششوں سے بادشاہی مسجد میں دارالعلوم نعمانیہ کے طلباء کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ آپ انجمن نعمانیہ لاہور کے بانی اور دارالعلوم نعمانیہ کے صدر مدرس بھی تھے۔ بادشاہی مسجد کے اس دارالعلوم نے علمائے حنفی اور طلبائے اہلسنّت کی ایسی تربیت کی کہ سارا پنجاب گونج اٹھا۔

مولانا غلام محمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ بھیرہ سرگودھا کے نزدیک قصبہ "بگہ" میں ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ وہ پنجاب سرحد اور دہلی کے دینی مدارس سے مختلف علوم سے مزین ہو کر لاہور پہنچے تو ان کی قابلیت اور علمی اہمیت کے پیش نظر آپ کو بادشاہی مسجد کا خطیب بنا دیا گیا۔ آپ نے انجمن مشتار العلماء قائم کی جو لوگوں کے دینی مسائل کا حل بتاتی' دینی راہنمائی کرتی۔ آپ نے اس سلسلہ میں حنفی علماء کا ایک بورڈ قائم کیا جو دینی مسائل کو حل کرتے۔ ۱۸۸۷ء میں دارالعلوم نعمانیہ لاہور نے دارالافتاء قائم کیا تو اس کا بورڈ شاہی مسجد میں ہی کام کرتا تھا۔ مولانا غلام محمد بگوی ۳۵ سال تک بادشاہی مسجد کے خطیب رہے اور ۱۹۰۰ء میں فوت ہوئے۔

Marfat.com
Marfat.com

مولانا محمد شفیق بگوی

مولانا غلام محمد بگوی کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے مولانا محمد شفیق بگوی بادشاہی مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ آپ نے دینی تعلیم بھیرہ سے مکمل کی تھی۔ تکمیل علوم لاہور سے کی۔ دارالعلوم نعمانیہ لاہور سے سند فضیلت حاصل کی خواجہ شمس العارفین سیالوی سے بیعت تھے۔ آپ بادشاہی مسجد کی بحالی کے بعد تیسرے عالم دین تھے جو اپنی اہلیت کی وجہ سے اس اہم منصب پر فائز ہوئے۔ آپ بادشاہی مسجد کی خطابت کے ساتھ ساتھ اعزازی طور پر سنٹرل جیل لاہور میں قیدیوں کو دینی تعلیم دیتے۔ ایچی سن کالج میں دینیات پر لیکچرز دیتے۔ آپ کے شاگردوں میں پنجاب کے جاگیرداروں اور اعلیٰ افسروں کے بیٹے تھے جو آگے جا کر حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر پہنچے۔ آپ ۱۹۱۳ء میں بادشاہی مسجد کی خطابت سے فارغ ہوکر بھیرہ میں شمس العلوم کے ناظم اعلیٰ ہو گئے۔

مولانا محمد ذاکر بگوی

مولانا محمد شفیق بگوی کی سبکدوشی کے بعد مولانا محمد ذاکر بگوی خطیب بادشاہی مسجد مقرر ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم بھیرہ سے پائی مگر لاہور کے معتبر علمائے کرام سے تفسیر واحادیث کے علوم حاصل کئے۔ وہ پنجاب یونیورسٹی سے فارسی اور عربی میں مہارت حاصل کرتے رہے۔ انجمن حمایت اسلام کے "مدرسہ حمیدیہ" کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ آپ حضرت خواجہ محمد دین سیالوی کے مرید تھے۔ ان سے خلافت پائی ۱۹۱۳ء میں بادشاہی مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ تادم حیات ۱۹۱۶ء تک خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے وہ لاہور میں پرنس آف ویلز کی آمد پر شاہی مسجد کے خطیب تھے مگر اس کے استقبالیہ اجلاس میں شرکت سے معذرت کر دی۔ آپ لاہور میں فوت ہوئے مگر اپنے آبائی قبرستان بگہ میں دفن ہوئے۔

Marfat.com
Marfat.com

پروفیسر احمد علی بٹالوی

مولانا محمد ذاکر بگوی کی وفات کے بعد ایک زبردست سنی عالم دین مولانا پروفیسر احمد علی بٹالوی بادشاہی مسجد کے خطیب مقرر کیۓ گئے۔ آپ بٹالہ سے چل کر لاہور آۓ تو آپ کی خطابت نے اہل لاہور کو گرویدہ بنا لیا۔ وہ عیسائی مشنریوں سے مناظرہ کرتے اور انہیں برسر عام شکست فاش دیتے۔ ۱۸۸۲ء میں آپ نے مشن ہائی سکول رنگ محل لاہور کے ہیڈ ماسٹر پادری پورن چند کو ایک مناظرہ میں شکست دی اور اسے لاہور چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ آپ بلند پایہ خطیب مناظرِ اسلام اور عالم دین ہونے کے ساتھ ادیب مصنف اور عربی کتابوں کے مترجم بھی تھے۔ آپ نے بادشاہی مسجد کی خطابت کے دوران بڑی بلند پایہ کتابوں کے ترجمے کیۓ۔ دارالعلوم نعمانیہ اور مدرسہ غوثیہ تکیہ سادھواں لاہور میں تدریسی فرائض سرانجام دیۓ۔ ہر سال عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر بادشاہی مسجد میں جلسہ عام کا اہتمام کرتے اور سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر علماۓ کرام کی تقاریر کراتے آپ ۱۹۲۶ء کو فوت ہوۓ آپ تادم حیات بادشاہی مسجد کے خطیب رہے۔

مولانا معوان حسین مجددی رامپوری

۱۹۲۶ء کو رامپور (ہندوستان) کے خانوادہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک فاضل عالم دین مولانا معوان حسین مجددی بادشاہی مسجد کیلئے خطیب منتخب ہوۓ آپ بے مثال مقرر تھے۔ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علماء کرام کی ٹیم کے رکن تھے۔ آپ نے بادشاہی مسجد کی خطابت کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ مجددیہ میں روحانی تربیت کا آغاز کیا اور آپ کے زیر نگاہ مراقبے اور اذکار کی مجالس قائم

Marfat.com
Marfat.com

ہونے لگیں۔ اس طرح بادشاہی مسجد علم اور روحانیت کا مرکز بن گئی۔ پنجاب کے علاوہ وسطی ہندوستان سے اور کابل وقندہار کے سالکان طریقت تربیت پانے لگے جن دنوں ہندوستان میں شدھی تحریک چلی تو آپ لاہور چھوڑ کر رام پور چلے گئے تاکہ اس تحریک کے اثرات کو زائل کرنے کیلئے علماء کرام کے ساتھ کام کرسکیں۔

مولانا غلام مرشد

مولانا معوان حسین مجددی کے بعد علامہ اقبال مرحوم نے انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور کو سفارش کی کہ وہ مولانا غلام مرشد کو بادشاہی مسجد کا خطیب مقرر کریں۔ چنانچہ مولانا غلام مرشد ۱۹۲۷ء کو بادشاہی مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ وہ ایک عرصہ تک دارالعلوم نعمانیہ لاہور میں تدریسی فرائض سرانجام دے چکے تھے۔ مولانا غلام مرشد سرگودھا کے ایک گاؤں انگہ میں ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حضرت اللہ بخش تونسوی کے مرید تھے۔ اپنے مرشد سے ارادت کی وجہ سے بیٹے کا نام "غلام مرشد" رکھا۔ مولانا غلام مرشد بڑے ذہین اور فطین تھے۔ قرآن حفظ کیا۔ درسی کتابیں پڑھیں پھر اعلیٰ تعلیم کیلئے لاہور پہنچے۔ اورنٹیل کالج لاہور کے قابل اساتذہ سے ادب عربی میں مہارت پیدا کی۔ درسی کتابوں کو پڑھا۔ مولوی فاضل کیا۔ درس نظامی مکمل کیا پھر لاہور سے نکل کر دہلی، رامپور، اجمیر شریف اور مراد آباد سے مختلف علوم پر عبور حاصل کیا۔ لاہور کے دارالعلوم نعمانیہ کے صدر مدرس بنے اور بیس سال تک مسند تدریس پر پڑھاتے رہے یہ وہ زمانہ تھا۔ جب پاک وہند میں مختلف سیاسی اور دینی تحریکیں ابھر رہی تھیں۔ آپ آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن بنے، "تحریک خلافت" میں شرکت کی، انہی دنوں حجاز مقدس میں نجدیوں نے جنت البقیع کو پامال کردیا۔ صحابہ کرام کے مزارات کو پیوست زمین کردیا ان کی اس جارحیت پر سارا عالم اسلام تلملا اٹھا۔ ہندوستان میں زبردست تحریک چلی لاہور میں مظاہرے ہونے لگے۔ مولانا ظفر علی خان ایڈیٹر روزنامہ

Marfat.com
Marfat.com

زمیندار نجدیوں کی حمایت کر رہا تھا اور مولوی غلام مرشد اس کی تائید کرتے تھے اس سے برصغیر کے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہو رہے تھے اور یہ دونوں دینی راہنما ان پر نمک پاشی میں مصروف تھے۔ مولانا غلام مرشد کو دارالعلوم نعمانیہ سے علیحدہ کر دیا گیا۔ وہ بھاٹی دروازے کی اونچی مسجد میں درس دینے لگے مگر جم نہ سکے۔ وہ کناری بازار کی مسجد میں درس قرآن دینے لگے مگر مقامی علماء کے سوالات کی زد میں آ کر پریشان رہنے لگے۔ دوسری طرف وہ عوام الناس کی عقیدت وحمایت سے محروم ہو گئے' ان دنوں آپ کے نامور شاگردوں میں سے ڈاکٹر محمد دین تاثیر مولانا محمد بخش مسلم' ایم مسعود کھدر پوش' ڈاکٹر سید عبداللہ اور دوسرے کئی دانشور آپ کے حلقہ درس میں آئے' مگر مولانا غلام مرشد کا مضبوط دینی حلقہ بکھر گیا تھا اور آپ کی علمی مسند بھی خالی ہو گئی۔ علامہ اقبال نے آگے بڑھ کر اس عالم دین کو بادشاہی مسجد کا خطیب بنا دیا۔ آپ ۱۹۲۷ء کے آخر میں اس منصب پر فائز ہو گئے اور ۱۹۶۵ء تک اسی منصب پر رہے۔ مولانا غلام مرشد کا دور خطابت بڑا لمبا تھا۔ لاہور بڑی بڑی تحریکوں کا مرکز تھا' غازی علم دین شہید' مسجد شہید گنج لاہور' علامہ مشرقی کی خاکسار تحریک' تحریک خلافت اور سب سے بڑھ کر تحریک پاکستان نے لاہور کو سیاسی اور مذہبی طور پر بیدار کر دیا تھا۔ مولانا غلام مرشد ان تحریکوں میں برائے نام حصہ لیتے۔ حالانکہ ان تمام تحریکوں کا مرکزی نقطہ بادشاہی مسجد تھا۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے بادشاہی مسجد کے سٹیج سے ہی مرزا قادیانی کو للکارا تھا۔ امیر ملت پیر جماعت علی شاہ علی پوری نے شاہی مسجد سے ہی شہید گنج کی تحریک کا آغاز کیا تھا۔ علامہ مشرقی کی ''عسکری تحریک'' کا اجلاس بادشاہی مسجد میں ہوا تھا۔ تحریک پاکستان کے دوران قائداعظم محمد علی جناح نے بادشاہی مسجد میں جلسہ عام سے خطاب کیا تھا' پھر اسی مسجد کے قریب منٹو پاکستان میں قائداعظم کی قیادت میں مسلمانان برصغیر نے قرارداد پاکستان منظور کی تھی' ان تمام تحریکوں میں مولانا غلام

Marfat.com
Marfat.com

مرشد کا کردار خاموش تماشائی کا سا تھا۔

پاکستان بنا تو مولانا غلام مرشد بادشاہی مسجد کے خطیب تھے' بادشاہی مسجد کی ازسرنو مرمت کا آغاز ہوا' مگر مولانا صرف خطبہ جمعہ ادا فرماتے اور گھر چلے جاتے قیام پاکستان کے بعد سب سے پہلی ''تحریک ختم نبوت'' چلی تو پاکستان کے تقریباً تمام علمائے کرام قیدو بند میں تھے' مگر مولانا غلام مرشد ٹس سے مس نہ ہوئے۔ مولانا غلام مرشد ایک بدنصیب خطیب اور عالم دین تھے وہ ۳۸ سال تک بادشاہی مسجد کے خطیب رہے مگر انہوں نے ایک دینی فیصلہ نہ کیا ایک فتویٰ نہ دیا ایک کتاب نہ لکھی کوئی دینی کام نہ کیا دینی راہنمائی کیلئے ایک قدم نہ اٹھایا اور کسی دینی کام میں نمایاں کردار ادا نہ کیا حالانکہ وہ عالم وفاضل تھے حافظ قرآن تھے۔ بقول مولانا مسلم حافظ بخاری شریف تھے وہ بادشاہی مسجد کی خطابت کے دوران وقت کے حکمرانوں کی خوشامد میں لگے رہے پاکستان بنا تو میاں ممتاز دولتانہ سردار شوکت حیات خان عبدالحمید دستی اور دوسرے وزیروں کی کوٹھیوں کے اردگرد گھومتے رہتے اور دعوتیں کھاتے۔ ایک بار شاہی مسجد کے سٹیج پر انہوں نے اعلان کیا کہ مسلمان کو چاہیے کہ وہ قربانی کرنے کے بجائے اپنا روپیہ ملکی دفاع میں دے دیں۔ ایک بار حکومت نے چاند دیکھے بغیر عید کرنے کا اعلان کیا تو مولانا غلام مرشد نے حکومت کے فیصلے کی تائید کی۔ ان کی ان آراء سے عام مسلمانوں کو ان سے نفرت ہوگئی لوگوں نے ان کو ''سرکاری درباری مولوی'' کہہ کر مسترد کردیا۔

مولوی عبدالقادر آزاد

۱۹۶۳ء میں محکمہ اوقاف قائم ہوا تو بادشاہی مسجد بھی محکمہ اوقاف کی تحویل میں آگئی ان دنوں میں مولانا غلام مرشد کے نامور شاگرد مسعود کھدر پوش چیف آف اوقاف مقرر ہوکر آئے تو مولانا غلام مرشد کو بادشاہی مسجد سے علیحدہ کردیا گیا پھر محکمہ اوقاف کا ایک چھوٹے سے سنی عالم دین قیوم الٰہی عرفانی مرحوم کو

Marfat.com
Marfat.com

بادشاہی مسجد کا خطیب مقرر کر دیا گیا۔ مولانا عرفانی عملیات وتعویزات کے بڑے ماہر تھے وہ رات کو وظیفہ کرتے اور دن کو اپنے افسروں پر پھونکیں مارتے رہتے اس طرح وہ تین سال تک بادشاہی مسجد لاہور کی خطابت فرماتے رہے انہی دنوں بہاول پور سے ایک جواں سال مولوی عبدالقادر آزاد اٹھے اور ایک سیاسی گروپ کے زور سے بادشاہی مسجد کے خطیب بن گئے۔ یہ پہلے ''دیوبندی مولوی'' تھے جو اورنگزیب عالمگیر کی مسجد کے محراب ومنبر پر قابض نظر آئے۔ مولانا آزاد پورے تیس سال بادشاہی مسجد کے خطیب رہے تھے مولانا آزاد نہایت ہی مستقل مزاج حکومت نواز عالم دین تھے' وہ خوشامد درآمد کے فن کو خوب جانتے تھے اور اسے استعمال میں لاتے۔ انہوں نے اپنے تیس سالہ دور خطابت میں سرکاری لوگوں کو ہاتھ میں رکھا جو حکومت آئی اس کی تعریف کی اس کے گن گائے۔ ذوالفقار علی بھٹو آئے تو بادشاہی مسجد کے محراب ومنبر ''اسلامی سوشلزم'' کا گہوارہ تھے جنرل ضیاء الحق آئے تو عسکری نظام ''نظام رحمت'' تھا وزیراعظم نواز شریف آئے تو بینظیر پر لعنت بھیجتے اور اسے ووٹ دینے والے کا نکاح توڑ دیتے بینظیر آئی تو اس کی جمہوریت کیلئے دعائیں کرتے میاں نواز شریف دوبارہ آئے تو بینظیر پر تھوکتے بھی نہ تھے۔ یہ مولانا آزاد کی سیاسی حکمت عملی تھی جو بڑی کامیاب رہی ہر آنے والے کا استقبال اور ہر جانے والے پر لعنت بھیجتے۔ انہوں نے اپنے تیس سالہ دور خطابت میں مولانا غلام مرشد کی طرح ایک دینی فتویٰ بھی جاری نہ کیا ایک کتاب نہیں لکھی۔ ایک دینی کام نہیں کیا۔ ایک دینی ادارہ قائم نہیں کیا جب موجودہ حکومت نے انہیں بادشاہی مسجد سے نکالا تو نہایت حسرت ویاس سے

تھے دونوں ہاتھ خالی ''باہر کفن'' سے نکلے

وہ افسروں کے محترم تھے وہ حکمرانوں کے دعا گو تھے وہ خوشامد کے بادشاہ تھے وہ اپنی عمر عزیز کو سرکاری کاغذات میں گھٹاتے رہے مگر کوئی کام نہ کر سکے وہ

Marfat.com
Marfat.com

ساری زندگی ''آزادانہ'' انداز میں گذار کر ''راہی ملک فراغت و بے کاری'' ہو گئے۔

''حق مغفرت کرے عجب ''آزادانہ'' مرد تھا''

ان کی جگہ حال ہی میں ایک دیوبندی مولوی اصغر علی عباسی بادشاہی مسجد کے خطیب بن کر آئے ہیں انہوں نے اپنی نوکری کو ''برحق'' ثابت کرنے کیلئے اعلان فرمایا کہ بادشاہی مسجد ہمیشہ دیوبندی علماء کے پاس رہی ہے۔ یہ اتنا بڑا فریب ہے جسے ایک مسجد کا خطیب زبان پر نہیں لا سکتا۔ پھر شاہی مسجد کے خطیب کو یہ بات زیب نہیں دیتی بہر حال۔

اپنا مطلب نکالنے کیلئے لوگ یزداں کو بیچ دیتے ہیں

ہمارے ملک میں یہ ایک دینی المیہ ہے کہ جب سے مساجد محکمہ اوقاف کی تحویل میں آئی ہیں اس دن سے امامت اور خطابت کی بجائے ''نوکریاں'' لگ گئی ہیں ہر حکومت کی حکمرانی کا انداز اپنا ہوتا ہے جو قابل ستائش نہیں مگر یہی وجہ ہے کہ آج تک بادشاہی مسجد کا ایک ''نوکر خطیب'' کوئی دینی فیصلہ نہیں دے سکا کوئی دینی معرکہ سرانجام نہیں دے سکا مولانا غلام مرشد مرحوم سے لے کر آج تک جتنے خطیب اورنگزیب عالمگیر کی بادشاہی مسجد میں آئے ہیں' وہ ''نوکری'' پکی کرنے کیلئے امیروں وزیروں اور حکمرانوں کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں یا باہر سے آنے والے مہمانوں سے سونے کی گھڑیوں کے حصول کیلئے کہتے رہتے ہیں۔

چناں نالیم اندر مسجد شہر
کہ دل در سینۂ ملا گدازیم

(ماہنامہ جہان رضا لاہور)

☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

اعلیٰ حضرت علماء کرام کے جھرمٹ میں

امام اہل سنت مجدد دین وملت عظیم البرکتہ رفیع الدرجتہ محی السنۃ ماحی الفتنۃ شیخ الاسلام والمسلمین عمدۃ المحققین تاج الفحول المدققین غیظ المنافقین قاطع النجدیین قامع المرتدین سمو المکانۃ اعلیٰ حضرت مولانا الحاج قاری الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور کی اسلامی دنیا میں روشنی کا مینار تھے۔ آپ کا سن ولادت ۱۲۷۲ھ ۱۸۵۶ء اور سال وصال ۱۳۴۰ھ، ۱۹۲۱ء ہے۔ آپ کی پینسٹھ سالہ زندگی برصغیر پاک و ہند میں انگریزی دور اقتدار میں گزری۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ایشیا اور براعظم افریقہ کے تمام ممالک و اقوام یورپ کی نو آبادیات کا حصہ بن چکے تھے۔ اس طرح عالم اسلام کا کثیر حصہ غلامی کی سیاہیوں میں گھرا ہوا تھا۔ برصغیر پاک و ہند ایسٹ انڈیا کمپنی اور پنجاب سکھوں کے دور استبداد سے گزرا۔ جسے تاریخ کا ایک سیاہ باب مانا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی پیدائش کے ایک سال بعد مسلمانان برصغیر نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی لڑی، مگر ناکام رہے۔ اس ناکامی کے بعد انگریز نے جس شدت کے ساتھ مسلمانوں پر مظالم توڑے، اس کی مثال قوموں کی تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ بایں ہمہ علماء دین نے اپنے مناصب اعزازات، جائیداد اور مال و منال سے محرومی کو تو قبول کر لیا مگر اپنی علمی اور اعتقادی رائے کی حفاظت سے دستبردار ہونا قبول نہ کیا۔ چنانچہ حالات کی شدت کے باوجود دین سے وابستگی اور اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے جذبے کو زندہ رکھتے گئے۔ وہ دور دراز شہروں، دیہات اور جنگلات میں بھی دین مصطفیٰ کی شمع کو روشن رکھے رہے۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت کا علمی خانوادہ بریلی جیسے حریت پسند شہر میں قیام پذیر رہا اور علم دین کی ضیاؤں کو پھیلاتا رہا۔

امام اہل سنت کی چشم شعور وا ہوئی۔ تو بریلی کا مکتب علم وفکر برصغیر کے تشنگان علوم اسلامیہ کو چشمہ فیض بن کر سیراب کر رہا تھا۔ آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خان

Marfat.com
Marfat.com

(م ۱۲۹۷ھ) تایا حافظ کاظم علی خان اور دادا شاہ رضا علی خان (م ۱۲۸۶ھ) رحمۃ اللہ علیہم بریلی کی علمی اساس تھے۔ حضرت مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے تینوں صاحبزادے مولانا حسن رضا خان (م ۱۳۲۷ھ) مولانا محمد رضا خان اور ہمارے مجدد اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) رحمۃ اللہ علیہ اس خانوادے علمیہ کے روشن چراغ تھے۔ اس خاندان نے برصغیر کے اہل علم کو نہ صرف متاثر کیا تھا۔ بلکہ اپنی علمی اور نظریات درخشاں روشنیوں کی مقناطیسی قوت سے جذب کرنا شروع کر دیا تھا۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے طالب علمی کی وادی میں قدم رکھا۔ تو ہر طرف سے مردم شناس نگاہیں اٹھیں۔ سب سے اول مرزا غلام قادر بیگ بریلوی، مولانا نقی علی خان (والد مکرم) اور مولانا عبدالعلی رامپوری نے درسیات میں آپ کی تربیت میں بڑی محنت سے کام لیا۔ حضرت سید آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۲ھ) نے اپنے جن تین خلفاء کو ارشاد و ہدایت کا فریضہ سپرد کرتے ہوئے فخر کیا تھا۔ ان میں حضرت مولانا ابوالحسین احمد نوری (م ۱۳۲۴ھ) حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی (م ۱۳۵۵ھ) اور اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہم کے اسماء گرامی خصوصی طور پر ایوان قادریت پر نصب ہیں۔ پاک و ہند سے آگے بڑھ کر حرمین الشریفین (ارض حجاز مقدس) میں شیخ الاسلام احمد زینی دحلان شافعی قاضی القضاۃ مکہ مکرمہ (م ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) شیخ حسین صالح جمل اللیل امام مسجد حرام اور الشیخ عبدالرحمٰن سراج مفتی احناف مکہ مکرمہ (م ۱۳۰۱ھ) جیسے شہرہ آفاق مشائخ نے آپ کی روحانی تربیت میں نمایاں حصہ لیا۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے علمی کمالات کی شہرت کے آفتاب کی شعاعیں ابھی عالم اسلام کے افق پر طلوع ہی ہوئی تھیں کہ آپ دنیا کے گوشے گوشے سے اہل علم کی توجہ کا مرکز بن گئے آپ کی مشہور تصنیف ''الدولۃ المکیۃ'' پر داد تحسین پیش کرتے ہوئے حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی (م ۱۳۵۰ھ) مولانا عبدالحق الہ آبادی

Marfat.com
Marfat.com

مہاجر مدنی (م ۱۳۳۳ھ) اور شیخ الائمہ حرم ابو الخیر بن عبد اللہ مرداد (م ۱۳۳۵ھ) قدس سرہم نے تو شاندار تقاریض لکھیں۔ قیام حرمین شریفین کے دوران آپ کی ذہانت وذکاوت کے اعتراف کے طور پر شیخ الخطباء عبد اللہ بن عباس صدیقی قاضی مکہ (م ۱۳۳۴ھ) شیخ سید اسماعیل خلیل محافظ کتب حرم (م ۱۳۳۸ھ) اور شیخ العلماء صالح کمال مفتی مکہ و قاضی جدہ (م ۱۳۳۲ھ) رحمۃ اللہ علیہم نے اعلیٰ حضرت کے اعزاز میں دے جانے والے ایک استقبالیہ میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اہل مکہ کو آپ کے کمالات علمیہ سے آگاہ کیا۔ آپ کی روحانی اور علمی قابلیت کا یہ اثر تھا کہ حرمین الشریفین کے اکثر اہل علم آپ سے بیعت ہوئے اور محدث جلیل سید عبد الحیٔ بن عبد الکبیر الکتانی، شیخ عباد بن حسین مفتی مالکیہ اور شیخ محمد مرزوقی امین الفتوی مکہ مکرمہ جیسے اکابر علماء نے تو آپ سے سلسلہ قادریہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کے تجدیدی کارناموں اور فقہ میں اہم فیصلوں کے پیش نظر سید حسین بن عبد القادر طرابلسی شیخ موسیٰ علی شامی ازہری اور الحاج محمد کریم اللہ مہاجر مدنی (خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی) نے آپ کو مجدد کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

آپ کے وجود مسعود نے بریلی کو اہل علم وفکر کا مرکز بنا دیا تھا۔ برصغیر کے گوشہ گوشہ سے اہل علم آپ کی ملاقات کو آتے۔ خط وکتابت سے استفسارات کرتے۔ دینی معاملات میں راہنمائی حاصل کرتے۔ فقہی مسائل میں آپ کی تحریروں سے استفادہ کرتے اور مزید وضاحت کیلئے حاضر خدمت ہوئے۔ اعلیٰ حضرت ایسے اہل علم کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کرتے۔ علماء کرام کیلئے اعزاز واکرام کے تمام لوازمات مہیا کرتے اور اہل علم کی قدر افزائی کرتے۔ آپ کے پسندیدہ اور محبوب علماء اہل سنت میں سے مفتی ارشاد حسین رام پوری (م ۱۳۱۱ھ) مولانا سید محمد عمر حیدر آبادی (م ۱۳۳۰ھ) اور علامہ احمد حسن کانپوری (م ۱۳۲۲ھ) کے اسماء گرامی نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ یہ حضرات آپ کے ممدوح بھی تھے اور مداح بھی۔

Marfat.com
Marfat.com

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بریلی کے مکتب علمیہ میں بیٹھ کر برصغیر کے ہزاروں علماء کرام کی اعتقادی اور فقہی تربیت کی اور اپنی تحریروں سے ایک جہان علم کو متاثر کیا۔ آپ کے معاصرین میں سے سینکڑوں جلیل القدر علماء اہل سنت نے ہمیشہ آپ کو ہی مرجع جانا۔ اگرچہ ایسے علماء کی ایک طویل فہرست ریکارڈ پر موجود ہے۔ جنہوں نے آپ سے اکتساب علم کیا۔ مگر ہم چند حضرات کے اسماء گرامی ہدیہ قارئین کے بغیر نہیں رہ سکتے۔

مولانا عبدالقادر بدایونی، مولانا عبدالمقتدر بدایوانی، مولانا عبداللہ بدایونی، مولانا عزیز الحسن پھپھوندوی، مولانا مصباح الحسن پھپھوندوی، مولانا عبد الصمد پھپھوندوی، مولانا ہدایت اللہ، مولانا سلامت اللہ، مولانا عنایت اللہ رام پوری، مولانا محمد عادل کانپوری، مولانا عبیداللہ کانپوری، مولانا مشتاق احمد کانپوری، مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی، مولانا عبدالکافی الہ آبادی، مولانا فاخر الہ آبادی، مولانا نثار احمد کانپوری، مولانا ریاست علی شاہجہاں پوری، مولانا ظہور الحسن رام پوری، مولانا احمد حسن امروہی، مفتی کرامت اللہ دہلوی اور سید شاہ عبدالغنی بہرامی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

آپ کی شبانہ روز علمی کاوش کا یہ نتیجہ نکلا کہ برصغیر میں آپ کے حلقہ تلامذہ اور حوزہ تربیت میں ایسے ایسے علماء کرام پیدا ہوئے جنہوں نے مختلف فنون میں ایک نام پیدا کیا۔ مولانا یسین اختر مصباحی دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی گراں قدر تصنیف "امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات" کے دیباچہ میں ایسے حضرات علام کا ایک جائزہ پیش کیا ہے۔ جو امام اہل سنت کے دستر خوان علم سے مختلف فنون میں بہرہ ور ہوئے۔ چنانچہ علماء متبحرین میں سے مولانا وصی احمد سورتی (م ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۲ء) مولانا حامد رضا بریلوی (۱۳۶۲ھ: ۱۹۴۳ء) علامہ شاہ ابوالبرکات سید احمد قادری لاہور (م ۱۳۹۸ھ) مفکرین اور مدبرین میں سے پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بھاگلپوری (م ۱۳۵۲ھ) مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی (م ۱۳۸۳ھ) صدر الافاضل مولانا سید

Marfat.com
Marfat.com

نعیم الدین مراد آباد (م ۱۳۲۷ھ) فقہا میں سے صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (م ۱۳۲۷ھ مولف بہار شریعت) فقیہ العصر مولانا سراج احمد کانپوری (م ۱۳۴۲ھ) فقیہ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں، حضرت مولانا دیدار علی شاہ الوری (م ۱۹۵۴ء) مبلغین میں سے مولانا احمد مختار میرٹھی (م ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء) مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی (م ۱۹۵۴ء) مولانا فتح علی قادری (م ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) مولانا سید محمد ظفر الدین بہاری (م ۱۳۸۲ء) مولانا عمر الدین ہزاروی (م ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء) مولانا محمد شفیع بیسلپوری (م ۱۳۳۸ھ) مدرسین میں سے مولانا رحم الٰہی منگوری (م ۱۳۶۲ھ) مولانا رحیم بخش آروی (م ۱۳۴۴ھ) مولانا غلام جان ہزاروی (م ۱۳۷۹ھ مدفون میانی صاحب لاہور) سیاست دانوں میں سے مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری (م ۱۳۸۰ھ) مولانا یار محمد بندیالوی (م ۱۳۲۷ھ) مفتی اعجاز ولی خان رضوی (۱۳۹۳ھ) خطباء و مناظرین میں سے مولانا سید ہدایت رسول رام پوری (م 1915ھ) مولانا حشمت علی لکھنوی (م ۱۳۸۰ھ) مولانا محبوب علی لکھنوی (۱۳۸۵ھ) شعراء وادباء میں سے مولانا حسن رضا خاں (۱۳۲۶ھ) مولانا سید ایوب علی رضوی (۱۳۹۰) مولانا امام الدین قادری (۱۳۸۱) ارباب طب و حکمت میں سے مولانا عبد الاحد پیلی بھیتی (م ۱۳۵۲ھ) مولانا سید عبد الرشید عظیم آبادی اور مولانا عزیز غوث بریلوی اصحاب نشر واشاعت میں سے مولانا محمد حبیب اللہ قادری (م ۱۳۲۷ھ) مولانا ابراہیم رضا جیلانی (م ۱۳۵۸ھ) مولانا حسنین رضا خاں بریلوی (۱۴۵۱ھ ارباب ثروت میں سے قاضی عبد الوحید عظیم آبادی (۱۳۶۶ھ) حاجی لعل خان مدراسی (م ۱۹۳۱ھ) سید محمد حسین میرٹھی اور ارباب تصوف میں سے مولانا شیخ الاسلام ضیاء الدین قادری مدنی اور شہزادہ امام احمد رضا مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں صاحب قادری (ان دونوں بزرگوں کے ہزار ہا مریدین ان کی روحانی تربیت کا زندہ ثبوت ہیں) کے اسماء گرامی گلستان سنیت کی رونق ہیں۔ نور اللہ مرقدھم و برد اللہ مضجعھم

Marfat.com
Marfat.com

جہاں ان معاصر علماء اہل سنت نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا۔ وہاں برصغیر کے لاکھوں پڑھے لکھے مسلمانوں نے خط وکتابت کے ذریعہ استفسارات کا ایک سلسلہ جاری رکھا۔ بایں کثرت کار اور مصروفیات آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ کسی عامی کے سوال کو بھی نظر انداز کرتے ہوئے اس کے جواب میں بلا جواز تعویق اختیار کی ہو۔ ہر زبان ہر انداز اور ہر موضوع پر لوگوں نے علمی سوالات کئے اور ان کے وافی اور کافی جوابات پائے۔ علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت نے ان حضرات کو مخاطب کرنے میں بھی کبھی کوتاہی نہیں کی۔ جو کسی ایک مسئلہ میں بھٹکے ہوں۔ یا اعتقادی ناہمواری کا شکار ہوئے ہوں۔ معاصر شخصیتوں میں سے مولانا عبدالحی فرنگی محلی (م ۱۳۴۴ھ) عقائد کی شاہراہ پر جونہی لغزش پا کا شکار ہوئے اعلیٰ حضرت کے قلم انتباہ نے انہیں سہارا دیا۔ ۱۹۱۹ء میں تحریک ترک موالات تحریک خلافت اور ہندو سے مواخات کے چرچے ہوئے۔ سیاسی تحریکوں کا ایک طوفان اٹھا بڑے بڑے علماء بھی ان طوفانوں کی زد میں آئے۔ آپ نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر ایسے تمام حضرات کی صحیح سمت راہ نمائی کی۔ خط لکھے، رجسٹریاں کی، ہدایت نامے جاری کئے۔ رسالے لکھے، اشتہار بھیجے، خلفاء وتلامذہ کے وفود بھیجے اور کوشش کی کہ اہل علم کے یہ ستون وقت کی دیمک سے بچ جائیں۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی (م ۱۳۴۴ھ) مولانا عبدالماجد بدایونی (م ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء) مولانا محمد علی جوہر (م ۱۹۳۱ء) اس وقت کے سیاسی علماء اہل سنت میں سربرآوردہ مانے جاتے تھے۔ آپ کی توجہ کا نتیجہ تھا کہ یہ حضرات سلامتی فطرت اور اخلاص قلب کی بناء پر اپنی لغزشوں سے تائب ہوئے اور خطاؤں سے رجوع کر کے توبہ کرتے گئے۔

ماہنامہ جہان رضا لاہور

Marfat.com
Marfat.com

تذکرہ حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد نبی بخش نقشبندی المتخلص بہ حلوائی لاہوری قدس سرہ العزیز (م ۱۹۴۴ء) انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر کے دوران قطب الارشاد شہر لاہور میں پیدا ہوئے۔ تعلیم حاصل کی اور ایک سنی العقیدہ جید عالم دین کی حیثیت سے علمی دنیا میں متعارف ہوئے۔ ایک قادر الکلام پنجابی شاعر کی حیثیت سے شہرت سخن وری پائی۔ ایک مفسر قرآن کی حیثیت سے اہل علم وفضل سے داد تحسین حاصل کی اپنی نظریاتی اور ناقدانہ طرز نگارش میں ممتاز ہوئے۔ تبلیغی مساعی کی سے پنجاب بھر میں تبلیغی فرائض کو سر انجام دیتے رہے۔ سادہ بود و باش کی وجہ سے فقیر بے نوا بنے اور ریاضت ومجاہدہ کی بناء پر ''سلسلہ نقشبندیہ'' کے مشائخ عصر سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ایک مدرس، معلم، مفسر اور سالک راہ طریقت ہونیکی وجہ سے ہزاروں شاگردوں، متعلموں، قارئین، مریدین اور عقیدتمندوں کے ممدوح ومحبوب رہے۔

....

۱۹۳۷ء میں حضرت مولانا نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کی درس گاہ دور دراز کے طلبا کو دعوت علم دے رہی تھی۔ دہلی دروازے کے باہر کوتوالی کی شمالی دیوار کے ساتھ آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی جو دو منزلی ہے۔ یہی مسجد آپ کی خانقاہ تصوف تھی، درس گاہ طلباء تھی، ادارۂ تصنیف وتالیف تھی اور مرکز رشد و ہدایت تھی۔ اس درس گاہ میں ان دنوں تقریباً تیس طلباء علم دین حاصل کرتے تھے۔ سینکڑوں علماء کرام ملاقات کو آتے۔ دینی موضوعات پر گفتگو کرتے۔ آپ کے خیالات سے بہرہ اندوز ہوتے۔ ذکر وفکر کے رسیا اسی مسجد کی راتیں زندہ رکھتے اور صبح کی نماز کے بعد حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کا حلقہ ہوتا جس میں طلباء وعلماء، مسافر ددرویش، فقیر وامیر، مہمان ومیزبان سب شریک ہوتے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت

Marfat.com
Marfat.com

کی مجلس میں بیٹھنے والے لوگ فقیر بھی تھے اور بے نظیر بھی۔

تیری محفل میں بیٹھنے والے آدمی بے نظیر ہوتے ہیں

حضرت مولانا کی خالی از تکلف اور سادہ زندگی ایک فقیر بے نظیر کی مثالی زندگی تھی۔ مجلس میں بیٹھتے تو امتیاز کہہ و مہ نہ ہوتا۔ خود گفتگو کم کرتے مگر لوگوں کو بات کرنے کا زیادہ موقع دیتے۔ لباس عامی، قصوری لنگی، سفید ململ کا کھلا کرتا، سر پر سفید درویشانی ٹوپی، نرم اور سرخ کھال کی گامے شاہی جوتی، لوگ دور دور سے آتے، علم و اسرار کی جھولیاں بھر کر اٹھتے۔ سالکان طریقت روحانی تربیت پاتے۔ علماء مسائل اعتقادیہ پر گفتگو کرتے۔ طالبعلم ''قال اللہ و قال الرسول'' کی دولت سے مالا مال ہوتے۔

۱۹۳۹ء میں آپ نے ''تفسیر نبوی پنجابی'' کی پندرہ مبسوط جلدوں کی تالیف اور طباعت سے فارغ ہو چکے تھے اور بعض حصوں کے کئی کئی ایڈیشن زیور طباعت سے آراستہ ہوکر پنجاب بھر میں پھیل چکے تھے۔ یہ تفسیر ایک طرف علم و فضل کا خزینہ تھی، پنجابی شاعری کا ایک ذخیرہ تھی، دوسری طرف اپنے دور کے دینی فتنوں اور اعتقادی ناہمواریوں کا جواب تھی۔ آپ نے نظریاتی اختلافات کو ہوا دینے والے مولفین کا بڑا زوردار جواب دیا۔ تفسیر محمدی پنجابی کے مباحث کو رد کیا۔ دل پذیر کے نظریات پر تنقید کی۔ تفسیر نعمانی پر گرفت کی۔ علماء دیوبند کے نظریات کی چھان پھٹک کی، فتنہ مرزائیت کے جواب میں کتابیں لکھیں اور نیچری تاویلات کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ تفسیری کارناموں سے ہٹ کر آپ نے بعض مسائل پر مستقل کتابیں لکھیں جو ہزاروں کی تعداد میں زیور طباعت سے آراستہ ہوکر اہل علم کے مطالعہ میں آئیں۔ صحابہ کرام کی ذات بابرکات کو ہدف تنقید بنانے والے رافضی خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والے شیعوں کے

Marfat.com
Marfat.com

جواب میں ''النار الحامیہ لمن ذمہ المعاویہ'' لکھی۔ اسمٰعیل دہلوی کے عقائد کے رد میں شموس الوہابیہ لکھی۔ مساجد میں فتنہ برپا کرنیوالے وہابیوں کے خلاف اخراج الوھابین من المساجد المسلمین لکھی۔ نبی مکرم کے درود پاک کے منکرین اور مانعین کے جواب میں اظہار انکار المنکرین من الصلوٰۃ المحبین لکھی۔ پھر اہل محبت اور خلوص دلوں کو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درود پاک کی اہمیت اور فضیلت سے روشن کرنے کیلئے کتاب شفاء القلوب پنجابی شعروں میں لکھی۔ نعتوں کے کئی مجموعے لکھے۔ پنجابی' فارسی' عربی اور اردو میں مولود شریف' مناقب اور حمد وثناء پر بہت سے رسالے لکھے۔

....

۱۹۴۰ء کے اوائل میں آپکے سامنے نظریاتی مباحث پر دو کتابیں آئیں۔ ایک انوار آفتاب صداقت جسے انسپکٹر فضل احمد لدھیانوی نے لکھا اور طبع کرایا اور دوسری کتاب جاء الحق وزہق الباطل جسے مفتی احمد یار خاں نعیمی نے گجرات سے شائع کیا۔ یہ دونوں کتابیں دیوبندی نظریات کا زبردست جواب تھیں اور اہلسنّت کے نقطہ نظر کی ترجمانی کی ایک کامیاب کوشش تھی۔ حضرت مولانا ان دونوں کتابوں سے نہ صرف متاثر ہوئے بلکہ دونوں فاضل مولفین کے پاس خود سفر کر کے گئے' ہدیہ تبریک پیش کیا' داد وتحسین دی' حوصلہ افزائی کیلئے کئی کئی جلدیں خرید کر عوام میں تقسیم کیں پھر یہ بھی محسوس کیا کہ تمام اختلافی امور پر ایک مبسوط اور بھرپور کتاب لکھنے کی ابھی ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ نے الامتیاز بین الحقیقت والمجاز کا مسودہ تیار کرنے میں کئی سال وقف کر دیئے۔ ہزاروں حوالے کی کتابیں سامنے رہیں اور کم از کم دوسو اختلافی مسائل کو نظریات کے تقابلی جائزہ کی حیثیت سے پیش کیا۔ اس مفید کتاب کا تقریباً تین ہزار صفحات پر پھیلا ہوا مسودہ ابھی تک شاعت پذیر نہیں ہوسکا۔

Marfat.com
Marfat.com

....

تصنیف و تالیف کی دنیا سے ہٹ کر آپ نے ایک سالک طریقت کی حیثیت سے وقت کے مشائخ کی خدمت میں تربیت حاصل کی۔ معمولات اولیاء کو اختیار کیا۔ مجاہدہ و ریاضت کی منزلیں طے کیں۔ اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری ہاشمی' خلیفہ خاص مولانا غلام محی الدین المعروف حضرت دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہما سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ ان کے وصال کے بعد حضرت پیر سید جماعت علی شاہ ثانی علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے عقیدت تہہ کیا منازل سلوک طے کئے اور پھر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ یہ دونوں مشائخ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی معروف شخصیتیں تھیں۔ ان حضرات کا روحانی فیضان مولانا محمد نبی بخش حلوائی کی زبان قلم کی وساطت سے ہزاروں طالبان حق تک پہنچا۔ سینکڑوں مریدوں نے' آپ کے زیرِ نگاہ رہ کر تربیت حاصل کی' مقامات سلوک طے کئے۔ شب بیداری' قیام اللیل' کثرت درود اور معمولات اولیاء نقشبند کی نعمت حاصل کی۔ آپکے شاگردوں نے نہ صرف اعتقادی اور نظریاتی پختگی حاصل کی بلکہ محبت رسول اور عشق مصطفیٰ کی نورانیت سے اپنے سینوں کو منور کرتے رہے۔

....

آپ لاہور کے ارائیں خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ لاہور شہر کے اندر جہاں ان دنوں اکبری منڈی ہے' آپ کا اپنا مکان تھا۔ نولکھا کے مواضعات میں زمین تھی۔ دریا کے کنارے پر بہت سے کنویں تھے۔ آپ نے ابتدائی دور میں پیشہ ''حلوہ سازی'' اختیار کیا۔ علم دین حاصل کیا۔ آپ کے دوسرے بھائی (مہر قادر بخش) کھیتوں میں سبزیاں اگاتے' شہر لاتے اور بیچتے۔ آپ حلوہ بناتے لوگوں کو کھلاتے۔ کھلاتے کھلاتے اللہ اور رسول کی باتیں سناتے۔ عام لوگوں میں بیٹھ کر مسائل دین ذہن نشین کرتے۔ مخلوق خدا مانوس ہوتی۔ حلوہ خورانی اور شیریں

Marfat.com
Marfat.com

بیانی، دونوں شکم و قلب کو مطمئن کرنے والی چیزیں تھیں۔ پیٹ کی بھوک اور دل کی بے چینی کا علاج تھا۔

نگاہ کے تیر سے گر بچ گیا شکار کوئی
تو بڑھ کے زلف نے اس کو اسیر دام کیا

آپکی دکان سے حلوہ کھانے والے اور ساتھ ساتھ محبت رسول میں ڈوبی ہوئی باتیں سننے والے آج تک حضرت حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کے انداز گفتگو کو یاد کرتے ہیں۔

....

دکان سے جو بچتا، گھر کے مختصر اخراجات میں کام آتا یا کتابوں کی اشاعت میں صرف ہو جاتا۔ پھر آپ نے اپنے حصہ کی زمین اور باغات بیچ کر اللہ کا گھر بنا لیا۔ ایک وقت آیا کہ مکان بیچ کر تفسیر نبوی کی اشاعت میں روپیہ لگا دیا اور تفسیر پنجاب کے دیہات اور قصبوں میں بانٹ دی۔ زمین بیچی، اللہ کا گھر بنالیا۔ مکان بیچا، اللہ کا کلام چھپوایا اور تقسیم کر دیا۔

یہ عظمتیں ہیں مقدر کسی کسی کیلئے

آج کوئی ایسی مثال ڈھونڈیں لاہور کے زمینداروں میں، آرائیوں میں عالموں میں، پیروں میں، حتیٰ کہ عصر حاضر کے فقیروں میں۔ میں اس زمانے میں بھی حضرت کی مجالس میں رہا۔ ان حالات کا عینی شاہد رہا۔ ان محافل کا خاموش مبصر رہا۔ میں نے علماء کرام کو آپ کے پاس آتے دیکھا اور حضرت کے سامنے علمی مباحث میں مصروف پایا۔ مشائخ کو دیکھا تو حضرت کو ان کی پابوسی پر مفتخر پایا۔ نعت خوانوں کو دیکھا تو آپ کی مجالس کو مجلس ذکر میں بھرپور پایا۔ وظیفہ دل کے متوالوں کو آپ کے حلقہ درود پاک میں محو پایا۔ شب بیدار مسجد کے در و دیوار کو زندہ رکھتے اور واعظان خوش بیان مسجد کے محراب و منبر کو آباد رکھتے۔

Marfat.com
Marfat.com

آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک کی کثرت سے قلب وجگر میں جو کیفیتیں پائیں' آپ کے خامہ محبت نے پنجابی شعروں کی زبان میں بیان کر دیں۔ قرآن واحادیث سے استدلال کیا کہ حضور کی بارگاہ میں درود پیش کرنا ہی ایمان کی جان ہے۔ درود کے متعلق احکام شرعیہ کی وضاحت کی۔ درود پاک کے فضائل بیان کئے۔ درود پاک کے آداب بیان کئے' پھر اہل ایمان کے دلوں پر درود پاک کے جو تاثرات مرتب ہوتے' جو کیفیتیں قلب وجگر کی زینت بنتیں' انہیں لطیف حکایات میں بیان کیا۔ آپ نے اپنے آقا ومولا کی نعت وثنا میں ڈوب کر اپنے قارئین کو دعوت مطالعہ دی ہے۔ بعض مقامات پر تو مولف علام پنجابی ادب کے موتی رولتے جاتے ہیں اور پھولوں کی لڑیاں دربار مصطفیٰ میں نچھاور کرتے جاتے ہیں۔

یہ جذبات' عشق ومحبت کے بغیر بیان نہیں کئے جاسکتے۔ یہ مسرت دلی عیقدت کے بغیر سامنے نہیں آسکتی۔ یہ انداز وجدان ومحبت کے بغیر اپنایا ہی نہیں جاسکتا۔

☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

تذکرہ مولانا نور بخش توکلی

یہ مقالہ مولانا نور بخش توکلی سیمینار منعقدہ جامعہ نعمانیہ میں پڑھا گیا

انجمن نعمانیہ لاہور میں ۱۸۸۷ء میں قائم ہوئی اور اس کے زیر اہتمام دارالعلوم نعمانیہ بادشاہی مسجد لاہور میں کام کرتا رہا۔ ۱۹۱۱ء میں موجودہ بلڈنگ میں تدریس کا کام شروع ہوا تو ایک سال بعد مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۱۲ء میں دارالعلوم کے انتظامی معاملات کی نگرانی کیلئے اعزازی طور پر آئے۔ آپ ان دنوں سرکاری ملازمت میں تھے۔ ان کی رہائش لوہاری دروازے کے اندر مسجد پٹولیاں کے قریب تھی مگر وہ دینی خدمات سرانجام دینے کیلئے دارالعلوم نعمانیہ کے معاملات کے اعزازی نگران مقرر ہوئے۔

جن دنوں مولانا نور بخش توکلی نے دارالعلوم کو سنبھالا دیا ان دنوں بڑے بڑے بلند پایہ علمائے کرام مسند تدریس پر جلوہ فرما تھے اور طالب علموں کی ایک خاصی تعداد زیر تعلیم تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دارالعلوم نعمانیہ کی شہرت پنجاب ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی۔

مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم کے تدریسی فرائض کے ساتھ دینی اشاعت کا پروگرام بنایا۔ آپ نے دارالعلوم کا ماہنامہ رسالہ جاری کیا۔ جس میں دارالعلوم کا کردگی اور ملک بھر میں اہلسنت کے تبلیغی امور پر مضامین لکھنے شروع کئے۔ انجمن نعمانیہ کے ریکارڈ میں یہ بات موجود ہے کہ ۱۹۱۲ء میں دارالعلوم کا ماہنامہ جاری ہوا جسکے بانی اور اعزازی ایڈیٹر علامہ نور بخش توکلی تھے۔ آپ ۱۹۱۲ء سے ۱۹۲۳ء تک دارالعلوم میں مختلف خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ہم آج کی نشست میں آپ کی ان گیارہ سالہ خدمات پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

حضرات محترم انجمن نعمانیہ کی تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس انجمن کے اعتقادی اور ملکی امور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی نگرانی میں سر

Marfat.com
Marfat.com

انجام دیے جاتے تھے اور اس سلسلہ میں مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ حضرت بریلوی سے خط و کتابت رہی ہے کہ آپ نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کو انجمن نعمانیہ کے مختلف امور سے آگاہ رکھا اور مشورے کرتے رہے۔ یہ بڑی اہم بات ہے کہ برصغیر کی یہ واحد انجمن تھی جسے اعلیٰ حضرت اپنی نگرانی میں پھیلتا پھولتا دیکھتے تھے۔

ایک زمانہ تھا کہ لاہور میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ عقیدت پیش کرنے کیلئے ''بارہ وفات'' کے نام سے جلسے کیے جاتے۔ جلوس نکالے جاتے ''بارہ وفات'' کی محفلیں برپا ہوتیں۔ مولانا نور بخش توکلی نے لاہور کے تمام علمائے کرام کا اجلاس بلایا۔ ان سے مشورہ کیا اور یہ بات متفقہ طور پر طے کی گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سالانہ تقریبات ''بارہ وفات'' کی بجائے عید میلاد النبی کے عنوان سے منوائی جائیں اہل ایمان کے ہاں وفات کی بجائے حضور کی دنیا میں تشریف آوری زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ چنانچہ انجمن نعمانیہ کے زیر اہتمام یہ متفقہ فیصلہ کیا گیا کہ ''بارہ وفات'' کی بجائے عید میلاد النبی کی تقریبات منائی جائیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی میں جلسے ہوں۔ جلوس نکلیں۔ نعت کی محفلیں ہوں۔ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے ہوں۔ انہیں عید میلاد النبی کے زیر عنوان منایا جائے۔ اس بات کا سہرا مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے۔ آپ نے لاہور میں میلاد النبی کی تقریبات کی بنیاد رکھی اور انہیں فروغ دیا۔ آج سارے پاکستان میں ہی نہیں سارے عالم اسلام میں عید میلاد النبی کی تقریبات منائی جارہی ہیں اور بارہ وفات کی بجائے ''عید میلاد النبی'' کا نام لیا جاتا ہے۔

حضرت خواجہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ نے عید میلاد النبی کی تقریبات کے علمی ثمرات عوام تک پہنچانے کیلئے تصانیف کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ آپ نے اسی دوران اپنی مشہور کتاب ''سیرت رسول عربی'' لکھی۔ یہ کتاب سیرت پاک پر لکھی جانے والی کتابوں میں ممتاز حیثیت سے سامنے آئی۔ مولانا شبلی نعمانی کی کتاب سیرت النبی کا بڑا شہرہ تھا مگر اس کتاب میں مستشرقین کے انداز نے اسے علمی دنیا

Marfat.com
Marfat.com

میں متنازعہ بنا دیا تھا۔ مولانا نور بخش توکلی نے ''سیرت رسول عربی'' لکھ کر علمی دنیا میں نہایت ہی اہم کام کیا۔ آج سیرت رسول عربی کے کئی ایڈیشن چھپ کر سامنے آ رہے ہیں اور اس کتاب کو اتنی مقبولیت ملی ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر عالم اسلام میں پھیل رہی ہے۔

آپ نقشبندی سلسلہ تصوف میں نسبت رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ آپ کی مجالس کا اثر تھا کہ آپ نے دارالعلوم نعمانیہ میں قیام کے دوران ''تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ'' جیسی نہایت اہم کتاب لکھی۔ آج تک یہ کتاب سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں نہایت ممتاز کتاب مانی جاتی ہے۔ اس کے کئی ایڈیشن چھپے ہیں۔ اس کتاب میں آپ نے اپنے پیرومرشد کے مفصل حالات قلمبند کئے ہیں اور اپنے حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

سیرت رسول عربی اور تذکرہ مشائخ نقشبندیہ کے علاوہ آپ نے بہت سی اور کتابیں تصنیف کیں۔ دارالعلوم نعمانیہ کے قیام کے دوران آپ نے تحریف قرآن کے اعتراض پر لکھنو کے بدزبان رافضی ذاکروں کے رد میں دو ضخیم جلدیں بنام ''تحفہ شیعہ'' لکھیں۔ یہ کتابیں انجمن نعمانیہ نے اپنے اہتمام میں شائع کی تھیں۔ اب ملک کے دوسرے اشاعتی ادارے بھی اس کتاب کو شائع کر رہے ہیں۔

غیر مقلدین نے ملک میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے علمی مقام کیخلاف ایک ہنگامہ برپا کر دیا مولانا نور بخش توکلی نے حضرت امام اعظم کے علمی کمالات پر ایک زبردست کتاب لکھی جس سے غیر مقلدین کے منہ بند ہو گئے۔ دوسری طرف امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے فقہ و حدیث فہمی پر اتنی جاندار کتاب آئی جسے ہم حنفی حلقوں کی ایک مایۂ ناز کتاب مانتے ہیں۔ یہ کتاب انجمن نعمانیہ نے شائع کی تھی۔

قصیدہ بردہ کی شرح عربی اور اُردو میں مرتب کی۔ مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ کی حضور سید الانبیاء سے محبت کی علامت بن کر دونوں شرحین سامنے آئیں۔ انہیں انجمن نعمانیہ نے اپنے اہتمام میں شائع کیا تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

میں نے صدرالافاضل کو دیکھا

روایت: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ...... مرتبہ: محمد صلاح الدین سعیدی

میرا طالب علمی کا زمانہ تھا لاہور کے سیاسی اور مذہبی جلسوں میں برصغیر کے شعلہ بیان مقررین آتے اور حدنگاہ تک پھیلے ہوئے مجمع کے سامنے تقاریر کرتے مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کے سالانہ جلسے لاہور کی تاریخی مسجد وزیر خاں میں ہوتے' علماء اہلسنت کے خطابات سے دل زندہ ہو جاتے مسجد کا صحن لبالب بھرا ہوا ہوتا پیر سید جماعت علی شاہ' حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی' مولانا امجد علی اعظمی' مولانا حامد رضا بریلوی صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی تقریریں کرتے مسجد وزیر خاں کے جلسے دیدنی اور تقاریر شنیدنی ہوتی تھیں۔ علماء کرام کی جلسہ گاہ میں آمد ایک ایمان افروز منظر ہوتا تھا۔ اور سٹیج پر تقریباً تین سو علما و مشائخ تشریف فرما ہوتے تھے۔

صدرالافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی بڑی وجیہہ شخصیت کے مالک تھے۔ کرتہ اور چوڑی دار پاجامہ زیب تن فرماتے بادامی رنگ کی اچکن پہنتے اور سر پر اُنابی رنگ کی بڑی سی دستار ہوتی اس دور میں آج کل کی طرح طرز لگا کر تقریریں کرنے کا رواج نہیں تھا لیکن تقریریں سادہ ہونے کے باوجود بڑی پراثر ہوا کرتی تھیں۔ حضرت صدرالافاضل تقریر شروع فرماتے تو خطبہ کے ساتھ ہی اشکبار ہو جاتے اور سیرت رسول پاک کے واقعات اتنے پرسوز انداز اور گلوگیر آواز میں بیان کرتے مجمع کو تڑپا کر رکھ دیتے' خود بھی جتنی دیر تقریر کرتے اشکبار رہتے اور لوگوں پر بھی رقت طاری رہتی۔

آپ اعلیٰ حضرت اور حضرت پیر علی حسین شاہ سرکار کلاں کچھوچھوی کے معروف خلفاء اور اہلسنت کے ممتاز علماء کرام میں شمار ہوتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے

Marfat.com
Marfat.com

ترجمہ قرآن کنزالایمان پر آپ کا تفسیری حاشیہ ''خزائن العرفان'' بڑا مشہور ہوا۔ برصغیر کی آبادی میں ۲ قومی نظریہ کے موضوع پر ''آل انڈیا بنارس سنی کانفرنس'' کا انعقاد اور مراد آباد میں جامعہ نعیمیہ کی بنیاد آپ کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔

اسم گرامی محمد نعیم الدین، تخلص نعیم، تاریخی نام غلام مصطفیٰ، لقب صدرالافاضل تھا والد مکرم مولانا محمد معین الدین نزہت قادری اپنے وقت کے معروف عالم دین اور شاعر تھے۔ صدرالافاضل ۲۱ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپکی دستار بندی ہوئی۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے علمی خلافت حاصل کی۔ متعدد مواقع پر آپ کے وکیل رہے۔ تدریس کا خاص انداز تھا۔ صدرالافاضل کا لقب اعلیٰ حضرت بریلوی نے ہی آپ کو عطا کیا تھا۔ ایک وقت تھا کہ ابوالکلام آزاد کے رسالوں ''البلاغ'' اور ''الہلال'' میں زوردار مضامین لکھے۔ ۱۳۲۰ھ میں ''الکلمۃ العلیا'' لکھی جو علمی اور نظریاتی دنیا میں بڑی مشہور ہوئی۔ سارے ہندوستان میں غیر مقلدین، دیوبندی اور آریہ سماجیوں سے مناظرے کئے۔ منشی برکت علی رامپوری اور روزنامہ ''سیاست'' کے ایڈیٹر سید حبیب کو ساتھ لیکر دارالعلوم ''مظاہرالعلوم سہارنپور'' پہنچے اور خلیل احمد انبیٹھوی سے مناظرہ کر کے اسے ساکت کر دیا۔

بڑے صائب الرائے، مدبر اور ملت کا درد رکھنے والے تھے۔ آپ کے نامور شاگردوں میں قائد اہلسنّت مولانا شاہ احمد نورانی کے استاد مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی، حکیم الامت مفتی احمد یار نعیمی، مدرسہ حزب الاحناف لاہور کے بانی سید ابوالبرکات، جامعہ نعیمیہ لاہور کے بانی مفتی محمد حسین نعیمی سواداعظم کے ایڈیٹر مولانا معین الدین نعیمی اور تفسیر ضیاء القرآن کے مؤلف پیر کرم شاہ بھیروی آسمان شہرت کے آفتاب و مہتاب بن کر چمکے حضرت صدرالافاضل کی تصانیف میں تفسیر خزائن العرفان، اطیب البیان، الکلمۃ العلیاء سوانح کربلا، کتاب العقائد، ریاض نعیم (شعری مجموعہ) خاص طور پر مشہور ہیں آپکی وفات ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۶۷ میں ہوئی۔ مزار مبارک جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں ہے۔ ماہنامہ النعیمیہ لاہور

Marfat.com
Marfat.com

جامعہ نعیمیہ لاہور کا ابتدائی دور

یہ تحریک ختم نبوت کا دور تھا۔ لاہور تحریک ختم نبوت کا مرکز تھا۔ پاکستان میں سب سے پہلی فوجی آمریت نے لاہور کو قبضہ میں لیا تھا۔ بے شمار علماء کرام کو قید و بند میں ڈالا گیا۔ ان دنوں حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں ایک دینی دارالعلوم میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ مسند تدریس کو چھوڑا اور تحریک ختم نبوت ہیں عملی طور پر شامل ہوئے۔ تقریریں کیں۔ قادیانیت کے خلاف مضامین لکھے۔ اشتہارات چھپوائے۔ اور عوام کو ختم نبوت کے تحفظ کیلئے آمادہ کرتے رہے۔ اور مزاحمتی مظاہروں میں پیش پیش رہتے۔

اگرچہ ان دنوں ختم نبوت کی تحریک کے مرکزی راہنما مولانا عبدالستار خاں نیازی مرحوم تھے۔ اور اس وقت کے بیشتر علمائے کرام گرفتار ہو چکے تھے۔ مگر مفتی محمد حسین صاحب نعیمی اپنے چند جوان سال ساتھیوں کے ساتھ دن رات کام کرتے اور تحریک ختم نبوت کیلئے شب و روز زیرزمین کام کرتے۔ گرفتار ہوئے۔ تو کئی ماہ تک قادیانیت نواز حکومت کے قید خانہ میں ظلم و ستم کا نشانہ بنے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد رہائی ملی۔ تو جس دارالعلوم میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے تھے اسکی انتظامیہ نے اس وجہ سے نکال دیا۔ کہ استاد ہو کر قید و بند کی راہوں پر کیوں گئے۔

ملازمت کے چھوٹ جانے پر مفتی محمد حسین نعیمی کو ملال تو ہوا۔ مگر آپ کیلئے یہ واقعہ آپ کے روشن مستقبل کی دلیل بن گیا۔ آپ ان دنوں جامع مسجد چوک دالگراں کے خطیب تھے۔ یہ ایک تاریخی مسجد تھی جسے لاہور کے دالگر خاندان کے

Marfat.com
Marfat.com

ایک مخیر شخص نے تعمیر کیا تھا۔ اس مسجد کی تاریخی حیثیت کے ساتھ ساتھ اسکی مقامی اہمیت بھی تھی۔ یہ ایک تجارتی سنگم میں واقعہ تھی۔ اور آج بھی ہے جسکے تینوں طرف کھلی سڑکیں تھیں۔ مفتی محمد حسین نعیمی نے اس مسجد میں ''جامعہ نعیمیہ'' اپنے استاد مکرم مولانا نعیم الدین مرآدآبادی کی نسبت سے ''جامعہ نعیمیہ'' کی بنیاد رکھی اور بے سروسامانی کے عالم میں دینی طلباء کو دعوت تدریس دے کر وقت کے لائق ترین اساتذہ کو مسند تدریس پر لا بٹھایا۔ یہ بیس طلباء کا پہلا حلقہ تھا۔ جو جامعہ نعیمیہ کی تدریسی جماعت میں شامل تھا۔ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے احباب سے جن علماء کو مسند تدریس پر بٹھایا ان میں مولانا محمد عالم سیالکوٹی مولانا سید شبیر حسین صاحب چوراہی مولانا عبدالغفور شامل تھے۔ مسجد دالگراں طلباء کے حلقوں سے بھری پڑی نظر آتی۔ نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ اردگرد کے تاجر نمازی ان طلباء کو دیکھ کر خوش ہونے لگے۔ ان دنوں مفتی محمد حسین نعیمی نہایت تنگدستی سے طلباء کیلئے کھانے کا اہتمام کرپاتے تھے انہیں طلباء کے کھانے کیلئے بہت دوڑ دھوپ کرنا پڑتی تھی۔

درس نظامی کی تدریس کے ساتھ ساتھ مفتی محمد حسین نعیمی نے ہر اتوار کی صبح کو علمائے کرام سے درس دینے کا اہتمام کیا۔ مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری سربراہ تحریک ختم نبوت اور خطیب مسجد وزیر خان ہر اتوار کو درس دینے آتے۔ ان کے ساتھ مولانا محمد بخش مسلم بی اے۔ مولانا خلیل احمد قادری۔ میاں غلام قادر آف شاذو لیباٹری مولانا غلام مرتضیٰ میکش ہوتے۔ درس کے اختتام پر چوک دالگراں میں ''مقبول عام پریس'' میں ان علمائے کرام کی نشست ہوتی اور مقبول عام پریس کے مالک میاں محمد شریف ناشتے کا بندوبست کرتے۔ اس ہفت روزہ درس کی وجہ سے طلبا کے علاوہ دوسرے لوگ بھی جامعہ نعیمیہ میں آنے لگے۔

ان دنوں مفتی صاحب بڑی بے سروسامانی کے عالم میں طلبا کے کھانے کا

Marfat.com
Marfat.com

اہتمام کرتے مجھے یاد ہے کہ مفتی صاحب کی اہلیہ گیارہ بجے سے ایک بجے تک طلبا کیلئے کھانا تیار کرتیں اپنے ہاتھ سے چولہے پر روٹیاں پکاتیں اور بیس طلبا کیلئے کھانا تیار کرتیں میں نے مفتی صاحب کو ایک بار اس مشقت کی طرف توجہ دلائی تو آپ نے فرمایا فاروقی صاحب اگر روٹیاں تنور سے لگوائی جائیں تو ایک روپیہ مزدوری دینا پڑتی ہے۔ لیکن ہم اس روپیہ سے پانچ سیر آٹا لے آتے ہیں مفتی محمد حسین نعیمی کی اہلیہ نے کئی سال تک یہ کام اپنے ہاتھ سے کیا۔

ان حالات کو دیکھ کی چوک دالگراں کے چند سنی دکاندار آگے بڑھے اور مفتی صاحب کو کہنے لگے۔ آپ اپنا سالانہ اخراجات کا تخمینہ ہمیں دیں۔ تاکہ ہم ان کا بندوبست کریں ان دنوں سارے سال کا خرچ تیس ہزار روپیہ تھا۔ ان حضرات نے ان اخراجات کا ذمہ لیا فنڈ جمع کیا اور مفتی محمد حسین نعیمی کو آزادنہ کام کرنے کا موقع دے دیا۔ ان حضرات میں میاں محمد شریف (میاں نواز شریف کے والد مکرم) میاں محمود صاحب حاجی نور محمد الحاج نورالدین صاحبان میاں محمد یوسف (برادر میاں محمد شریف) میاں محمد شریف آف مقبول عام پریس شامل تھے۔

اگرچہ مفتی محمد حسین نعیمی کو جامعہ نعیمیہ کے طلبا کے اخراجات کے فکر سے نجات مل گئی تھی مگر مفتی صاحب نے جامعہ نعیمیہ کے ساتھ ایک اور محاذ کھول دیا وہ ہر ماہ چوک دالگراں میں ایک پروقار جلسے کا اہتمام کرتے جس میں ملک کے بلند پایہ خطیب آتے اور تقاریر کرتے۔ ان دنوں چوک دالگراں ایک کھلا چوک تھا جہاں دور دور تک لوگ بیٹھ جاتے اور اطمینان سے تقاریر سنتے۔ رات گئے تک یہ شاندار جلسے جاری رہتے اور لوگ بھی شہر کے گوشے گوشے سے آکر جلسہ میں شریک ہوتے۔ ان جلسوں میں مولانا عبدالغفور ہزاروی صاجبزادہ سید فیض الحسن آلو مہاروی مولانا محمد بخش مسلم بی اے مولانا غلام دین مولانا محمد بشیر سیالکوٹی قاری احمد حسن فیروزپوری، مولانا محمد شریف نوری قصوری باری باری تشریف لاتے اور

Marfat.com
Marfat.com

اپنے خطابات سے لوگوں کو نوازتے مفتی محمد حسین نعیمی کے اس اہتمام نے جامعہ نعیمیہ چوک دالگراں کو سنی جلسوں کا مرکز بنا دیا تھا میں نے ان جلسوں میں ان علماء کرام کے علاوہ محدث اعظم کچھوچھوی' مولانا سردار احمد لائلپوری' مولانا سید احمد سعید کاظمی' مولانا عارف اللہ شاہ قادری راولپنڈی جیسے خطباء کو سنا تھا۔ ایک تاریخی جلسہ میں حضرت محدث اعظم کچھوچھوی رحمۃ اللہ تشریف لائے تو مفتی محمد حسین نعیمی نے مجھے سٹیج سیکرٹری کا اعزاز بخشا۔

ان علمائے کرام کے علاوہ مفتی محمد حسین نعیمی کی ایک یہ عادت تھی۔ کہ جب کسی بڑے سیاست دان کے اقتدار کی کرسی الٹ جاتی تو مفتی صاحب اسے سہارا دینے کیلئے آگے بڑھتے۔ اور اسے جلسہ عام میں خطاب کرنے کی دعوت دیتے۔ مجھے یاد ہے جب نواب مشتاق احمد گورمانی گورنر مغربی پاکستان کو معزول کر دیا گیا۔ تو مفتی صاحب نے چوک دالگراں میں ایک عظیم الشان جلسہ کیا اور نواب گورمانی کی تقریر کرائی۔ نواب مشتاق احمد گورمانی اگرچہ گورنر ہاوس سے نکل کر آئے تھے مگر انہوں نے سیرت رسول پاک پر جو تقریر کی اس سے معلوم ہوتا تھا۔ ان میں عوامی خطاب کی صلاحیت بھی ہے۔ نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت کے درمیاں تقریر کرنے لگے اور لوگوں کے دل و دماغ کو مسحور کرتے گئے جلسے کے اختتام پر جب اہل محبت کا ہجوم نواب گورمانی کے ہاتھ چومنے آگے بڑھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے فرمانے لگے میں تو گورنر ہاوس میں پابند اقتدار رہا مجھے کیا پتہ کہ لوگ مجھ سے اتنی محبت کرتے ہیں اور حضور کے نام پر اسقدر قربان ہوتے ہیں۔

خان عبدالقیوم خان بڑے زبردست مقرر تھے انہوں نے تحریک پاکستان کے دوران صوبہ سرحد میں ''خان برادران'' کا مقابلہ کیا تھا۔ پاکستان کے زبردست حامی تھے۔ جب انہیں اقتدار کی کرسی نے دغا دیا' تو مفتی محمد حسین نعیمی آگے بڑھے اور خان عبدالقیوم خان کو چوک دالگراں میں خطاب کی دعوت دی۔ اسی دن

Marfat.com
Marfat.com

یہودیوں نے مصر میں نہر سویز پر حملہ کیا تھا خان عبدالقیوم خان حکومت وقت کے خلاف بھی گرجے اور نہر سویز کے واقعہ پر بھی برسے خاں صاحب نے سارا مجمع لوٹ لیا۔ میاں امیر الدین صدر جلسہ تھے۔ جب خان قیوم خان کی تقریر ختم ہوئی تو فوراً مجھے دعوت خطاب دی گئی۔ خان عبدالقیوم خان کی طوفانی تقریر کے بعد میری کیا حیثیت تھی۔ آندھی کے بعد نرم ہواؤں کو کون پوچھتا ہے خان عبدالقیوم تقریر کے بعد سٹیج چھوڑ کر نکل گئے۔ اور سینکڑوں سامعین کو ساتھ بہا کر لے گئے میں خطبہ پڑھتا رہا مجمع خالی ہونے لگا۔ میں نے تمہیدی جملوں کی بجائے اسوقت کے وزیروں اور سیاست دانوں پر بولنا شروع کر دیا وزیروں کی بدعنوانیوں پر ایک یلغار بول دی زور دار شعروں میں وزیروں کے کالے کرتوتوں پر تقریر کرنے لگا۔ میں نے دیکھا لوگ جاتے جاتے رک گئے مجمع جمنے لگا۔ اب میں نے اسی موضوع کو اور آگے بڑھایا۔ اور ایک گھنٹے تک سٹیج کی رونق بنا رہا۔ اور لوگ بیٹھے رہے جلسے کے بعد چائے پینے لگے تو صدر جلسہ میاں امیر الدین نے مجھے اپنے پاس بلا کر فرمایا وزیروں کے خلاف اتنی سخت باتیں نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے سر جھکا کر کہا (میاں صاحب) میں تو اکھڑے ہوئے مجمع کو کنٹرول کر رہا تھا۔ وہ مسکرا دیئے کہنے لگے خیال رکھا کرو۔

مجھے یاد ہے کہ جن دنوں ہمارے وزیر باتدبیر مولانا کوثر نیازی کرسی وزارت سے لڑکھڑائے تو مولانا محمد حسین نعیمی آگے بڑھے مولانا کوثر نیازی کو دعوت خطاب دی۔ مفتی صاحب نے جامعہ نعیمیہ کی بلند و بالا بلڈنگ کو آراستہ کیا جلسہ گاہ کو پیراستہ کیا۔ بڑا مجمع تھا۔ مولانا کوثر نیازی کی آمد پر اکیس توپوں کی سلامی دی۔ مولانا کوثر نیازی نے بڑی نفیس تقریر کی۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور مولانا نعیم الدین مرآد آبادی کو بڑے خوبصورت انداز میں ہدیہ تحسین پیش کیا۔ لوگ حیران رہ گئے کہ جماعت اسلامی کے ایک میے خانے کا ''مغ بچہ'' نواب آف کالا باغ

Marfat.com
Marfat.com

کا غنچہ، پیپلز پارٹی کی بلبل ہزار داستان، آج اعلیٰ حضرت پر اتنی شاندار تقریر کر رہا ہے۔ مولانا کوثر نیازی گفتگو کرتے رہے۔ لوگ عش عش کرتے گئے۔ جلسہ ختم ہوا چائے کا دور شروع ہوا۔ تو کوثر نیازی اٹھے مفتی صاحب کے ہاتھ چومے، گلے لگایا اور کہنے لگے میں پیپلز پارٹی کے جیالوں کے ہنگاموں میں پھنسا رہا۔ مجھے کیا پتہ آپ کے لوگ اتنی محبت اور اتنی عقیدت دیتے ہیں۔ پھر آپ نے مجھے جو اعزاز دیا وہ ایک شکستہ خاطر وزیر کیلئے کسی بڑی سے بڑی قیمت سے کم نہیں۔

مفتی محمد حسین نعیمی بڑے مستعد عالم دین اور بڑے متحرک انسان تھے۔ چوک دالگراں میں تدریسی ٹیم کے ساتھ طلباء کو پڑھاتے۔ چھٹی ہوتی تو طلبا کی ضروریات کیلئے دوڑ پڑتے نماز جمعہ میں آپ کا خطاب بڑا زور دار ہوتا حالات حاضرہ پر بڑی اچھی گفتگو کرتے نماز کے بعد آپ کے حجرے میں ایک خصوصی محفل ہوتی۔ ہم لوگ جمعہ سے فارغ ہوکر چوک دالگراں جا پہنچتے۔ چائے کا دور چلتا چائے کا اہتمام حاجی نورالدین کرتے۔ ان کا چوک دالگراں میں برف کا کارخانہ تھا۔ وہ مفتی صاحب کے شیدائی تھے۔ مفتی صاحب بھی انہیں اپنے تمام جلسوں کا صدر نشین بناتے۔

دالگراں کی مسجد کے ایک حجرے میں احباب کی محفل جمی ہوئی ہے۔ مولانا محمد بخش مسلم میٹھی میٹھی باتیں کر رہے ہیں۔ مولانا غلام الدین خوش ہو رہے ہیں مولانا عبدالغفور ہزاروی زلفوں کو سنوار رہے ہیں۔ محمد اعظم چشتی آ گئے۔ مفتی صاحب مہمانوں کی خاطر داری میں مصروف ہیں ہم چائے کی پیالیاں اٹھائے علماء کرام کے سامنے رکھتے جا رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج ہمارے یہ علمائے کرام کہیں یلغار بولنے والے ہیں۔ ٹانگہ آ گیا۔ سارے علماء کرام ٹانگے پر سوار ہوکر مزنگ جا پہنچے۔ اور ہم اپنے سکوٹر پر یہ جاوہ جا۔ مفتی صاحب کو نادر ونایاب کتابوں کو زندہ کرنے کی بڑی دھن تھی۔ مولانا ابوالحسنات کی ''اوراق غم'' چھپوا

Marfat.com
Marfat.com

دی۔ قاضی عیاض کی کتاب ''الشفا'' چھپوادی۔ پھر صحافت کی وادی کو چل نکلے پہلے ماہنامہ حنفی نکالا۔ پھر ''عرفات'' کا ڈیکلریشن لیا۔ اور جامعہ نعیمیہ کا ترجمان بنایا۔ عرفات میدان صحافت میں آج بھی خیمہ زن ہے۔

چوک دالگراں میں ''جامعہ نعیمیہ'' اپنی تنگ دامانی کا گلہ کرنے لگا۔ طالب علموں کی تعداد بڑھتی گئی۔ گڑھی شاہو کے چوک پر ایک عیدگاہ ویران پڑی تھی۔ عیدین میں رونق ہوتی۔ پھر سارے سال عیدگاہ نمازیوں کی راہ تکتی رہتی۔ وہاں مولانا عزیز احمد بدایونی امامت کراتے۔ چند نمازی آجاتے تو مل کر نماز پڑھ لیتے۔ وہ مفتی محمد حسین نعیمی کی خدمت میں آئے اور جامعہ نعیمیہ چوک دالگراں سے گڑھی شاہو لے جانے کا کہا مگر مفتی صاحب اپنے حالات کے پیش نظر اتنی بڑی جگہ پھر ویران عیدگاہ پر جانے کو تیار نہ تھے۔ آخر ایک سال بعد مفتی صاحب نے اس عیدگاہ کو درس گاہ بنانے کا تہیہ کرلیا۔ اور جامعہ نعیمیہ کا جھنڈا لہرادیا۔

1965 کی جنگ کا زمانہ تھا۔ توپوں کی گرج پورے لاہور کو ہلا رہی تھی۔ بمباروں کی یلغار لاہور میں ہر طرف دہشت پھیلا رہی تھی۔ مشرقی لاہور کا علاقہ خالی ہورہا تھا۔ کئی دیہات توپوں کی زد میں تھے۔ لوگ دور دراز شہروں کا رخ کر رہے تھے۔ ان حالات میں مفتی محمد حسین نعیمی نے جامعہ نعیمیہ کی مسجد کی تعمیر میں لگے ہوئے تھے۔ مستری مزدور کام کررہے تھے۔ ایک کار سوار رکا کہنے لگا۔ حضرت لوگ شہر چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔ شہر میں کاروبار ٹھپ ہوگیا ہے آپ دیواریں چن رہے ہیں اگر ایک بم آگرا تو کیا ہوگا۔ مفتی صاحب نے فرمایا جہاں شہر کی اتنی مسجدیں۔ اتنی خانقاہیں اتنے محلات بمباری سے تباہ ہوجائیں گی ہماری لگائی ہوئی تازہ اینٹیں بھی گرجائیں گی تو کیا غم ہے مگر ہم اللہ کے گھر کی دیواریں اٹھاتے جائیں گے تاوقتیکہ ہماری جان چلی جائے۔ کار سوار چلا گیا مگر دوسرے دن اس نے ایک سو بوری سیمنٹ بھیجی اور کہنے لگا آپ کام کرتے جائیں میں آپ کا ساتھ

Marfat.com
Marfat.com

دیتا رہوں گا۔ مفتی محمد حسین نعیمی ایک طرف تو جامعہ نعیمیہ کی ابتدائی مشکلات سے گزر رہے تھے دوسری طرف انکی دلی خواہش تھی کہ جامعہ نعیمیہ کا تعلیمی اور تدریسی معیار اتنا بلند ہو کہ روایتی دینی مدارس سے ہٹ کر اپنے طلباء کو تیار کریں اگرچہ انہوں نے ''درس نظامی'' کے انداز تدریس کو ہی اپنایا۔ مگر انہوں نے قابل اور لائق اساتذہ کو تلاش کر کے مسند تدریس پر لا بٹھایا۔ اور طلباء کو ایک روشن مستقبل کیلئے تیار کرنے لگے۔ اگرچہ وہ خود ''شیخ الجامعہ'' تھے مگر شیخ الجامعہ کی مسند پر کبھی رونق افروز نہیں ہوئے۔ بایں ہمہ روزانہ اسباق میں بذات خود حصہ لیتے اور اس پر ہر طالب علم کو یہ احساس ہوتا کہ میں مولانا نعیمی کا شاگرد ہوں ایک روز مستقبل میں نعیمی کہلانے میں فخر محسوس کروں گا مجھے یاد ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد دارالعلوم نعیمیہ کی ایک کھیپ تیار ہو کر میدان عمل میں نکلی تو سب نئے علما ''نعیمی'' کہلائے ملک کے اندر اور باہر کئی نعیمی دینی فرائض سرانجام دینے لگے۔ مجھے حرمین شریفین میں جانے کا موقع ملا تو کئی نعیمی موجود پائے۔ میں شمالی افریقہ میں گیا تو وہاں کئی نعیمی ہیں۔ ہندوستان بنگلہ دیش میں رابطے ہوئے تو کئی نعیمی سامنے آئے۔ یہ سارے نعیمی جامعہ نعیمیہ کے ابتدائی دور کے لوگ تھے حضرت مفتی محمد حسین نعیمی نے دارالعلوم نعیمیہ کی بنیادیں اٹھائیں تو اسکی مسجد کی شاندار تعمیر میں ایک ایک اینٹ نے اپنا نقش ثبت کیا جب دارالعلوم کی بلند و بالا عمارت کھڑی ہوئی تو مفتی نعیمی کے ہاتھ ایک چابک معمار کی حیثیت سے کام کرتے نظر آئے۔ یہ عملی شرکت کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے کہ تمام سنی مدارس میں جامعہ نعیمیہ کی شاندار بلڈنگ منفرد مقام رکھتی ہے اور امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔

ہم جامعہ نعیمیہ کے ابتدائی ادوار کی یادیں تازہ کر رہے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ دارالعلوم جامعہ نعیمیہ کی مکمل تاریخ مرتب کریں گے وہ اس علمی درسگاہ کے مختلف پہلوؤں کو سامنے لائیں گے

Marfat.com
Marfat.com

پاکستان میں افکار رضا کے زاویے

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک نابغہ روزگار شخصیت کے مالک تھے آپ نے اپنی علمی اور فکری رسائی سے جو تجدیدی کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ اس کا اعتراف دنیا بھر کے اہل علم و دانش کر رہے ہیں۔ یہی تجدیدی کارنامے تھے جن کی وجہ سے دنیائے علم وفکر نے انہیں چودھویں صدی ہجری کا مجدد تسلیم کیا ہے۔ آپ کی علمی اور اعتقادی خدمات پر ہزاروں کتابیں' لاکھوں مضامین لکھے گئے ہیں۔ ہم اس بے مثال شخصیت کے افکار کی اشاعت کے ان ''زاویوں'' کا ذکر کریں گے۔ جو ہماری یادوں کے گوشوں میں محفوظ ہیں۔

قیام پاکستان سے پہلے ہمیں اتنا شعور نہ تھا کہ ہم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام تک رسائی حاصل کر سکتے۔ انجمن حزب الاحناف کے تقسیم اسناد کے سالانہ جلسوں میں اعلیٰ حضرت کی نعتیں سنا کرتے تھے۔ بعض علمائے کرام کی تقاریر میں اعلیٰ حضرت کا نام سنتے تھے۔ جب علامہ ابوالبرکات سیّد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت) کی مجالس تک رسائی نصیب ہوتی تو وہ اعلیٰ حضرت کی کوئی نہ کوئی چھپی ہوئی کتاب دکھاتے' پھر جب ہم اپنے استاد مکرم مولانا محمد نبی بخش حلوائی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کو جاتے تو بازار میں کتابوں کی ایک دوکان (نوری کتب خانہ) کے اندر بیٹھتے ہمارے استاد گرامی دوکان کے مالک حضرت پیر سیّد محمد معصوم شاہ گیلانی نوری رحمۃ اللہ علیہ سے اعلیٰ حضرت کے کسی رسالے کا مطالبہ کرتے تو سید موصوف اعلیٰ حضرت کے رسالوں کا ڈھیر سامنے لا رکھتے جن سے مولانا محمد نبی بخش حلوائی چند رسالے اٹھاتے خرید لیتے اور ہمیں کہتے ''سید معصوم

Marfat.com
Marfat.com

شاہ گیلانی کو اللہ خوش رکھے کہ یہ بریلی سے موتی چن کر لاتے ہیں اور ہماری جھولیاں بھرتے جاتے ہیں''۔ پیر سیّد معصوم شاہ گیلانی نوری نے اعلیٰ حضرت کے کئی رسالے چھاپے اور اہلسنّت کے مطالعہ کیلئے عام کئے۔ نوری کتب خانہ افکار رضا کی اشاعت کا واحد اشاعتی مرکز تھا جس نے لاہور کو ہی نہیں سارے پنجاب کو فکر رضا سے آشنا کیا۔ علامہ سید ابوالبرکات بھی اعلیٰ حضرت کے بعض عمدہ اور نفیس رسائل چھاپ کر علمائے اہلسنّت میں تقسیم کرتے۔

پاکستان بننے کے بعد ہمیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے نام کا تعارف ہوا کچھ ہمارا علمی شعور بھی بلند ہو گیا تھا کچھ کتابوں کی جستجو ہونے لگی۔ کراچی سے پہلی بار اعلیٰ حضرت کا کنزالایمان ترجمہ قرآن مجید چھپ کر آیا تو ہمارے علماء کرام نے اسکی تعریف کی ہم نے بھی خریدا اور مطالعہ کرنا شروع کیا۔ پھر ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی جلد اول چھپ کر آئی تو بہت سے علماء کرام نے اعلیٰ حضرت کی زندگی کے علمی پہلوؤں کو بیان کرنا شروع کیا۔ انہی دنوں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے رفیق علم وقلم سید محمد ایوب رضوی رحمۃ اللہ علیہ بریلی سے نقل مکانی کر کے لاہور پہنچے تو وہاں سے اعلیٰ حضرت کے رسالے ساتھ لائے۔ وہ اپنی بے بضاعتی اور بے سروسامانی کی وجہ سے اعلیٰ حضرت کی کوئی کتاب تو نہ چھپوا سکے مگر کراچی جا کر انہوں نے ''حیات اعلیٰ حضرت'' مولفہ مولانا ظفر الدین بہاری رضوی کی جلد اول کا پہلا ایڈیشن چھپوانے میں کامیابی حاصل کی۔ ہماری دانست میں ''حیات اعلیٰ حضرت'' سب سے پہلے کراچی ہی میں چھپی تھی۔

''کنزالایمان'' کراچی سے چھپ کر آیا تو لاہور میں علمائے اہلسنّت کے ہاں خوشی کی لہر دوڑ گئی ان کی خواہش تھی کہ اسے کوئی مالدار ادارہ چھپوائے تاکہ عوام تک آسانی سے پہنچے مگر کوئی ناشر اس نئے ترجمے کی طرف قدم نہیں بڑھاتا تھا۔ ''مقبول عام پریس'' چوک دالگراں ان دنوں اشاعت قرآن کا مرکز تھا۔ علمائے اہلسنّت نے انہیں ''کنزالایمان'' چھاپنے پر آمادہ کیا انہوں نے چوب قلم میں

Marfat.com
Marfat.com

جہازی سائز پر ''کنزالایمان'' شائع کر دیا پھر مقبول عام پریس کے تعاون سے ''مکتبہ نبویہ'' لاہور نے ایک بڑا ایڈیشن شائع کیا وہ اتنا سستا ایڈیشن تھا کہ دو تین روپے میں کنزالایمان مل جاتا تھا اس ایڈیشن کی اشاعت اور تقسیم میں راقم (اقبال احمد فاروقی) نے دن رات ایک کر دیا تھا۔

پاکستان میں آہستہ آہستہ افکار رضا کی خوشبوئیں پھیلنے لگیں بارگاہ رسالت میں کہی ہوئی اعلیٰ حضرت کی نعتیں دلوں کے دروازوں پر دستک دینے لگیں۔ مجالس نعت میں حدائق بخشش کی روشنیاں پھیلنے لگیں۔ ''سلام رضا'' کی گونج ہر مسجد ہر شہر ہر قصبہ اور ہر قریہ میں سنائی دینے لگی۔

علمائے اہلسنّت کے پیہم اصرار پر ''تاج کمپنی'' کے مالک شیخ عنایت اللہ کنزالایمان کو شائع کرنے پر آمادہ ہوئے وہ بادل نخواستہ پہلا ایڈیشن لائے۔ لوگوں نے تین ماہ کے اندر اندر سارا ایڈیشن خرید لیا پھر انہوں نے پانچ ہزار کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا۔ یہ ایڈیشن چھ ماہ کے اندر اندر ختم ہو گیا۔ تاج کمپنی کے اراکین حیران رہ گئے کہ یہ چھپا ہوا خزانہ کیا شائع ہوا لوگ قطار اندر قطار آ کر خرید رہے ہیں۔ تاج کمپنی کا چھپا ہوا کنزالایمان ''سپر ہٹ'' ہوا۔ مولانا شمس الحسن شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی نگرانی میں ''حدائق بخشش'' کا پہلا ایڈیشن مدینہ پبلیشنگ کمپنی کراچی سے شائع ہوا۔ اہل سخن کو اعلیٰ حضرت کے کلام سے شناسائی ہوئی تو ہر طرف سے شور اٹھا۔

بلبل باغ مدینہ تیرا کہنا کیا ہے

حدائق بخشش کا جب ادبی اور تنقیدی جائزہ چھپا تو دنیائے شاعری میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا' پھر اس کے کئی ایڈیشن پاکستان کے مختلف علاقوں سے چھپتے گئے اور دلوں کی حلاوت بنتے گئے۔

حکیم محمد موسیٰ امرتسری ایک علمی خانوادے کے فرد تھے۔ امرتسر سے ہجرت کر کے لاہور آئے تو رام گلی (موجودہ رحمان گلی) میں مطب جاری کیا اور ساتھ ہی

Marfat.com
Marfat.com

فکر رضا کو عام کرنے کیلئے ۱۹۶۸ء میں ''مرکزی مجلس رضا'' کی بنیاد رکھی۔ چند احباب کو ساتھ ملا کر ''یوم رضا'' منانے لگے۔ راوئیداد یوم رضا چھاپ کر پڑھی لکھی دنیا تک پہنچانے لگے۔ اعلیٰ حضرت کے رسائل چھاپ کر مفت تقسیم کرنے لگے۔ ان کی شبانہ روز کوششوں سے سارے پاکستان میں ایک دھوم مچ گئی۔

وہ چمن میں کیا گیا سارا گلستان کھل اٹھا

''مرکزی مجلس رضا'' نے چند سالوں کے اندر اندر افکار رضا کے قافلے ہر سمت روانہ کرنے شروع کئے۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی روح کو خدا خوش رکھے۔ اس نے اپنی زندگی میں کئی لاکھ کتابیں چھپوا کر فکر رضا کو عام کیا پاکستان کا ہر پڑھا لکھا شخص امام احمد رضا کی کسی نہ کسی کتاب سے آشنا ہونے لگا۔ کالجوں کے پروفیسر' عدالتوں کے وکلاء' عدلیہ کے جج' مساجد و مدارس کے علماء و خطباء فکر رضا سے سرشار ہونے لگے۔ مرکزی مجلس رضا لاہور نے صرف پاکستان ہی نہیں سارے برصغیر میں اعلیٰ حضرت کی کتابیں پھیلا دیں۔ اب ''فتاویٰ رضویہ'' پاکستان میں آیا تو فقہی میدان میں اعلیٰ حضرت کی فقاہت نے جھنڈے گاڑ دیئے۔ ''مکتبہ نبویہ'' لاہور نے اس سلسلہ میں نمایاں کام کیا' کراچی میں مدینہ پبلیشنگ کمپنی اور مکتبہ رضویہ نے اہم کردار ادا کیا پھر کئی اشاعتی ادارے آگے بڑھے' فتاویٰ رضویہ چھپنے لگا اور اس طرح فقہی دنیا میں ایک انقلاب آ گیا' مرکزی مجلس رضا لاہور کی اشاعتی مہم نے چند برسوں میں سارے برصغیر میں افکار رضا کا اتنا چرچا کیا کہ لوگ حیران رہ گئے۔ یہ ایک انقلابی مجلس تھی جس نے واقعی انقلاب برپا کر دیا۔

''مرکزی مجلس رضا'' لاہور کی تحریک پر اعلیٰ حضرت کے افکار کو عام کرنے کیلئے پاکستان میں کئی ادارے قائم ہوئے۔ سید ریاست علی قادری ایک اعلیٰ سرکاری آفیسر تھے۔ انہوں نے ''ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی'' کی بنیاد رکھی اور اعلیٰ حضرت پر بلند پایہ تحریریں سامنے آنے لگیں' ہائی سوسائٹی میں افکار رضا کو پھیلایا جانے لگا' سید ریاست علی قادری نے افکار رضا کو وزراء' عدلیہ' سیاست

Marfat.com
Marfat.com

دانوں اور بیورو کریٹ تک پہنچا دیا اور اتنا بڑا کام کیا کہ اہل علم داد دیئے بغیر نہ رہ سکے، ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری اگرچہ ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا'' کے معاون تھے مگر انہوں نے مرکزی مجلس رضا لاہور کے سٹیج سے اتنی بلند پایہ کتابیں شائع کرائیں جن سے اعلیٰ حضرت کے سیاسی افکار لوگوں کے سامنے پہلی بار آئے۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری کی تحریروں میں تحقیق بھی تھی اور شگفتگی بھی اعلیٰ حضرت پر جب آپ کی تحریریں سامنے آئیں تو دنیائے علم نے تسلیم کیا کہ دینی ادارے بھی ایسی تحقیقی اور شگفتہ تحریریں سامنے لا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری ایک استاد تھے، معلم تھے، محکمہ تعلیم کے آفیسر تھے۔ ان کے احباب اور شاگردوں کا ایک وسیع حلقہ تھا۔ جب انکے قلم کی خوش خرامی سامنے آئی تو دبستان رضا کا پتہ پتہ، بوٹا بوٹا افکار رضا کی خوشبو لیکر مہک اٹھا۔ مرکزی مجلس رضا لاہور سے چھپنے والی تحریریں اتنی موثر ثابت ہوئیں کہ اہل علم نے آپ کو ''ماہر رضویات'' تسلیم کیا۔

''مرکزی مجلس رضا لاہور'' کی کتابی اشاعت کے ساتھ ساتھ ۱۹۹۲ء میں مجلس کا ماہنامہ ''جہان رضا'' آسمان صحافت پر جلوہ گر ہوا۔ اس کی ادارت (راقم) پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کے ہاتھ تھی۔ جہان رضا نے رضویات پر کام کرنے والوں سے لوگوں کو آگاہ کیا اعلیٰ حضرت پر لکھی جانے والی کتابوں سے واقف کیا اعلیٰ حضرت پر ڈاکٹریٹ کرنے والوں سے متعارف کرایا آج دنیائے رضویت میں ''جہان رضا'' کے مقالات مضامین اور اداریوں کو

وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں طائر بوستانوں میں

لاہور میں ''رضا فاؤنڈیشن'' کی بنیاد رکھی گئی اسکے صدر محترم حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم نظامیہ لاہور تھے۔ انہوں نے اپنی نگرانی میں سنی علماء کرام کا ایک بورڈ قائم کیا جس کی نگرانی میں ''فتاویٰ رضویہ'' کی تخریج کا کام شروع ہوا۔

Marfat.com
Marfat.com

آج پاکستان کے گوشے گوشے میں فکر رضا کے بیشمار زاویئے قائم ہو چکے ہیں۔ مگر مرکزی مجلس رضا لاہور' رضا اکیڈمی لاہور' رضا فاؤنڈیشن لاہور' ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی' جیسے اداروں نے فکر رضا کی اشاعت میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ آج ترجمہ قرآن کنزالایمان کے سینکڑوں اشاعتی ادارے دن رات کام کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی اشاعت کے ہزاروں ناشرین صبح و شام فکر رضا کو عام کرنے میں مصروف ہیں۔ اہلسنّت کی مساجد کے خطیبان خوش زبان سنیوں کے جلسوں کے واعظان شیریں بیان پھر مجالس نعت کے نعت خوانانِ ہزار داستان تمام فکر رضا کے انوار کو پھیلانے والے زاویئے ہیں۔

الٰہی تابود خورشید وماہی
جہان رضویاں را روشنائی

یہ افکار رضا کے زاویئے تھے جن کا ہم نے ذکر کیا مگر فکر رضا کو عوام تک پہنچانے کیلئے ابھی بڑا کام کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان کی اکثریت اہلسنّت و جماعت کے عقیدہ پر قائم ہے۔ حنفی المذہب کی یہ اکثریت علمائے اہلسنّت سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ انہیں دینی راہنمائی دیں اور دینی قیادت بہم پہنچائیں۔ اندریں حالات علمائے اہلسنّت کا فرض ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور عوام کو فکر رضا پر مشتمل لٹریچر مہیا کرنے کیلئے مزید ادارے قائم کریں۔ برصغیر میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت احمد رضا خان ہی ایک واحد شخصیت ہے جس نے دینی بے راہ روی کے طوفانوں کو روکا اور سنیوں کو ایک نقطہ پر جمع کر دیا تھا۔

آج سنیوں کے اندر کئی طبقے پیدا ہو گئے ہیں جو بلاشبہ سنی العقیدہ ہیں مگر ان کی بے راہ روی نے سنی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے آج ہماری خانقاہیں غیر اسلامی رسم و رواج کے مراکز بنتی جا رہی ہیں آج ہمارے بزرگان دین کے عرس ''میلوں'' کی شکل اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ آج ہمارے روحانی مرکز غیر اسلامی رسم و رواج کی تجربہ گاہیں بنتے جا رہے ہیں ان پر فضول رسم و رواج کی حکمرانی ہے

Marfat.com
Marfat.com

جس پر بے پناہ روپیہ ضائع ہو رہا ہے۔ آج ہماری عبادت گاہیں اونچے میناروں اور خوبصورت محراب و منبر کی نمائش گاہیں بنتی جا رہی ہیں مگر نمازی کم ہوتے جا رہے ہیں' آج ہماری شب بیداری کے زاویے نعت خوانوں کی زد میں ہیں۔ جہاں ساری ساری رات روشنیوں' خوش آوازیوں اور نوٹوں کی بارشوں کی نمائش تو ہوتی ہے مگر شب بیداری کے ثمرات سے محرومی ہوتی جا رہی ہیں۔ آج ہمارے اغنیاء اور امراء دین کے نمائشی اداروں پر اپنا مال و دھن قربان کرتے ہیں مگر جس چیز کی ضرورت ہے اس طرف توجہ نہیں دیتے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلک رضا پر لٹریچر شائع کر کے سکولوں' کالجوں' یونیورسٹیوں اور درس گاہوں تک پہنچایا جائے اور اس کام کیلئے ایک سیکرٹریٹ قائم کیا جائے آج ضرورت اس امر کی ہے امام احمد رضا کی تمام تصانیف اور ان پر لکھی جانے والی تمام کتابوں پر مشتمل ایک مرکزی لائبریری قائم کی جائے آج ضرورت اس امر کی ہے ترقی یافتہ میڈیا کا ایک مضبوط نیٹ ورک قائم کیا جائے اور ہر شخص کو وہ تمام چیزیں آسانی سے مل سکیں جو اعلیٰ حضرت کے نظریات کے متعلق ہوں۔

فکر رضا کے ان زاویوں کے علاوہ آج مجالس نعت میں اعلیٰ حضرت کا کلام جس انداز سے پڑھا جا رہا ہے اس کی مثال شاید ہی کسی دوسرے نعت گو شاعر کے کلام کی ملتی ہو۔ اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام روح و قلب کی جان بن کر فضاؤں میں گونج رہا ہے۔ نعت کی کوئی محفل اس وقت تک مکمل نہیں سمجھی جاتی جب تک کلام رضا نہ پڑھا جائے۔ اچھے سے اچھے نعت گو کا کلام اپنی جگہ مگر اعلیٰ حضرت کے کلام کے بغیر بات بنتی نہیں۔

ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو
حسن نمکین والا ''کلام رضا''

آج کلام رضا کی شرحیں لکھی جا رہی ہیں۔ آج کلام رضا پر تظمینیں لکھی جا

Marfat.com
Marfat.com

رہی ہیں۔ آج کلام رضا کی زمین پر نعتیں لکھی جا رہی ہیں یہ ذکر رسول میں فکر رضا کا رنگ و آہنگ ہے۔ ''سلام رضا'' کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہو رہا ہے۔ مصر کے سکالرز عربی میں' یورپ کے عالم انگریزی میں' ہندوستانی علماء ہندی میں اور بنگلہ دیش کے شعرا بنگلہ میں سلام رضا کی شرحیں لکھ رہے ہیں' کلام رضا کی مقبولیت امام احمد رضا خان کے عاشق رسول ہونے کی علامت ہے اور بارگاہ نبوت میں مقبولیت کی دلیل ہے۔ سعدی شیرازی نے نعت کہی' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا۔ ''سعدیا باز بگو آنچہ بہ دیباچہ گلستان گفتہ'' آج سلام رضا کو پڑھا جاتا ہے تو آواز آتی ہے۔

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اعلیٰ حضرت کا نام لینے والے تمام علمائے کرام' خطبائے عظام اور نعت خوانان خوش کلام کا بھی ایک رابطہ آفس قائم ہو۔ جہاں پر پوری حکمت عملی سے کام لیکر عوام کی راہنمائی کی جائے۔

ہم نے جن اداروں کا اوپر ذکر کیا ہے وہ اپنی بے سروسامانی کے باوجود کام کر رہے ہیں مگر ان مقاصد کو نہیں پار ہے جن کیلئے یہ قائم ہوئے تھے۔ آج وہ بکھری بکھری کشتیوں کی طرح ایک بحر ناپیدا کنار میں سفر کرتے دکھائی دیتے ہیں انہیں منظم ہو کر مسلک اعلیٰ حضرت کو فروغ دینا چاہیے۔ آج وہ اخبارات' میگزین اور رسالے جو اعلیٰ حضرت کے نظریہ کو عام کرنے میں مصروف ہیں۔ باہمی رابطہ کے ساتھ عوام تک پہنچنے چاہیں۔ ہم یہ گذارشات اس لئے کر رہے ہیں کہ سینوں میں ایسے افراد موجود ہیں جو قومی مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے فکر رضا کو عام کر سکتے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

مرکزی مجلس رضا کی خدمات پر ایک نظر

آج سے کئی سال قبل لاہور میں مرکزی مجلس رضا کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اس کے بانی حکیم اہلسنّت، حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم تھے۔ انہوں نے چند احباب کو لے کر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام رضا کی تصانیف کی اشاعت کا پروگرام بنایا اور افکارِ رضا کی روشنی میں فاضل بریلوی کی شخصیت کو متعارف کروانے کا تہیہ کیا۔ آپ نے سب سے پہلے اعلیٰ حضرت کے عرس کے موقع پر ''یوم رضا'' منعقد کرنے کا اعلان کیا۔ ان دنوں لاہور میں ''برکت علی اسلامیہ ہال'' کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ مساجد اور مدارس سے ہٹ کر ''یوم رضا'' اسی ہال میں منایا جانے لگا۔ مقصد یہ تھا کہ جو لوگ مساجد میں جانے سے ہچکچاتے تھے انہیں ایک ایسی جلسہ گاہ مہیا کر دی جائے جہاں پر ہر شخص بلا تکلف آ سکے۔ دوسری طرف ''یوم رضا'' کے منتظمین نے اس وقت کے نامور علماء اہلسنّت کے علاوہ ایسے سکالرز کو دعوت خطاب دی جو اعلیٰ حضرت کی علمی خدمات کے کسی نہ کسی پہلو پر اظہار کی اہلیت رکھتے تھے۔ صرف علماء اور سکالرز ہی نہیں بلکہ مسلکی لحاظ سے اختلاف رکھنے والے بعض مشہور علماء کو دعوت خطاب دی جاتی تھی تاکہ وہ اپنے الفاظ میں اعلیٰ حضرت پر بات کر سکیں۔ ''یوم رضا'' میں پڑھے جانے والے مقالات اور تقاریر کو مرتب کرنے کے بعد سارے پاکستان کے اہل علم میں تقسیم کیا جاتا۔ اس طرح ہزاروں لوگ گھر بیٹھے اعلیٰ حضرت کی شخصیت سے متعارف ہونے لگے۔ ان حالات میں فاضل بریلوی کی تعلیمات پڑھی لکھی دنیا میں پہنچنے لگیں جو لوگ ''یوم رضا'' کی تقریبات میں شرکت نہیں کر سکتے وہ بھی ''مقالات رضا'' سے آگاہ ہونے لگے۔ ''مقالات یوم رضا'' کے علاوہ مرکزی مجلس رضا کتابیں مرتب کرتی، چھپواتی اور سارے ملک میں تقسم کرتی۔ مرکزی مجلس رضا کی یہ ابتدائی

Marfat.com
Marfat.com

کوشش تھی جس سے عوام کو اعلیٰ حضرت کے نام سے روشناس کیا گیا اور ملک کے مختلف گوشوں میں اپنوں اور بیگانوں میں اعلیٰ حضرت کے نام کے چرچے ہونے لگے اور گراں خواب سنی بیدار ہونے لگے

یہ وہ زمانہ تھا جب اخبارات' ریڈیو اور دوسرے ذرائع پر اعلیٰ حضرات کے مخالفین چھائے ہوئے تھے اور ان شعبہ ہائے ابلاغ میں اعلیٰ حضرت کا نام لینا بھی ممنوع تھا اگر کبھی ریڈیو پر اعلیٰ حضرت کی نعت پڑھی جاتی تو نعت خواں کو ہدایت کی جاتی تھی کہ نعت کے آخر میں مقطع نہ پڑھا جائے جس میں امام احمد رضا کا نام آتا ہو۔ مرکزی مجلس رضا کے منتظمین کیلئے یہ بات بڑی حیران کن رہی کہ اخبارات' ریڈیو' کالجوں اور یونیورسٹیوں پر ان لوگوں کا قبضہ ہو جو نظریہ پاکستان کے خلاف رہے اور جن لوگوں نے پاکستان بنانے میں بھرپور حصہ لیا تھا ان کے قائد اور ان کے امام کا نام لینا' بھی گوارا نہ تھا۔ ''مرکزی مجلس رضا'' کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ اس نے اعلیٰ حضرت کے رسالے اور کتابیں شائع کر کے تقسیم کرنا شروع کیں۔ آپ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر کتابیں چھپوا کر گھر گھر پہنچائی جانے لگیں۔

حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی قیادت میں ایک ٹیم تیار ہوئی جس نے چند سالوں میں اعلیٰ حضرت کے کلام کو ملک کے گوشے گوشے میں پہنچا دیا۔ پاکستان ہی نہیں ہندوستان کے شہروں اور دور دراز قصبوں میں بھی آپ کی کتابیں ہر عالم دین اور پڑھے لکھے فرد کے پاس پہنچنے لگیں۔ دس سال کے اندر ''مرکزی مجلس رضا'' نے کئی لاکھ کتابیں چھپوا کر عوام میں تقسیم کیں جس سے لوگوں میں اعتقادی بیداری پیدا ہوئی اور اعلیٰ حضرت کا نام نامی ہر مجلس میں احترام سے لیا جانے لگا علماء کرام اپنی جگہ اعلیٰ حضرت کے نام سے نا آشنا عام لوگوں تک بھی رسالے پہنچنے لگے۔

آپ کی دینی اور اعتقادی خدمات کو عام کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے سیاسی نظریات کو بھی سامنے لایا گیا اور اسے سیاسی راہنمایان قوم تک پہنچایا گیا۔ دو

Marfat.com
Marfat.com

قومی نظریہ، تحریک ترکِ موالات، تحریک خلافت اور اس وقت کے ہندو نواز علماء کے خلاف لٹریچر چھپنے لگا۔ ہندو کے اسلام دشمن رویے پر اعلیٰ حضرت کی تحریریں سامنے آنے لگیں۔ سیاسی ذہن رکھنے والا طبقہ پہلی بار اعلیٰ حضرت کے سیاسی نظریات سے واقف ہوا۔ ''مرکزی مجلس رضا'' نے مختلف انداز میں کام کرنا شروع کیا۔ کتابوں کے علاوہ ایسے سکالرز تیار کیے گئے جو عالم اسلام کے گوشے گوشے میں جا کر اعلیٰ حضرت کے نظریات کو پھیلا سکیں۔ ایسے ایسے اہل قلم تیار کئے گئے جو فاضل بریلوی کی تعلیمات کو اپنے اپنے انداز میں عوام تک پہنچانے لگے۔ ایسے ایسے ادارے قائم کئے گئے جن سے اعلیٰ حضرت کی علمی اور اعتقادی کتابیں شائع ہونے لگیں۔

آج سے کئی سال پیشتر، مرکزی مجلس رضا نے ایک ماہنامہ جاری کیا جو ''جہان رضا'' کے نام سے دنیائے صحافت میں فاضل بریلوی کے افکار کا ایک روشن ستارہ بن کر چمکا۔ ''جہان رضا'' کے صفحات پر ملک کے بلند پایہ اہل علم وقلم کے وہ مقالات چھپنے لگے جو اعلیٰ حضرت کی علمی اور فقہی خدمات کو نمایاں کرتے تھے۔ ''جہان رضا'' نے علمی ترجمان کی حیثیت سے دنیا بھر کے اداروں میں ہونے والی ان کوششوں کو ان قارئین تک پہنچایا گیا جو افکار رضا کو نمایاں حیثیت سے شائع کر رہے تھے۔ دنیا کے کسی گوشے میں جہاں جہاں کوئی کام ہوتا اس کی خبر ''جہانِ رضا'' میں چھپتی۔ الحمدللہ آج دنیا کے گوشے گوشے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا نام گونج رہا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا پر آپ کا کلام دنیا کے گوشے گوشے میں پڑھا جا رہا ہے۔ واعظوں کی تقریریں، اعلیٰ حضرت کے افکار سے معمور ہوتی ہیں۔ نعت خواں نعت کی مجالس میں آپ کے خیالات کو پھیلاتے ہیں اس طرح برصغیر کے سنی اس کے مطالعہ سے اپنے اعتقاد کو مضبوط بناتے ہیں۔ ''مرکزی مجلس رضا'' کی ان کوششوں سے الحمدللہ دین اسلام کی حقیقی روشنیاں پھیل رہی

Marfat.com
Marfat.com

ہیں۔اب ناہموار زبانیں گستاخی رسول سے رکنے لگی ہیں۔ غیر ذمہ دار تحریروں کا رخ بدل گیا ہے۔ گستاخی رسول کرنے والوں کے خلاف قانون سازی ہو رہی ہے۔ مرتدین واجب القتل قرار دیے گئے ہیں۔ اب گستاخانہ تحریریں' عامیانہ گفتگو اور مناظرین بھی اپنی کتابوں کو عظمت مصطفیٰ اور مقام رسول سے مزین کرنے لگے ہیں اور بڑی اعتدالی زبان استعمال کر رہے ہیں اور سابقہ رویوں کو چھوڑ کر آداب رسول کا خیال رکھا جانے لگا ہے۔

بڑھ چلی تیری ضیاء اندھیر عالم سے گھٹا

ہم ''مرکزی مجلس رضا'' کے بانی' مرکزی مجلس رضا کے ابتدائی کارکنوں' مرکزی مجلس رضا میں دن رات کام کرنے والے ورکروں کو سلام پیش کرتے ہیں جن کی شبانہ روز کوششوں سے دین کا بول بالا ہوا اور افکار رضا دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچنے لگے ہیں۔ ہزاروں ادارے قائم ہونے لگے ہیں۔ سینکڑوں ناشران کتب اپنے طور پر اعلیٰ حضرت کی کتابیں چھاپنے لگے ہیں۔ ہم ان علمائے اہلسنّت کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں جنہوں نے تذکار رضا کو عوام تک پہنچانے کی کوشش کی۔

''مرکزی مجلس رضا'' سے متاثر ہو کر جن اشاعتی اداروں نے اعلیٰ حضرت کی تالیفات و تصانیف کو شاندار طریقے سے شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے ہم ان کی کوششوں کی داد دیتے ہیں ہم ان قانون دانوں' ججوں اور وکلاء کو ہدیہ تحسین پیش کرتے ہیں جو فقہی فیصلے کرنے سے پہلے ''فتاویٰ رضویہ'' سے مدد لیتے ہیں۔ ہم ان درس گاہوں' کالجوں اور یونیورسٹیوں کے قابل قدر اساتذہ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں جو اپنے شاگردوں تک افکار رضا پہنچانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔

الحمدللہ' مرکزی مجلس رضا کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے برصغیر ہی نہیں عالم

Marfat.com
Marfat.com

اسلام میں فکر رضا کو اس کامیابی سے عام کیا کہ آج
گوشہ گوشہ گونج رہا ہے ''فکر رضا'' کے نغموں سے

آج پاکستان میں ایک ہزار ایسے ادارے قائم ہو چکے ہیں جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کو اپنے اپنے انداز میں شائع کر رہے ہیں۔ آج ہندوستان میں چار سو سے زائد ناشران کتب بلاشرکت مذہب و مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن اور ان کی کتابیں شائع کرنے میں مصروف ہیں۔ آج بنگلہ دیش، سری لنکا، جنوبی افریقہ، تھائی لینڈ، ملائیشیا، انڈونیشیا اپنی اپنی زبانوں میں اعلیٰ حضرت کی کتابیں شائع کر رہے ہیں۔ مغربی ممالک میں شائد ہی کوئی ایسا ملک ہو جہاں سے انگریزی میں اعلیٰ حضرت کی کتابیں نہ چھپ رہی ہوں۔ امریکہ کی مختلف ریاستوں میں افکار رضا کے مراکز قائم ہو چکے ہیں عرب ریاستوں میں جہاں ''کنزالایمان'' کا داخلہ بند ہے وہاں اعلیٰ حضرت کی کتابوں کے عربی تراجم تقسیم ہو رہے ہیں۔ مصر کا جامعہ ازہر اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کا مرکز بن رہا ہے۔

آج پاکستان کے علمائے اہلسنّت، عالم اسلام کے علاوہ دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کی حقانیت پھیلاتے وقت اعلیٰ حضرت کا نام لیتے ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان بیان کرتے وقت اعلیٰ حضرت کی نعتوں کے اشعار پڑھتے ہیں۔ ان کے افکار کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ یہ سارا کریڈٹ ''مرکزی مجلس رضا'' کو جاتا ہے جس نے ایک نابغہ روزگار شخصیت کا تعارف کرانے میں اہم کردار ادا کیا اور اس کی تعلیمات کو عام کرنے میں دن رات ایک کر دیا۔ مرکزی مجلس رضا کا ترجمان ''جہان رضا'' آج بھی ہر ماہ افکار رضا لے کر دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچ رہا ہے۔

بایں ہمہ ہم علمائے اہلسنّت سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ روایتی انداز سے بالاتر ہو کر تندہی سے افکار رضا کو عوام تک پہنچانے میں حصہ لیں۔ ائمہ مساجد اپنی

Marfat.com
Marfat.com

اپنی مساجد میں ''کنزالایمان'' کی روشنی میں ''درس قرآن'' کے حلقے قائم کریں' نعت خوان حضرات ''حدائق بخشش'' سے نعتوں کا انتخاب کر کے صحیح تلفظ اور باوقار انداز میں حضور کی بارگاہ میں ہدیہ تکریم کریں۔ مقرر حضرات اعلیٰ حضرت کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد لوگوں کو خطاب کریں۔ دینی جرائد اور رسائل کے مدیران گرامی ہر شمارے میں اعلیٰ حضرت کی علمی اور فقہی خدمات پر کم از کم ایک مضمون ضرور شائع کریں۔ مفتیان کرام فتویٰ دینے سے پہلے ''فتاویٰ رضویہ'' سے مدد حاصل کریں۔ مدرس حضرات اپنے طلباء کو اعلیٰ حضرت کی شخصیت سے آگاہ کرتے رہا کریں۔ اساتذہ کرام ''جہان رضا'' کے مطالعہ کیلئے اپنے حلقہ اثر کو آمادہ کریں' اس طرح افکار رضا کا ایک ایسا کارواں تیار ہوگا۔ جس کا رخ سوئے مدینہ ہوگا اور ہر فرد پکار اٹھے گا۔

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینہ پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

(ماہنامہ جہان رضا لاہور)

☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مکہ کی گلیوں میں

کعبۃ اللہ کے تمام دروازوں سے بارونق اور پرہجوم دروازہ ''باب عبدالعزیز'' (موجودہ باب الفہد) ہے یہ دروازہ ہزاروں اہل محبت کی گزرگاہ ہے۔ نماز باجماعت کے اختتام پر لوگ جب کعبۃ اللہ سے باہر نکلتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ نمازیوں کا ایک بہتا ہوا دریا ہے جو بیت اللہ شریف کے پرنور منبع سے امنڈتا چلا آرہا ہے۔ ''باب عبدالعزیز'' کے سامنے فلک بوس اور عظیم الشان عمارت ہے۔ جس میں ہزاروں افراد بہ یک وقت قیام کرتے ہیں اور ہزاروں تجارتی دفاتر کاروبار کرتے ہیں۔ اس عظیم الشان عمارت کے پیچھے ایک تاریخی محلّہ ہے جسے ''مسفلہ'' کہتے ہی اس محلے میں ا پاکستانی، ہندوستانی اور بنگلہ دیش سے آئے ہوئے لوگ قیام کرتے ہیں۔ اور اس سارے علاقے کا کاروبار ان ہی ممالک سے آئے ہوئے لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ ہمارا قیام مسفلہ کے ایک خوبصورت ترین مکان میں تھا۔ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا گھر اسی محلے میں واقع تھا۔ شب ہجرت کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمنوں میں گھرے ہوئے اپنے گھر سے تن تنہا نکل کر اپنے یار غار صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر مسفلہ میں تشریف لائے تھے اور یہاں سے ہی سفر ہجرت کا آغاز فرمایا تھا۔ آج یہی راستہ ''شاہراہ ہجرت'' کہلاتا ہے۔

مجھے مسفلہ میں قیام کا خاصا وقت ملا۔ قیام مکہ کے دوران احباب کا ایک حلقہ قائم ہو گیا تھا۔ مکی احباب یہیں آتے اور ہم بھی یہاں سے ہی نکل کر بیت اللہ شریف میں جاتے اور جب عبادت سے فرصت کا موقع ملتا مکہ مکرمہ کے مختلف محلوں میں قیام پذیر احباب سے ملاقات کرتے۔ یہ شب و روز اتنے حسین اور شہر مکہ کے گلی کوچے اتنے دلکش تھے کہ ''اب ان کے دیکھنے کو اکھیاں ترستیاں ہیں'' ہمارے احباب میں

Marfat.com
Marfat.com

سے میرے ایک دوست فضیلت الکسب والاعمال الشیخ الاشرف الجندل دامت بر کاتہم العالیہ کبھی کبھی تشریف لاتے۔ ابھی حج کو ایک ماہ باقی تھا۔ ہم حج کی تاریاں کر رہے تھے۔ مکہ مکرمہ کے گلی کوچے دیکھ لیئے تھے مگر اطراف مکہ کی زیارت سے محروم تھے۔ حضرت شیخ اکثر احوال مکہ مکرمہ پر گفتگو فرماتے۔ وہ میدان عرفات کی توسیعات و تعمیرات کے ایک بہت بڑے ادارے میں کام کرتے تھے اور جب میدان عرفات کے فضائل و برکات پر روشنی ڈالتے تو دل چاہتا کہ ان کا دامن پکڑ کر میدان عرفات میں چل نکلیں۔

ایک دن وہ سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کی دنیائے ارضی میں پہلی ملاقات کا ذکر فرما رہے تھے اور ''عرفات'' کی وجہ تسمیہ پر روشنی ڈال رہے تھے تو ہمارا دل مچلنے لگا۔ جھجکتے ہوئے ان کا دامن پکڑ کر التجا کی کہ اگر آپ ہمیں بھی میدان عرفات لے چلیں تو ''حج کا ثواب نذر کریں گے حضور کے ہماری التجا میں وہ لجاحت تھی کہ الشیخ الاشرف الجندل نے اسی وقت ہمیں اپنی کار میں بیٹھایا اور ہم شاہراہ عرفات پر رواں دواں تھے ہم نماز عصر پڑھ کر چلے تھے مگر اللہ کے گھر کے ارد گرد میلوں پھیلے ہوئے مقامات اور ''شعائر اللہ'' سے گزرتے رہے۔ حضرت شیخ مختلف مقامات کے متعلق ہمیں بریف کرتے جاتے مگر وقت زوال کے عذر پر کہیں نوافل ادا نہ کرنے دیتے۔

ہم ''جبل نور'' اور جبل ثور کو دور سے دیکھتے ہوئے ''منیٰ'' میں جا پہنچے۔ منیٰ عرفات کے راستہ میں پہاڑوں کے درمیان وہ متبرک مقام ہے جہاں ہر حاجی ''میدان عرفات'' کو جاتے ہوئے ایک رات اور واپسی پر تین چار روز ضرور قیام کرتا ہے۔ آج منیٰ ایک خوبصورت شہر بنتا جا رہا ہے جہاں ''مسجد خیف'' اپنی پوری برکات کے ساتھ موجود ہے اور یہاں یہ تین شیطان حاجیوں کے پتھراؤ کے لئے کھڑے ہیں۔ پھر ہزاروں محلات، دفاتر، بازا اور ہموار سڑکیں بن چکی ہیں جو ایام حج

Marfat.com
Marfat.com

میں آراستہ ہو کر حجاج کرام کو سہولتیں بہم پہنچاتی ہیں

شیخ جندل ہمیں ہر مقام پر ٹھہراتے ، تعارف کراتے ، گفتگو کرتے اور مختلف زاویوں سے ان مقامات کی زیارت کرنے کا موقع دیتے۔آپ نے بتایا کہ اس وادی کا نام ''منیٰ'' اس لئے رکھا گیا ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا تمن آپ اپنی کسی تمنا کا اظہار کریں تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا اتمنیٰ الجنۃ مجھے تو جنت کی تمنا ہے جسے چھوڑے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا ہے۔حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا اب تو آپ اس کائنات ارضی کو ہی جنت بنائیں گے۔اس دن سے اس وادی کا نام ''منیٰ'' ہو گیا شیخ صاحب نے مسجد خیف کے عقب میں غار مرسلات بھی دکھائی جہاں ''سورۃ مرسلات'' نازل ہوئی تھی۔مسجد الکوثر (مسجد النحر) دکھائی جہاں ''سورہ کوثر'' نازل ہوئی تھیں۔مسجد الکش دکھائی جہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے لٹایا تھا۔وادی منیٰ سے آگے بڑھے تو ''مزدلفہ'' میں سے گزرتے ہوئے میدان عرفات میں جا پہنچے۔

میدان عرفات مزدلفہ سے تین میل، منیٰ سے چھ میل اور مکہ مکرمہ سے نو میل کے فاصلے پر ہے۔میدان عرفات مصدر انوار و برکات ہے۔مہبط تجلیات خداوندی ہے۔یہ وسیع ریگستانی میدان ہے جہاں لاکھوں حجاج ۹ ذوالحجہ کو صبح سے مغرب تک بحالت احرام قیام کرتے ہیں اور اس قیام (وقوف) کا نام ہی حج ہے۔صدیوں سے یہ میدان لق و دق رہا مگر آج حد نگاہ تک ہرے بھرے میدان میں تبدیل ہو چکا ہے۔نیم کے سرسبز درخت حاجیوں کے سروں پر چھتریاں بن جاتے ہیں اور اپنے ایک دن کے مہمانوں پر سایہ فگن ہوتے ہیں۔سنا ہے۔کہ پاکستان کے صدر جنرل ضیاء الحق نے شاہ فہد کے مشورے سے نیم کے درختوں کا یہ جنگل لگانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا تھا جو ہر موسم میں سبز و شاداب رہتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

میدان عرفات کا چپہ چپہ انوار خداوندی سے منور ہے۔ یہاں جبل عرفات ہے جسے جبل رحمت بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سیدنا آدم علیہ السلام پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے حج خطبہ پڑھا تھا۔ ہزاروں پیغمبروں کی آمد نے اس مقام کو ان کی امتوں میں متعارف کرا دیا۔ صدیاں گزرنے کے بعد سرور دو عالم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ناقہ قصویٰ پر سوار ہو کر خطبہ حجۃ الوداع ادا فرما کر اسے قیامت تک وہ عظمت دی کہ آج خطبہ حج سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت سے ادا کیا جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے لاکھوں امتی یہاں حاضری فرض جان کر دیتے ہیں۔

میدان عرفات کے ایک کنارے پر ''مسجد نمرہ'' اپنی شان و شوکت سے سر اٹھائے ہوئے۔ اسے مسجد آدم اور مسجد عرفات بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں ہی خطبہ حج پڑھا جاتا ہے۔ حج کے موقع پر قیام عرفات کے دوران ظہر اور عصر کی نمازیں ملا کر پڑھی جاتی ہیں اور یہ دعاؤں کی قبولیت کا مرکز ہے۔ جس طرح حجاج کرام کے قافلے صبح سے میدان عرفات میں داخل ہونے شروع ہوتے ہیں اسی طرح یہ کاروان حج کے دن سورج غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز ادا کئے بغیر واپس ''مزدلفہ'' کو روانہ ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں مزدلفہ میں بیک وقت ادا کی جاتی ہیں۔

ہم میدان عرفات میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہتے تھے۔ ہم نے وہ مقام دیکھا جہاں دنیائے ارضی پر حضرت آدم علیہ السلام اور سیدہ حضرت حوا علیہا السلام کی پہلی ملاقات ہوئی۔ یہ مقام تعارف اور ملاقات ہی کے سبب ''عرفات'' کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ہم نے وہ جگہ بھی دیکھی جہاں ابرہہ کا بے پناہ لشکر ابابیلوں کی سنگ باری سے نیست و نابود ہو گیا تھا۔ ہم نے وہ وادی دیکھی جہاں ابرہہ کے لشکری اور ہاتھی اصحاب الفیل ابابیلوں کی کنکریوں سے چبائے ہوئے بھوسے کی طرح تباہ ہو گئے تھے۔ ہم نے وہ مقام بھی دیکھا جہاں سیدنا عبد المطلب اپنے اونٹوں کی

Marfat.com
Marfat.com

بازیابی کے لئے ابرہہ کی لشکر گاہ میں تشریف لائے تھے۔

سورج غروب ہو رہا تھا۔ میدان عرفات کی ہموار اور دلکش سرزمین ہمارے واپسیں قدموں کو روک رہی تھی۔ دل چاہتا تھا کہ آج رات یہاں ہی گزرے۔ آپ تو یہاں کئی بار آئے ہوں گے اگر نہیں آئے تو آپ بھی ہمارے ساتھ رکتے رکتے قدم اٹھائیں۔ حج نہ سہی مگر ہماری رفاقت میں تو ہمارا ساتھ دیجئے۔ یہ شام اگرچہ خوشگوار ہے مگر اس میدان عرفات میں دور دور تک کوئی آدمی نظر نہیں آتا۔ بس کام کرنے والے کچھ مزدور اور مستری (مہندس) واپس جانے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ یہ لوگ سارا دن کام کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔ یہ ہمارے لئے آرام و آسائش کی سہولتیں مہیا کر رہے ہیں۔ سڑکیں بنا رہے ہیں۔ پانی کے پائپ بچھا رہے ہیں۔ انہیں جانے دیں، مگر قارئین ہمارے ساتھ رہیں۔ شام کے اندھیرے چھا رہے ہیں۔ وقوف عرفات کا تو ایک وقت مقرر ہے۔ مگر آپ تو شام کے چند لمحات ہمارے ساتھ گزاریں گے۔ ہم اب ''جبل رحمت'' یا ''جبل عرفات'' کے دامن میں آ گئے ہیں۔ آپ ہمارا ساتھ نہ چھوڑیں، قدم قدم ساتھ چلیں، یہاں رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''خطبہ حجۃ الوداع'' ادا کیا تھا۔ لاکھوں اہل ایمان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ سن رہے ہیں۔ ہم کتنے خوش قسمت ہیں کہ اس مقام پر کھڑے ہیں۔ جہاں سوا لاکھ صحابہ کرام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطاب سن رہے تھے۔ اس نرم نرم ریت پر بیٹھ جائیے اور دیکھیں کہ طائف کی وادیوں سے آنے والے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کس طرح ہمارے مونس جان بن رہے ہیں۔

کس کی زلفوں کی مہک لائی ہے بطحا سے نسیم
دل و جاں و جد کناں جھک گئے بہر تعظیم

ابھی ہم اس باد خنک سے لطف اندوز ہو ہی رہے تھے کہ الشیخ اشرف جندل نے مشورہ دیا کہ اب ''جبل رحمت'' کے دامن سے اٹھ کر ''جبل رحمت'' کی چوٹی پر

Marfat.com
Marfat.com

جانا ہے۔ سبحان اللہ! ہم سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ''جبل رحمت'' پر جا پہنچے۔ آپ ہمارا ساتھ نہ چھوڑیئے۔ جبل رحمت کی بلندیوں پر ایک ہموار قطعہ ارضی ہے۔ جہاں سینکڑوں حاضرین چند لمحات رک کر اس مقام کی عظمتوں کو سلام کرتے ہیں اور دور دور تک نگاہ ڈالتے ہیں۔ ہم چوٹی پر پہنچے تو عشاء کی اذان ہو چکی تھی۔ اذان ہوتے ہی جماعت کے لئے لوگ صف بندی کرنے لگے۔ مگر امامت کے لئے کوئی شخص نہیں تھا۔ میرے رفیق سفر صاحبزادہ سلیم حماد ہجویری، سجادہ نشین بارگاہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری لاہور نے اپنا مصلیٰ بچھا کر مجھے اشارہ کیا کہ میں امامت کروں۔ میں کانپ گیا، لرز گیا، میں اور جبل رحمت! میں اور امامت نماز! میں اور اس مقام پر یہ عظمت! میں ابھی اسی لیت ولعل اور دہشت وحیرت کے عالم میں تھا اور کوئی فیصلہ نہ کرنے پایا تھا کہ صاحبزادہ صاحب سلیم حماد ہجویری نے تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے میرا بازو پکڑا اور مصلے پر کھڑا کر دیا۔

سبحان اللہ! میں نے اپنے سارے گناہوں اور کوتاہیوں کا بوجھ لے کر تکبیر کہہ کر نماز شروع کی اور بڑے اطمینان سے جماعت کرائی، بڑے سکون سے نماز پڑھائی، بڑے عجز سے سجدے کیئے، بڑے اطمینان سے التحیات پڑھی اور بڑے شکر سے سلام پھیرا۔ جب میرے ہاتھ دعا کیلئے اٹھے اور میری نگاہیں نمازیوں کے روشن چہروں پر پڑیں تو میں نے دیکھا کہ سیکڑوں لوگ میرے پیچھے صف بستہ تھے۔ ان کے پرنور چہرے، ان کی محبت آمیز نگاہیں، میری امامت میں ان کی سجدہ ریزی مجھے اٹھا کر بلندیوں پر لے گئی۔

وہ ایک ایک کر کے جانے لگے مگر میں سنتیں اور نوافل ادا کرنے کے بعد شکرانے کے نوافل ادا کرنے لگا۔ یہ مقام، یہ وقت، یہ عظمت، یہ اعزاز اللہ اللہ میں اٹھا اور میاں سلیم حماد ہجویری کا سر چوم لیا جنہوں نے مجھے بازو سے پکڑ کر ''جبل رحمت'' پر امام بنا دیا تھا ''کس بلندی پہ ہے مقام اپنا''

Marfat.com
Marfat.com

رات کا پہلا پہر اور طائف سے آنے والی ٹھنڈی ہوائیں ۔ حد نگاہ تک پھیلا ہوا ، میدان عرفات ، دل نہیں چاہتا کہ یہاں سے اٹھا جائے ۔ مگر الشیخ الجندل نے اشارہ کیا ، اٹھے نیچے آئے اور ان کی گاڑی پر بیٹھ کر میدان عرفات کو پیچھے چھوڑ کر ''مزدلفہ'' کے پہاڑوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ، مسجد مشعر الحرام کی روشنیوں کو سلام کرتے ہوئے ، وادی منیٰ میں آن پہنچے اور وادی منیٰ کو عبور کرتے ہوئے ہم نے رات کے اندھیروں ہی میں تین شیطانوں کو گھور گھور کر دیکھا جن کو ہم نے سنگسار کرنا تھا اب ہم مضافات مکہ کی چکا چوند چاندنیوں میں آ پہنچے ۔

اب ہم تھے اور خانہ کعبہ کے روشن مینار ۔ ہم تھے اور بیت اللہ شریف کا با عظمت باب عبد العزیز ، ہم تھے اور خانہ کعبہ کی عظیم الشان عمارت ، ہم تھے اور سامنے مطاف میں طواف کرنے والوں کا عظیم سیلاب ، ہم تھے اور اللھم لبیک اللھم لبیک کی صدائیں تھیں ہم تھے اور خانہ کعبہ کے چاروں طرف عبادت گزاروں کا بے پناہ ہجوم تھا اور ان عبادت گزاروں کے چمکتے ہوئے نورانی چہرے تھے ، سجدے تھے ، قیام تھے ، رکوع تھے ، تشہد تھے ، تسبیح اور تہلیل کے نظارے تھے ، ہم تھے اور آب زم زم پینے والوں کا شوق نوشا نوش ۔

ہم نے نوافل ادا کیے ، طواف کیا ، زم زم پیا ، بیت اللہ کے ''بلالی لباس'' پر بار بار نظریں پڑیں ، اس طرح ساری رات گزر گئی ۔ نوافل طواف ، ملتزم ، مقام ابراہیم ، حطیم ، میزاب رحمت ، رکن یمانی ، حجر اسود ، زمزم کی فراوانی ، اہل محبت کے ذوق عبادت ، گوروں اور کالوں کی یکجہتی

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیرے دربار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

ماہنامہ جہان رضا لاہور

Marfat.com
Marfat.com

مدنی سفر نامہ

دربار نبی کی رعنائیاں اور اس میں اہل محبت کی قلبی کیفیتیں زبان و بیان میں نہیں آسکتیں۔ دربار مصطفیٰ میں حاضرین کے چمکتے ہوئے چہرے' پھر گنبد خضریٰ پر اٹھتی ہوئی نگاہیں کیف و سرور کی ایک لطیف داستان ہے۔ آج دل چاہتا ہے کہ آپ کو اپنے ساتھ ان مجالس میں لے جاؤں جو شہر محبت کے مختلف علاقوں میں منعقد ہوتی ہیں۔ رمضان المبارک کا مہینہ شہر محبت میں عید کا سماں لے کر آتا ہے۔ دنیا کے گوشے گوشے سے عاشقان رسول کے قافلے کاروان در کاروان چلے آتے ہیں اور شہر محبت کے گلی کوچوں میں آ بستے ہیں۔ یہ گلی کوچے ان مہمانان بارگاہ رسول کیلئے اپنے بلند و بالا مکانات میں آرام گاہیں مہیا کرتے ہیں۔ جو صبح شام دیار حبیب میں رہنا چاہتے ہیں۔ پھر حرم نبوی میں حاضری کیلئے آنے جانے والوں سے شہر حبیب کی گلیاں سج جاتی ہیں۔

تیرے کوچے ہر بہانے میرا دن سے رات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا کبھی اس سے بات کرنا

حضرت امیر ملت پیر طریقت حافظ سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً اسی بار حج کیا اور اسی بار شہر حبیب میں حاضری دی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عرب بے سروسامانی کے دور سے گزر رہا تھا۔ ابھی تیل کی نہریں جاری نہیں ہوئی تھیں۔ پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک قافلے لے کر حاضری دیتے۔ اشراف مکہ سادات مدینہ اور غربائے حرمین میں اشرفیاں بانٹتے' اس لئے عربوں نے آپ کو ''ابوالعرب'' کا خطاب دیا ہوا تھا۔ آپ نے زائرین مدینہ کے قیام کیلئے ایک رباط (سرائے) تعمیر کروائی اور وقف کر کے زائرین کو قیام و طعام کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔ یہ رباط ابھی تک زائرین شہر محبت کی خدمت سرانجام دے رہی ہے۔ شاہراہ ستین پر مسجد اجابہ کے سامنے ''رباط امیر ملت'' حرم شریف

Marfat.com
Marfat.com

سے صرف ایک فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔ یہاں شہزادگان علی پور، پیر نذیر حسین شاہ، پیر افضل حسین علی پوری اور پیر منور حسین شاہ علی پوری کی فرمائش پر امیر غریب ہر قسم کا زائر قیام کرسکتا ہے۔ اس رباط میں ذکر وفکر کی مجالس کے علاوہ نوافل اور عبادات کی ادائیگی کا پورا پورا اہتمام ہوتا ہے اور پاکستان و ہندوستان کے مختلف شہروں سے آئے ہوئے نعت خوان مجلس نعت کی رونقیں بنتے ہیں۔ صاحبزادگان علی پور سے جو بزرگ بھی موجود ہوں وہ مجلس نعت کی صدارت کرتے ہیں۔ رمضان المبارک کے دنوں میں اکثر شب ہائے بیدار کے دوران ہم بھی ایسی مجالس میں شریک ہوئے اور ایسے ایسے خوش آواز نعت خوانوں سے مدحت رسول کی سماعت کی سعادت حاصل کی کہ قیام مدینہ کا لطف دوبالا ہوگیا۔ ان مجالس کی کشش تھی کہ ہم کئی احباب کئی روز تک رباط علی پوری (جماعت منزل) میں قیام پذیر رہے۔

مدینہ پاک میں مولوی ہدایت اللہ درویش کا گھر مجالس نعت کا مرکز ہے۔ ہر ہفتہ ایک پرہجوم مجلس نعت کا اہتمام ہوتا ہے۔ مدنی، مکی اور پاک و ہند کے نعت خوان تشریف لاتے ہیں اور یہ مجلس تقریباً سحری تک چلتی ہے۔ ہر مجلس میں تقریباً ایک سو سے زائد اہل محبت جمع ہوتے ہیں اور پر لطف کھانے کا اہتمام ہوتا ہے۔ مولانا ہدایت اللہ درویش صاحب میں ایسی کشش ہے یا ان کی دعوت میں حاضر ہونے کا ایسا لطف آتا ہے کہ شاید ہی کوئی زائر مدینہ ہوگا جو آپ کی مجلس میں حاضری نہ دیتا ہوگا۔ ہم نے اس محفل میں بڑے بڑے نعت خوانوں کو سنا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خلیفہ خاص قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند فضیلت الشیخ مولانا فضل الرحمٰن مدنی کا گھر مدینہ منورہ میں ''کاشانہ نعت'' ہے۔ یہ کاشانہ حرم نبوی سے تقریباً دو میل دور ''حرارہ شرقیہ'' میں ہے جہاں نعت خوانوں کا جھمگٹا لگا رہتا ہے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی بذات خود مجالس نعت کی صدارت فرماتے ہیں اور معذوری اور

Marfat.com
Marfat.com

بیماری کے باوجود ساری ساری رات نعت شریف کی مجالس کی رونق کو خوشگوار بناتے ہیں۔ ہم نے ان مجالس میں بھی حاضری دی۔ ہم نے اس مجلس نعت میں محمد اعظم چشتی مرحوم کے بیٹے ارشاد حسین چشتی کو نعت پڑھتے سنا۔ محمد افضل نوشاہی کو سنا' شارجہ سے آئے ہوئے نعت خوانوں کو سنا۔ ہندوستان کے خوش آواز اور خوش ادا نعت خوانوں کو سنا۔ لاہور کے ثناء اللہ بٹ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی مشکل ترین نعتوں کو سنایا۔ نور محمد جرال نے جدہ سے آ کر نعت سنائی۔ حضرت مولانا مدنی نعت کی مجالس میں آئے ہوئے علمائے کرام کو تقاریر کرنے کا موقع بھی دیتے۔ میں نے لاہور سے آئے ہوئے مولانا الٰہی بخش ضیائی کی تقریر سنی۔ ہندوستان سے آئے ہوئے علمائے کرام کا بیان سنا۔ پھر جب حضرت مدنی نے مجھے گوشہ ابرو سے اشارہ کر کے تقریر کرنے کا موقع دیا تو میں نے پاک و ہند میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر ہونے والے کام پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ خصوصاً ''مرکزی مجلس رضا لاہور'' کی خدمات کو بیان کیا۔ میری تقریر دراصل ''عالمانہ'' تقریر نہ تھی بلکہ یہ ''مرکزی مجلس رضا'' کی کارکردگی کی رپورٹ تھی۔ حضرت نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور مجھے اتنی ہی داد دی جتنی کسی واعظ خوش بیان کو دیتے ہیں۔

''کاشانہ فضل الرحمٰن'' علم و عرفان کا ایسا مرکز ہے جہاں دنیا بھر کے سنی حضرات آتے ہیں۔ میں نے یہاں مصری' ترکی' یمنی' افغانی' ہندوستانی' پاکستانی حتیٰ کہ روس اور یورپ سے آئے ہوئے علمائے کرام کو آپ کی مجالس میں دیکھا اور آپ کو ہر زبان میں گفتگو کرتے پایا۔ مولانا ضیاء الدین مدنی اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص تھے۔ وہ ساٹھ سال سے مدینہ منورہ میں صرف اس لئے مسلسل قیام پذیر رہے کہ موت آئے تو مدینہ منورہ میں جنازہ اٹھے تو مدینہ منورہ میں اٹھے جنازہ پڑھایا جائے تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پڑھایا جائے اور تدفین ہو تو خاک مدینہ میں۔

Marfat.com
Marfat.com

دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو
سینے پہ تسلی کو تیرا ہاتھ دھرا ہو
گر وقت اجل سر تیری چوکھٹ پہ جھکا ہو
جتنی ہو قضا ایک ہی سجدہ میں ادا ہو
مٹی نہ ہو برباد پس مرگ الٰہی
جب خاک اڑے میری مدینے کی ہوا ہو

آج اسی عاشق رسول کی مسند کو ان کے بیٹے مولانا فضل الرحمٰن مدنی سجائے ہوئے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس کا حق ادا کر رہے ہیں۔

مدینہ منورہ میں علامہ اصغر علی نظامی کا گھر

قیام مدینہ منورہ کے دوران ہماری ایک نجی محفل ''محلہ عنابیہ'' میں ایک بلند و بالا بلڈنگ کے ایسے کمرے میں سجتی جہاں اصغر علی نظامی اپنے مہمانوں کیلئے آنکھیں فرش راہ کئے ہوئے کھڑے ہوتے تھے۔ جناب اصغر علی نظامی ہمیں چائے کی ایک پیالی کا ''لالچ'' دے کر ''دعوت سخن'' دیتے۔ مگر ہر روز کوئی نہ کوئی نفیس آواز والا نعت خوان ان کی مجلس میں موجود ہوتا اور کام و دہن کی آزمائش کے ساتھ ساتھ نعت و سخن کی نور باریاں بھی میسر آتیں۔ میں نے اس محفل میں جدہ سے آئے ہوئے مشہور نعت خوان نور محمد جرال کو سنا۔ لاہور سے آئے ہوئے نعت خوان محمد افضل نوشاہی کو سنا' فیصل آباد کے ایک خوش آواز نعت خوان کو سنا۔ سعودی عرب کے مختلف خطوں سے آئے ہوئے نعت خوانوں کو سنا۔ لاہور کے بلبل مدینہ زاہد حسین کو سنا۔ اسی محفل میں مدنی اور مکی نعت خوانوں کو سنا۔ نعت سنانے والے نعت خوانوں کی خوش آوازی شنیدنی تھی مگر سننے والوں کا انداز تحسین بھی دیدنی ہوتا تھا۔ میں سامعین کی صفوں میں بیٹھا ہوتا مگر انتہائے شوق میں دل جھوم جھوم جاتا اور انتہائے جوش میں مچل جاتا' پھر دل چاہتا کہ خود نعت سناؤں مگر آواز اپنا ساتھ نہ دیتی تو میزبان گرامی کے اشارۂ ابرو کی شہہ پا کر ''نثری نعت'' سناتا اور اس طرح

Marfat.com
Marfat.com

سامعین کو حضور کی بارگاہ میں نعت کے گلدستے اور مدحت رسول کے ہار لانے والوں کی موجودگی میں ''نثری زبان'' سے مدحت رسول کے پھول پیش کرتا سامعین بکھرے ہوئے پھولوں کو اپنے ذوق وشوق کی جھولیوں میں سمیٹتے جاتے اور میں کئی کئی گھنٹے بولتا جاتا۔ یہ محفل رات کے آخری حصہ تک چلتی۔ ابھی تک اس مجلس کی یادیں دل و دماغ میں گل تر کی طرح تازہ بتازہ ہیں اور مجلس نشینوں کے حسین چہرے یاد آتے ہیں۔

پیر علاؤ الدین صدیقی نیریاں شریف

پیر طریقت صاحبزادہ علاء الدین صاحب نیریاں شریف آزاد کشمیر کی بلند آستانہ نشست گاہ کی خوبصورت یادیں ابھی تک دل و دماغ کو سرور بخشتی رہتی ہیں۔ دوسرے نعت خوانوں کے علاوہ خواجہ محمد شفیع کا مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سنانے کا انداز ابھی تک یادوں میں زندہ ہے۔ آپ ایسی نفیس آواز میں مثنوی سناتے کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو خوش کر دیتے اور ہم عش عش کر اٹھتے۔

بابا بکریوں والے

مدینہ پاک میں رہیں اور ''بابا بکریوں والے'' کی مجالس نعت سے محروم رہیں بڑی محرومی کی بات ہے۔ ''بابا بکریوں والا'' ولی اللہ تھے۔ کئی سال تک شہر محبت میں رہے۔ ان کی روحانی مجالس ذکر وفکر کی مجالس ہوتی تھیں۔ اہل محبت دور دور سے آتے اور آپ کی صحبت میں روحانی تربیت پاتے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے نوعمر بیٹوں نے اپنے والد کی روحانی یادوں' صلوٰۃ وسلام کی محفلوں اور نعت رسول کی مجالس کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ ''باب مجیدی'' کے باہر ایک فرلانگ کے فاصلہ پر'' بکریوں والے بابا'' کی نشست گاہ ہے جو اب بھی روحانی اذکار کا مرکز ہے۔ مجالس صلوٰۃ وسلام ہر بدھ کی رات منعقد ہوتی ہے اور مجالس نعت ہر جمعرات کی رات کو جمتی ہیں مگر ان مجالس کا آغاز آدھی رات کے بعد ہوتا ہے اور تہجد کی اذان تک جاری رہتی ہیں۔ مجھے میرے رفیق مدینہ سید محمد حسن شاہ گیلانی جب بھی

Marfat.com
Marfat.com

لے گئے ہماری ان بکریوں کے دودھ سے تواضع کی گئی جو شہر مدینہ میں بکریوں کی بندش کے باوجود As a Spacial Case ایک صحن میں موجود رہتی ہیں۔ ہم ان بکریوں ''بابا کی بکریوں'' کا نفیس اور لطیف دودھ پیتے اور اشربوا الحلیب وصلوا علی الحبیب کا نعرہ لگاتے اور جب محفل صلوٰۃ وسلام جمتی تو مزہ آ جاتا۔

''باب مجیدی'' کے شمال کی طرف ایک اونچی بلڈنگ میں ''سیالویوں کا ڈیرہ'' بڑا مشہور ڈیرہ ہے۔ یہاں سلسلہ چشتیہ کی قوالی اور ذکر بالجہر کی محفلیں تو نہیں جمتیں ہاں مجالس نعت کا باقاعدہ اہتمام ہوتا ہے۔ سیالوی مشائخ طریقت ہر سال حاضری کیلئے آتے ہیں اور مریدان باصفا کے نعت کے حلقے جمتے ہیں جہاں مدحت رسول اور صلوٰۃ وسلام بر سیدالانام کی نورانی بارشیں ہوتی ہیں۔ مہمانوں کیلئے اختتام مجلس پر ضیافت کا بھی خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔

شہزادہ العادل الفہمی کی محفل نعت

حاجی محمد اسحٰق نوری کو خدا خوش رکھے اس سال بھی مجھے نماز تراویح کے بعد شہر محبت کے گلی کوچوں میں آوارہ پھرتا دیکھ کر اپنی کار میں بٹھایا اور دامن احد میں لے گئے۔ جہاں ایک سعودی شہزادہ الشیخ العادل الفہمی کے باغات ومحلات ہیں۔ یہ سعودی شہزادہ خانوادۂ آل سعود سے نسبت کے باوجود اپنے محلات میں جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور محفل نعت کا اہتمام کرتا ہے۔ وہ محفل میلاد میں ''جشن نعت'' منعقد کراتا ہے ایک ائیر کنڈیشنڈ وسیع ہال ہے جس میں منقش قالین بچھی ہوتی ہیں۔ علماء کرام' نعت خوانان محترم' قاریان کرام اور اشراف مدینہ کیلئے چاروں طرف صوفے سجے ہوتے ہیں۔ پانچ سو سے زائد مہمانان گرامی جمع ہوتے ہیں۔ ان مہمانوں میں ترکی' یمنی' مکی' مدنی' پاکستانی' ہندوستانی اور دوسرے کئی ممالک کے مہمان آتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے قاری نعت خوان قصیدہ خوان اور خوش آواز مدحت سرائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جمع ہوتے ہیں۔ تمام نعتیں عربی میں سنائی جاتی ہیں۔ ''قصیدہ بردہ شریف'' تمام حاضرین مجلس مل کر پڑھتے ہیں۔ صحابہ رسول کے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کہے گئے قصائد سنائے جاتے

Marfat.com
Marfat.com

ہیں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا کلام اہتمام سے سنایا جاتا ہے۔ سبحان اللہ یہ محفل نور و سرور ساری رات برپا رہتی ہے۔ یہ سعودی شہزادہ ایسی محافل نعت پر بے پناہ خرچ کرتا ہے۔ تمام مہمان اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھتے ہیں' شیخ عادل کے چاق و چوبند خادمین خوب صورت ٹرے اٹھائے محفل میں گھومتے رہتے ہیں۔ وہ ٹھنڈا پانی خوشبودار شربت کے پیمانے کوکا کولا کی بوتلیں جوس کے گلاس اور قہوے کی رنگین پیالیاں ہر مہمان کو پیش کرتے جاتے ہیں۔ ہر مہمان اپنے ذوق کے مطابق جس چیز کو پسند کرے اٹھا لیتا ہے۔ مگر محفل کے آداب میں کسی قسم کا خلل نہیں آنے پاتا اور کسی پیمانے کے ٹکرانے یا کھنکنے کی آواز سنائی نہیں دیتی۔

شیخ عادل خود مجلس میں موجود ہوتا ہے اور عام لوگوں میں سر جھکائے فرش پر بیٹھا رہتا ہے۔ اس کا خوبصورت چہرہ اس طرح نمایاں ہوتا ہے کہ ہر مہمان پہچان جاتا ہے کہ یہ ہمارا میزبان ہے۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ سلام پیش کیا جاتا ہے تو سارے مہمان کھڑے ہو کر سلام پڑھتے ہیں۔ ترکی علماء ایک حلقہ میں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سلام پیش کرتے ہیں۔ یمنی ایک حلقہ میں سر جھکائے ہدیہ سلام پیش کرتے ہیں۔ مصریوں کا ایک ''حلقہ مولویاں'' رقص کناں سلام عرض کرتا ہے۔ دعا کے بعد مجلس کا اختتام ہوتا ہے۔

سحری کے قریب دعوت طعام کا اہتمام ہوتا ہے دستر خوان بچھ جاتے ہیں خادمان شیخ دستر خوان پر ابلے ہوئے زعفرانی چاولوں کے تاش بچھا دیتے ہیں۔ چاولوں کی ہر تاش پر ایک ایک ''مسلم بز غالہ'' عربوں کے انداز میں تیار کردہ رکھ دیا جاتا ہے۔ سرکے میں تیار کردہ اچار کی پلیٹیں سجا دی جاتی ہیں۔ مدینہ منورہ کی سر زمین کے پودینے کھیرے اور دوسری سبزیوں کے سلاد سجائے جاتے ہیں اور اس طرح مہمانان عزیز اپنی اپنی مرضی اور ذوق کے مطابق ضیافت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ پانچ سو مہمانوں کی دعوت میں کہیں کوئی کمی نہیں ہوتی طلب کرنے سے پہلے ہر چیز دستر خوان پر موجود ہوتی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

ایسی ایک دعوت میں جب ہم پاکستانی زائرین شریک ہوتے ہیں تو مجھے پاکستان کے کئی احباب یاد آئے کاش وہ ہمارے ساتھ شریک دعوت ہوتے اور عربوں کا انداز مہمانداری دیکھتے۔ ہم نے پاکستان آ کر ایسی محفل اپنے گھر منعقد کرنے کا ارادہ کیا مگر نہ ایسے زعفرانی چاول' نہ ایسے پکانے والے' نہ سرکہ میں تیار اچار' نہ مدینہ کے پودینہ کی سلاد اور نہ عربی نعت خوان۔ شیخ عادل فہمی کی مجلس نعت و صلوٰۃ بڑے باقاعدہ طریقے سے قائم ہوتی ہے۔ مجال ہے کوئی ''مطوع نجدی'' شرک و بدعت کی میلی آنکھ اٹھا کر ادھر دیکھ جائے۔ بلکہ میں نے کئی ''خبیث مطوؤں'' کو شریک دعوت خور و نوش دیکھا جو شرک و بدعت کے سارے فتوے الشیخ عادل کے محل سے باہر ہی چھوڑ آئے۔

پہلے جناب شیخ نے دیکھا ادھر ادھر
پھر سر جھکا کے داخل میخانہ ہوگیا

مجالس کے اختتام پر قہوے کا ایک اور دور چلتا ہے خادم سفید الائچیاں اور خوشبودار لونگ چھوٹی چھوٹی پلیٹوں میں سجائے قہوے کی پیالیوں کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ مجالس کے خاتمے پر میزبان گرامی الشیخ العادل کی گاڑیاں مہمانوں کو ''حرم نبوی'' پہنچانے کیلئے رواں دواں نظر آتی ہیں۔

شہر محبت کا انتظام و انصرام نجدیوں کے پاس ہے مگر حضور سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس کی رونقیں اپنی اپنی جگہ نور افشانی کرتی رہتی ہیں۔ کسی نجدی مطوے کی مجال نہیں کہ اذکار مصطفیٰ کی طرف نجدی آنکھ سے دیکھے۔ ان کے فتوے' بن باز کے پمفلٹ نجدی مولویوں کی کتابیں سارے شہر میں پھیلی ہوئی ہیں مگر ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلیں اپنی شان و شوکت لئے ہوئے باقاعدہ منعقد ہوتی رہتی ہیں۔

ان مجالس نعت کے علاوہ اس سال وزیراعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف' نے ابرائے ہوٹل اور گوجرانوالہ کے ایک نوجوان صنعت کار عبدالوحید نے عنابیہ کے الشریف ہوٹل میں بڑی زبردست مجالس نعت کا اہتمام کیا تھا' مگر یہ محافل صرف

Marfat.com
Marfat.com

نعت خوانوں کو انعام و اکرام بانٹنے کا بہانہ تھیں' جو لطف شہر محبت کی نجی مجالس نعت میں آتا ہے وہ ان ''زرپاش'' اور ''ریال نواز'' مجالس میں نہیں آتا۔

مدینہ پاک کے عربی النسل مدنی عاشقان رسول کے خانوادوں کے گھروں کی محافل نعت اپنا منفرد مقام رکھتی ہیں۔ یہ لوگ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور یوم بدر پر ان محافل کا انعقاد کرتے ہیں ان کی علیحدہ تفصیلات ہیں۔ حضرت علامہ مالکی علوی جیسے عالم دین مکہ مکرمہ سے تشریف لاکر ایسی مجالس میں مقام رسول پر فصیح تقریر کرتے ہیں تو ہزاروں عربی نژاد اہل محبت کا مجمع ہوتا ہے۔ ترکی کے علمائے کرام اپنی اپنی قیام گاہوں پر ذکر رسول کی پرنور محافل منعقد کرتے ہیں۔ کسی دوسری فرصت میں ہم ایسی محافل کا تذکرہ بھی کریں گے۔ ۱

مدینہ منورہ میں نجدی مطوؤں کے فتوؤں کے باوجود ذکر رسول کی محفلیں جمتی اور سجتی ہیں۔ ان مطوؤں اور شرطوں کی پکڑ دھکڑ کے باوجود نعت مصطفیٰ کی مجالس کی رونقیں کم نہیں ہوتیں۔ نجدی جاسوسوں کی رپورٹوں کے باوجود اہل محبت شہر محبت میں صلوۃ وسلام کی محفلیں بپا کرنے سے باز نہیں آتے۔ ہمیں ایک درد مند ثناء خوان رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نجدیوں کی داستان ظلم وستم سناتے ہوئے رلا دیا کہ اسے اس ''جرم'' میں دیار حبیب سے نکال دیا گیا کہ وہ میلاد النبی کی محفل کا اہتمام کرتا تھا۔ اس کا مال ومتاع' گھر کا اثاثہ سب کچھ ضبط کرلیا گیا' بالکل اسی طرح جس طرح کبھی مکہ مکرمہ کے سرداران قریش ان مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھاتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں حاضر ہوتے رات کے اندھیروں میں مکہ مکرمہ کی گلیوں میں دبے پاؤں ''دارالارقم'' میں پہنچتے۔ اذان دینا جرم تھا' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر سے قرآن پاک کی تلاوت کی آواز بھی ناگوار تھی۔ آج ذکر رسول کرنے والوں پر نجدیوں کی تیز اور خشمگیں نگاہیں نئی بات نہیں۔ ذکر رسول تو ہر حال میں جاری وساری رہے گا انشاء اللہ اس بندش کے باوجود (ماہنامہ جہان رضا لاہور)

Marfat.com
Marfat.com

بارگاہ مصطفیٰ میں نعتوں کے نذرانے پیش کرنے والے

بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نعت کا نذرانہ پیش کرنا ایمان کی جان قرار دیا گیا ہے جلیل القدر صحابہ کسی نہ کسی صورت میں اپنے آقا و مولا کی بارگاہ میں نذرانہ پیش کرتے رہے ہیں۔ بعض صحابہ کرام کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی میں اتنا روشن ہوا کہ آج اسلامی تاریخ کے صفحات میں درخشاں نظر آتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں اگرچہ ہزاروں سال سے مدحت سرایان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالم پناہ میں ہدیہ نعت پیش کرتے آئی ہیں مگر پاکستان میں نعت خوانان مصطفیٰ نے ایک سنہری باب رقم قائم کیا ہے جس پر ہم بجا بطور فخر کر سکتے ہیں۔ سابقہ دس سال سے پاکستان کی سر زمین نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گہوارہ بن گئی ہے۔ ہر شہر ہر قصبہ' ہر قریہ بلکہ ہر صحراء و بیاباں نعت رسول کی دل نواز آوازوں سے گونج رہے ہیں۔ پاکستان بھر کی مساجد کے در و دیوار کے ایوان' دینی مجالس کے حلقے' نجی محافل کی چار دیواریاں نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے گونج رہی ہیں۔ ان مقامات سے ہٹ کر ملک بھر کے ریڈیو' ٹی وی'۔ اور دنیا بھر کے الیکٹرانک میڈیا نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جگمگا اٹھے ہیں۔ نعت خوانانِ مصطفیٰ نئے نئے انداز میں نعت سناتے ہیں۔ نئی نئی ادا میں ہدیہ نعت پیش کرتے ہیں نئی نئی طرز میں ہدیہ نعت بارگاہ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں ان مجالس اور محافل میں ایسی ایسی نعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ کہ محسوس ہوتا ہے کہ جیسے رنگا رنگ پھولوں کے گلدستے سجائے جا رہے ہیں۔ اور دل نواز آوازوں میں مرغزار نعت آباد کئے جا رہے ہیں۔

اگرچہ ان مجالس میں نعتیہ کام ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر پڑھا جا رہا ہے مگر جو خصوصیت اور والہیت ''کلام رضا'' میں پائی جاتی ہے اس کا جواب نہیں

Marfat.com
Marfat.com

اور حقیقت یہ ہے کہ جس مجلس نعت میں کلام رضا نہ پڑھا جائے وہ مجلس پھیکی نظر آتی ہے۔ نعت کے خیابانوں میں

ملک سخن کے شاہی تم کو رضا مسلم

کو تسلیم کرنا پڑتا ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا کلام جس انداز میں پڑھا جائے ''جس راہ چل دیے ہیں سکے بٹھا دیے ہیں'' کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

آج پاکستان کے گوشے گوشے میں نعت کی محفلیں اور مدحت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس سجتی ہیں' نعت خواں اپنی سج دھج سے مدحت سراء ہوتے ہیں دوسری طرف سامعین حضرات میں عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں پروانہ وار حاضر ہوتے ہیں۔ بلکہ ساری ساری رات ذوق شوق کا اظہار کرتے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار رہتے ہیں۔ نعتِ مصطفیٰ پر انعامات کی بارش ہوتی ہے انکے احترام وانصرام میں آنکھیں فرش راہ کی جاتی ہیں۔ انکی خوش آوازی پر گوش ہوش کے دامن پھیلا دیئے جاتے ہیں نعت کیلئے دل وجان وجد کناں جھک جاتے ہیں اور یہ سلسلے ساری ساری رات چلتے ہیں کبھی کبھی تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ تنزل الملائکۃُ والروح کا سماں بندھ گیا ہو اور سحری تک اللہ کی رحمت کا نزول ہو رہا ہے۔

ہم ایسی محافل کے شریک حاضرین میں سے ہیں۔ ہم ایسی مجالس میں کاسہء دل لے کر حسن نعت کی گدائی کرنے چلے جاتے ہیں اور ایمان کی تازگی کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ مگر آج کی محافل نعت سے ذرا ہٹ کر ہم سابقہ دور کے چند نعت خوانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں جنہوں نے سابقہ پچاس سالوں کے دوران مجالس کو سجایا۔ اور اپنی خوش آوازی سے ان محافل کو گرمایا تھا لطف کی بات یہ ہے۔ نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا کسی نہ کسی انداز سے ذاتی تعلق رہا ہے۔ اس تعلق کی بنا پر ان یادوں کو تازہ کرنا ضروری سمجھتے

Marfat.com
Marfat.com

ہیں۔ ہم اپنے قارئین کو آج چکا چوند مجالس نعت سے اٹھا کر سابقہ کئی سال پرانی مجالس میں لے جانا چاہتے ہیں۔

بشیر حسین ناظم ممتاز دانشور اور ثناء خوان رسول

کتنا خوبصورت زمانہ تھا۔ جب ہم نعت خوانان رسول اور مدحت سرایاں مصطفیٰ کی مجالس میں اٹھتے بیٹھتے تھے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ابھی محکمہ اوقاف کی گرفت میں نہ آیا تھا۔ اور داتا صاحب کے مجاروں کے زیر انتظام تھا۔ ہر جمعرات کو رات بارہ بجے کے بعد محفل نعت منعقد ہوتی اور ملک کے معروف نعت خوان اعزازی طور پر نعتیں سناتے ہمارے ایک دوست بشیر حسین ناظم ایک نوخیز نعت خواں تھے۔ ہر جمعرات کو اس محفل میں حاضر ہوتے نعت پڑھتے اور جو کچھ انعام واکرام ملتا اس کے تین حصے کر دیتے ایک حصہ درویشوں میں تقسیم کرتے' ایک حصہ اپنی والدہ کی نذر کرتے اور ایک حصہ اپنی تعلیم پر خرچ کرتے تھے۔ان درویشوں کے زمرے میں ہم بھی آتے تھے۔ ہمارے علاوہ بھی کئی درویش تھے بشیر حسین ناظم خود بھی ان درویشوں میں سے ایک ہیں۔ان کی ''نیک کمائی'' کے تیسرے حصہ کو خرچ کر کے لوہاری دروازے کے باہر ''نعمت کدہ'' میں پہنچ کر ہم سارے درویش لذیز کھانا کھاتے۔ اللہ کا شکر بجا لاتے۔ حضرت داتا گنج بخش کو ایصال ثواب کرتے اور ناظم صاحب کو دعائیں دیتے۔اس زمانہ میں نعت خوانان رسول نوٹوں ویلوں اور روپے پیسے کی بارشوں سے ناآشنا تھے۔ جو مل گیا اس کو غنیمت سمجھ لیا ناظم صاحب ان درویشوں کے ٹولے سے تعلق رکھتے تھے **جنھیں** داتا گنج بخش نے اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' میں عمدہ الفاظ میں یاد فرمایا تھا۔آج زمانہ بیت گیا ان درویشوں میں سے ایک درویش ہائی کورٹ کے جج بن گئے ایک وفاقی حکومت کا سیکرٹری بنے ایک امریکہ میں کروڑوں میں کھیلتے دکھائی دیتے ہیں۔خود بشیر حسین ناظم وزارت امور مذہبیہ میں

Marfat.com
Marfat.com

اعلیٰ افسر رہے۔ بیس حج کئے اور بے شمار عمرے کئے۔ ہم نے اس درویش صفت نعت خواں کا پاکستان کے کئی سربراہان مملکت کو نعت سن کر سر چومتے دیکھا

ثناء اللہ بٹ مرحوم

''ثناء اللہ بٹ'' ہمارے عزیز نعت خواں دوستوں میں سے ہیں کبھی حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم کی مجالس کے پسندیدہ نعت خواں تھے۔ وہ ثناء اللہ بٹ سے اعلیٰ حضرت کا مشکل کلام سن کر خوش ہوتے۔ بٹ صاحب اعلیٰ حضرت کی نعتیں بڑے سلیقے سے سناتے۔ پھر ان کا تلفظ اور ادائیگی کا انداز اپنا تھا جس پر اہل علم داد دیتے۔ ایک زمانہ تھا کہ رات گئے ثناء اللہ بٹ لاہور کے کسی حصے میں مجالس نعت سے فارغ ہو کر ہمارے غریب خانے کے دروازے پر دستک دیتے خواہ رات کے دو بج جاتے۔ وہ ہمارے ہاں آتے شرماتے نہ ہمارا دروازہ کھٹکھٹاتے ڈرتے۔ ہم بھی چشم براہ رہتے۔ بٹ صاحب کیا آتے ہمارے بلا تکلف خوشبو دار قہوے کی پیالیاں سجا دیتے۔ ان کی بدولت ہمیں کئی مدحت سرایان مصطفیٰ' عندلیبان ریاض رسول' بادہ گساران میخانہ حجاز اور نغمہ سرایان وادی بطحاء سے تعارف ہوا صوفی اللہ دتا نیر صاحب سہروردی' میاں ناگی' سکندر لکھنوی' نذیر نظامی جیسے نامور نعت خواں ایک عرصہ تک ہمارے کانوں میں رس گھولتے رہے۔

ہم رمضان میں دیار حبیب میں حاضری دیتے تو ثناء اللہ بٹ شہر محبت میں کئی مجالس نعت کی زینت بنتے اور اہل مدینہ سے داد حاصل کرتے حضرت مولانا فضل الرحمان مدنی رحمۃ اللہ علیہ جیسے نعت شناس عالم دین سے انعام پاتے۔ انہیں اعلیٰ حضرت کے کلام کے علاوہ مختلف شعرا کا نعتیہ کلام ازبر ہے اور موقع ومحل پر عمدہ کلام کا انتخاب کر کے اہل محفل کا دل موہ لیتے ہیں۔ اگرچہ اب وہ بڑھاپے کی وادی میں سفر کرنے لگے ہیں مگر جب نعت سناتے ہیں تو بڑھاپے کی وادی سے نکل کر وادی بطحا کے ہدی خواں بن جاتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

محمد اعظم چشتی

محمد اعظم چشتی پاکستان کے مایہ ناز نعت خواں اور نعت نویس مانے گئے ہیں۔ایک زمانہ تھا کہ ہم ان کہ نیاز مندوں اور حاشیہ نشینوں میں تھے وہ جہاں نعت پڑھنے جاتے ہم وہاں پہنچ جاتے۔انہوں نے ساٹھ سال تک متواتر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت سرائی کی۔ لاکھوں کے مجمعوں، دینی جلسوں، بزرگوں کے عرسوں میں ان کی نعت سامعین کو مسحور کر دیتی تھی نجی محفلوں میں بھی جان محفل ہوتے تھے۔ان کی آواز پاکستان کے گوشے گوشے میں گونجتی رہی اور وہ پاکستان کے ہر گوشے میں جا کر اپنی نعت گوئی کی داد وصول کرتے رہے نعت سناتے وقت نوٹوں کی بارش تو ایک عام بات ہے وہ اپنی شائستہ طرز اور خوش آوازی سے دلوں کو موہ لیتے۔

ایک زمانہ آیا کہ انہوں نے نعت خوانی کے ساتھ ساتھ نعت نویسی کی طرف توجہ دی۔ اور غذائے روح، رنگ و بوئے اعظم، انید رے، جیسی خوبصورت کتابیں سامنے آئیں۔ وہ خود کاتب تھے۔مگر نعت کی وجہ سے ملک کے نامور خطاط ان کی کتابوں کی کتابت اعزازی طور پر کرتے۔ ہمارے ساتھ ان کے مشفقانہ مراسم تھے۔سب سے پہلے آپ کی نعتوں کی کتابوں کے ایڈیشن کی اشاعت کا اعزاز ہمیں حاصل ہے۔انہوں نے کبھی رائیلٹی کا مطالبہ کیا نہ حقوق اشاعت پر پابندی۔ ہم کچھ دینا چاہتے تو ہاتھ کھینچ کر فرماتے۔ یہ نعت گوئی ہے مجھے نعت خوانی پر اللہ اتنا دے دیتا ہے کہ اب مجھے کوئی حاجت نہیں رہی ان کے نعتیہ کلام کی کتاب حافظ محمد یوسف سدیدی۔ صوفی خورشید رقم، اور نفیس الحسنی نفیس رقم جیسے بلند پایہ خوش نویسوں نے کی۔ دیباچے مولانا کوثر نیازی، حفیظ جالندھری، صوفی تبسم، فیض احمد فیض جیسے اہل قلم نے لکھے ہم نے ان کی ساری کتابوں کو یکجا جمع کر کے ''کلیات

Marfat.com
Marfat.com

اعظم'' کے نام سے شائع کیا۔ وہ ''کلیات اعظم'' کے پہلے ایڈیشن کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے۔ وہ ساری زندگی نعت خوانی کے آسماں پر درخشاں ماہتاب کی طرح جگمگاتے رہے۔ اپنی خوش آوازی سے دلوں کو گرماتے رہے۔ سامعین کو تڑپاتے رہے۔ آواز کو سنوارتے رہے اہل محبت کو خوش کرتے رہے اور اپنے شاگردوں کو اپنی نفیس طرز سے سجاتے رہے۔

مولانا کوثر نیازی نے مدینہ منورہ کی ایک محفل میں محمد اعظم چشتی کی نعت سنی تو کہنے لگے ''اعظم نعت خوان اعظم'' ہے۔ پھر اس کا یہ شعر بار بار پڑھتے۔

سمجھا نہیں ہنوز میرا عشق بے ثبات
تو کائنات حسن ہے یا حسن کائنات

اعظم چشتی بڑے نفیس ذوق کے مالک تھے۔ کوئی بے سُرا نعت خوان یا غلط تلفظ ادا کرنے والا نعت پڑھتا اور اپنے کلام کی لافیں مارتا تو وہ کبیدہ خاطر ہو جاتے۔

اعظم ہمارے ہاتھ سے پیمانہ گر گیا
ہر بوالہوس کے ہاتھ میں پیمانہ دیکھ کر

آپ اعلیٰ حضرت کے کلام کو ترجیحاً اہل علم کی محفل میں سنایا کرتے اور داد وصول کرتے تھے۔

کانٹا میرے جگر سے غم روزگار کا
یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو
کہتی تھی یہ براق کو اس کی سبک روی
یوں جائیے کہ گرد سفر کو خبر نہ ہو

ان اشعار کو لوگ کئی کئی بار سنتے۔ سر دھنتے اور بار بار پڑھنے کی فرمائش کرتے اور محمد اعظم چشتی ہر بار نئے انداز یا نئی طرز اور نئے اسلوب سے شعر سناتے۔

Marfat.com
Marfat.com

وہ جہاں جاتے نعت خوانوں کے طبقہ میں گل سرسبد بنکر رہتے وہ علمائے کرام اور خطیبوں کے ہر دل عزیز نعت خوان تھے۔ بلند پایہ مقرر اپنی تقریروں سے پہلے انہیں اصرار کر کے نعت پڑھاتے اور ہم نے کئی بار دیکھا کہ بکھرا ہوا مجمع اعظم چشتی کی نعت سننے کیلئے جم کر بیٹھ جاتا۔

محمد اعظم چشتی کے زمانہ حیات میں پاکستان کے کئی نامور نعت خوانوں نے اپنا سکہ جمایا۔ مگر جو رنگ محمد اعظم چشتی کا تھا اس کا جواب نہ تھا۔ جو طرز اعظم چشتی کی تھی۔ اس کی مثال نہ تھی کہ سینکڑوں نعت خوانوں نے ان کی طرز کو اپنایا جو نہ پنا سکے۔ انہوں نے بھی رنگ آمیزی سے کام لیکر ان کے رنگ کو چرایا ان کے شاگردوں اور فیض یافتہ نعت خوانوں کا حلقہ آج بھی ملک کے گوشے گوشے میں مجالس نعت کی زینت بنا سنائی دیتا ہے۔

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی اگر چہ ملک کے مایہ ناز عالم دین خطیب اور مصنف کی حیثیت سے شہرت یافتہ ہیں۔ مگر ہم ان کی زندگی کے اس دور کا ذکر کرتے ہیں جب وہ کھیم کرن (مشرقی پنجاب) سے ہجرت کر کے آئے تھے اور اوکاڑہ میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ وہ دربار عالیہ شرقپور شریف کے دامن سے وابستہ تھے۔ جب وہ نعت رسول سناتے تو لوگ عش عش کر اٹھتے اور بعض عقیدت مند تو آپ کی نعت گوئی کو حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سے محمول کرتے۔ یہ میاں صاحب کی کرامت تھی یا نبی کریم کی نظر کرم کا صدقہ تھا۔ لیکن وہ آداب نعت خوانی کو خوب جانتے تھے شرقپور شریف کی مجالس تو آپ کی نعت سے معمور ہوتی تھیں مگر وہ جہاں جاتے مجمعے پر چھا جاتے۔ اعلیٰ حضرت کا کلام پڑھتے لوگ سنتے تو جھوم جھوم جاتے۔

جب وہ مجلسوں، عرسوں اور مدارس میں جاتے تو سامعین سے داد وصول

Marfat.com
Marfat.com

کرتے ایک وقت آیا کہ وہ وادی نعت رسول سے گزر کر علم دین کی دنیا میں جا پہنچے۔ پھر وہ نعت خوان کی بجائے ایک عالم دین اور خطیب کی حیثیت سے سامنے آ گئے لوگوں نے انہیں خوش نوا نعت خوان کے ساتھ ساتھ خوش گفتار خطیب کی حیثیت سے تسلیم کیا۔ وہ اوکاڑہ سے کراچی پہنچے۔ یہ ایک نئی دنیا تھی ایک نئی تجربہ گاہ تھی۔ آپ کی آواز نے خطابت کا رنگ اپنایا تو آپ کو ''خطیب پاکستان'' کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ ہم نے ذاتی طور پر انہیں نعت خوان اور خطیب دونوں کی حیثیت سے پسند کیا۔ لوگ ان کی خطابت کی چمک کو بھی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کا نام دیتے تھے۔

ایک زمانہ تھا کہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے لاہور میں ''مرکزی مجلس رضا'' کی بنیاد رکھی۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی (رحمۃ اللہ علیہ) ''یوم رضا'' پر خطاب کرتے اور حاضرین کو خوش کر دیتے۔ وہ تذکار رضا سے ''یوم رضا'' میں خطاب کرتے اور اعلیٰ حضرت کے کلام کو اپنی خطابت کا پیوند لگاتے تو سامعین جھوم جھوم جاتے۔ جب وہ سرکار دو عالم کا سراپا بیان کرتے اور اعلیٰ حضرت کے یہ شعر اپنی خاص طرز سے پڑھتے تو مجمعے کو لوٹ لیتے۔

سر تابقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول
دندان و لب و زلف رخ شاہ کے فدائی
ہیں درعدن، لعل یمن، مشک ختن پھول
کیا بات ''رضا'' اس چمنستان کرم کی
''زہرہ'' ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

ہم یہاں ان کا تذکرہ خطیب پاکستان کی حیثیت سے نہیں کر رہے ہیں۔ وہ اوکاڑہ چھوڑ کر کراچی پہنچے وہاں دنیائے نعت کی محفلوں میں رونقیں آ گئیں۔ وہ

Marfat.com
Marfat.com

ہر محفل نعت میں جان محفل ہوتے۔ کراچی کے نعت خوانوں کے درمیان نعت پڑھتے تو یوں محسوس ہوتا۔

خوباں شکستہ رنگ خجل ایستادہ اند
در محفلے کہ تو بمقابل نشستہ

آپ نے کراچی میں مجالس نعت کا رنگ بدل دیا۔ اپنی خوش آوازی سے ہر محفل میں صف اول کے نعت خوان نظر آتے اور یوں محسوس ہوتا کہ وہ خیابان نعت کے گل سرسبد ہیں۔ انہوں نے نعتوں کا مجموعہ ''نغمہ حبیب'' کے نام سے مرتب کیا اور جب چھپا تو ''وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں طائر بوستانوں میں'' کا سماں بندھ گیا۔

کراچی میں مولانا محمد شفیع اوکاڑوی محرم الحرم کا پورا عشرہ تذکار اہل بیت کیلئے وقف کرتے تھے۔ فضائل اہل بیت' واقعات کربلا' داستان شہدائے کربلا' اس انداز سے بیان کرتے کہ کراچی کے لوگ کام کاج چھوڑ کر ''خطیب پاکستان'' کا خطاب سنتے رہتے۔ سنی سامعین کے علاوہ اہل تشیع کا ایک خاصہ طبقہ آپ کی مجالس کو ''مجالس حسینی'' جان کر دس دن موجود رہتا اور آنکھوں سے آنسوؤں کی قطاریں بہاتا آپ اپنی مجالس کو اعلیٰ حضرت کے کلام سے ایسا مزین فرماتے کہ لوگ جھوم جھوم جاتے اور جب آپ اپنے انداز میں اہل بیت کی شان بیان کرتے اور اعلیٰ حضرت کے اشعار پڑھتے تو سارا مجمع جھوم جھوم جاتا آپ نے ''شام کربلا'' ''حضرت امام پاک اور یزید پلید'' پھر ''نغمہ حبیب'' جیسی کتابیں ان مجالس کی روشنی میں مرتب کی تھیں اس طرح اہل علم تک ان کے قلم کی آواز پہنچنے لگی۔

ہمارے پیارے دوست علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی حضرت مولانا محمد شفیع کے فرزند ارجمند ہیں وہ جب گفتگو کرتے ہیں تو اپنے والد گرامی کی تربیت کا رنگ بکھیرتے ہیں۔ مولانا کوکب نورانی کی تقریر اور تحریر کا اپنا مقام ہے مگر آپ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کا صدقہ جاریہ ہیں۔ (ماہنامہ ایمز برطانیہ)

Marfat.com
Marfat.com

علامہ شاہ احمد نورانی کے غیر سیاسی شب و روز

مولانا الشاہ احمد نورانی جمیعت العلماء پاکستان کے صدر' ورلڈ اسلامک مشن کے چیئرمین اور ملی یکجہتی کونسل کے صدر نشین ہیں' ان کی زندگی کا زیادہ حصہ سیاسی خارزاروں میں سفر کرتے گزرا ہے' وہ پاکستان کی مختلف سیاسی تحریکوں میں ایک متقدر راہنما کی حیثیت سے نمایاں رہے ہیں۔ قید و بند کی صعوبتوں کو لبیک کہتے رہے۔ نیشنل اسمبلیوں اور سینٹ میں ان کے سیاسی کردار کو بڑی پذیرائی ملی۔ وہ اقتداری قوتوں کو للکارتے بھی رہے اور ان قوتوں کے مظالم کے سامنے سینہ سپر بھی رہے۔ انہیں اپنے سیاسی حریفوں اور حلیفوں سے واسطہ بھی رہا مگر ان کے قدم استقلال کو کبھی لغزش نہیں آئی۔

سیاسی زندگی کے برعکس مولانا شاہ احمد نورانی کی ایک غیر سیاسی زندگی ہے جس پر ہم جیسے غیر سیاسی لوگ بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ مولانا نورانی 1926ء میں میرٹھ (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی اپنے وقت کے بڑے بلند پایہ عالم دین تھے۔ وہ فاضل بریلوی کے فاضل تلامذہ میں شمار ہوتے تھے۔ مولانا عبدالعلیم مرحوم کو اردو' انگریزی' فارسی اور عربی زبانوں پر یکساں عبور حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فاضل بریلوی نے آپ کو ہندوستان کے علاوہ دنیا کے مختلف ملکوں میں اسلامی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دینے کیلئے منتخب کیا۔ چنانچہ آپ نے ساری زندگی یورپ' امریکہ' افریقی ممالک اور انڈونیشیا' فلپائن اور مشرق بعید کے کئی ممالک میں تبلیغ کی۔ انہوں نے امریکہ میں کئی اسلامی سنٹر قائم کئے۔ افریقی ممالک میں اسلام کی حقانیت کو پھیلایا' جنوبی افریقہ میں اسلامی مراکز قائم کئے' امریکہ' برطانیہ' ہالینڈ' فلپائن اور تھائی لینڈ میں

Marfat.com
Marfat.com

اسلامی تبلیغ کیلئے کئی سفر کیے۔ آپ نے دنیا کے ان خطوں کی زبانوں پر بھی عبور حاصل کیا اور وہاں کے پڑھے لکھے لوگوں کو اسلام کی حقانیت سے روشناس کیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی اپنے والد مکرم کے ساتھ دنیا بھر کے مختلف ممالک میں جاتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج مولانا نورانی کو عربی، انگریزی، ڈچ، جرمنی فرانسیسی اور افریقہ کی علاقائی زبانوں پر بڑا عبور ہے۔

وہ عراق، لیبیا، برطانیہ، ہالینڈ، فرانس، امریکہ، جنوبی افریقہ اور فلپائنی زبانوں میں یکساں طور پر بڑی روانی سے خطاب کرتے ہیں۔ وہ امریکہ کی یونیورسٹیوں میں انگریزی میں لیکچرز دیتے ہیں۔ وہ عراق اور لیبیا کے اعلیٰ اجلاس میں عربی زبان میں خطاب کرتے ہیں۔ وہ ہالینڈ میں اور فرانس کے علمی مراکز میں کھل کر بات کرتے ہیں۔ آج پاکستان کا شاید ہی کوئی ایسا لیڈر ہو جو ترجمان کے بغیر ان ممالک میں براہ راست لوگوں کو مخاطب کر سکتا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے میرٹھ کی عظیم الشان دینی درس گاہوں سے مختلف علوم کی تربیت حاصل کی۔ تفاسیر و احادیث میں سند فضیلت لیکر پاکستان آئے۔ آپ نے پاکستان میں علماء دین اور مشائخ وقت کے ساتھ علمی اور روحانی رابطے پیدا کیے اور اپنے والد کے زیر تربیت رہ کر جن علمی مقامات اور روحانی احوال کا مطالعہ کیا تھا، اس میں اہل علم و فضل اور مشائخ کرام کی مجالس میں پہنچ کر اضافہ کیا۔ آپ کی ابتدائی زندگی ایک ابھرتے ہوئے عالم دین اور مبلغ اسلام کی حیثیت سے سامنے آئی۔ آپ کے والد عمر کے آخری حصے میں اپنے ذاتی مکان مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے۔ مولانا شاہ احمد نورانی بھی اپنے والد گرامی کے زیر سایہ ایک عرصہ تک مدینہ پاک میں رہے۔ آپکی شادی قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی کے بیٹے فضیلت الشیخ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدنی مدظلہ کی بیٹی (جو مدینہ یونیورسٹی کی فاضلہ اور جدہ یونیورسٹی کی ڈاکٹر ہیں) سے ہوئی۔ آپ

Marfat.com
Marfat.com

کے والد مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی مدینہ منورہ میں ہی واصل بحق ہوئے اور ''جنت البقیع'' میں راحت وسکون پایا۔

مولانا شاہ احمد نورانی مدینہ منورہ سے پاکستان آئے تو کراچی صدر میں ایک کرائے کا فلیٹ لیا۔ الحمد للہ پاکستان نے ہزاروں رنگ بدلے مگر شاہ احمد نورانی پچاس سال اسی فلیٹ میں کرایہ دار کی حیثیت سے اپنے اہل وعیال کے ساتھ آج بھی رہ رہے ہیں۔ صبر وقناعت کی یہ مثال شاید ہی پاکستان کے کسی دینی یا سیاسی راہنما میں ملے۔

سابقہ پچاس سال سے آپ کا معمول رہا ہے کہ صدر میں ایک مسجد میں ہر سال تراویح میں پورا قرآن سناتے ہیں۔ شبینہ کی طاق راتوں میں اضافی قرآن پڑھتے ہیں۔ آپ نے اپنے معمول میں کبھی نہ ناغہ کیا ہے نہ کوتاہی کی ہے۔ آپ اپنے گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ سرکار مدینہ کی زبان عربی میں بات کرتے ہیں مگر پاکستانی ملاقاتیوں کیساتھ اُردو میں گفتگو کرتے ہیں۔ سیاست میں آنے سے پہلے آپ مختلف وظائف کی ادائیگی میں ساری ساری رات گزار دیتے تھے۔ دعائے ''حزب البحر'' اور ''قصیدہ بردہ'' سیاسی مصروفیتوں کے باوجود آج بھی آپ کے معمولات میں شامل ہے۔

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی صدر جمعیت علماء پاکستان کی رحلت کے بعد آپ کو جمعیت کا صدر چنا گیا۔ اس وقت تک جمعیت علماء پاکستان سنیوں کی ایک دینی اور تبلیغی جماعت تھی نہ الیکشن میں حصہ لیتی نہ انتخابی مہموں میں۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے علماء اہل سنت کا ایک قافلہ تیار کیا اور کراچی سے چترال تک اور کھوکراپار سے خیبر تک علماء ومشائخ میں دینی بیداری اور اعتقادی یکجہتی کیلئے کام کیا اور شہر بہ شہر' قریہ بہ قریہ پہنچ کر علماء کرام کو حجروں' مدرسوں' خانقاہوں اور مسجدوں کو دینی اور روحانی مراکز بنانے کیلئے تیار کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ مولانا شاہ احمد نورانی

Marfat.com
Marfat.com

کی اس مہم میں ملک بھر کے سنی علماء و مشائخ نے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور جو علماء صرف نماز' نکاح' جنازہ اور ختم درود تک محدود تھے' وہ علمی جرأت لیکر متحد ہو گئے۔ جو صاحبزادگان اور سجادہ نشین تعویذات' نذرانے اور روحانی مجالس تک محدود تھے' وہ تبلیغ دین پر آمادہ ہو گئے۔

مولانا نورانی ایک شب بیدار عالم دین ہیں۔ وہ سیاست کے طویل سفر میں رات کے آخری لمحوں تک ملک کے مختلف علاقوں میں سیاسی اور دینی جلسوں میں خطاب کرتے ہیں مگر مجال ہے کہ وہ نماز تہجد تک قضا کریں۔ ان کے معمولات روحانیہ میں ''دعائے حزب البحر'' اور ''قصیدہ بردہ'' آج بھی اسی طرح تازہ ہے جس طرح آج سے پچاس سال پہلے اپنے والد کے زیر سایہ زندہ تھا۔ وہ زمین کے فرش پر سونے' مساکین کے ساتھ بیٹھنے اور غرباء کی محفل میں وقت گزارنے سے نہیں اکتاتے۔

جنرل ضیاء الحق کے زمانہ اقتدار میں میر علی احمد خان تالپور مرحوم وزیر دفاع تھے۔ وہ میر بھی تھے' امیر بھی تھے اور وزیر بھی تھے' مگر ایک دانشور ہونے کی وجہ سے شاہ احمد نورانی کے علم و فضل کی قدر کرتے تھے۔ ایک وقت آیا کہ جنرل ضیاء الحق کی مخالفت کی وجہ سے شاہ احمد نورانی سے کبیدہ خاطر تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے مجھے ایک دن اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے بتایا کہ جنرل ضیاء الحق نے اکثر مولویوں کو دانہ دنکا ڈال کر اپنے ساتھ ملا لیا ہے مگر یہ مولوی نورانی قابو نہیں آیا۔ جنرل ضیاء نے مولانا کو رام کرنے کیلئے مجھے اشارہ کیا مگر مولانا نورانی نہ میرے قابو آئے نہ ضیاء کی انٹیلی جنس انہیں رام کر سکی۔ آخر کار جنرل ضیاء نے فیصلہ کیا کہ ائیر مارشل اصغر خان کی طرح مولانا نورانی کو ان کے گھر میں نظر بند کر دیا جائے۔ میں نے جنرل ضیاء کو بتایا اس مولوی کو چھوڑ دیں یہ عام لوگوں میں قرآن پڑھتا ہے تو لوگوں کے دل میں ڈھل جاتے ہیں۔ جب ''قصیدہ بردہ''

Marfat.com
Marfat.com

پڑھتا ہے تو میں دست بستہ کھڑا ہو جاتا ہوں مگر سنا ہے کہ وہ رات کو ''حزب البحر'' پڑھتا ہے۔ اس وظیفے کی مار سات سمندروں کی تہوں میں بھی اپنے مخالف کو نشانہ بناتی ہے۔ جنرل مرحوم نے مولانا کی نظر بندی کا خیال چھوڑ دیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی کا لباس اسلامی لباس کا نمونہ ہے۔ فقیرانہ لباس ہے' سر پر خس کی بنی ٹوپی پر گہرا عنابی عمامہ' گلے میں رنگین پٹکہ اور ہاتھ میں عصائے عالمانہ۔ وہ جب نورانی لباس میں نورانی آن بان سے نکلتے ہیں تو ایک درویش مسلمان کی شبیہ سامنے آ جاتی ہے۔ انہوں نے کبھی دولت کے حصول کیلئے ہاتھ پاؤں نہیں مارے۔ وہ زر اندوزی کے دور میں بھی فقیری کی مثال رہے۔ وہ اسمبلیوں میں رہ کر بھی تہی دست ہیں۔ سیاسی لیڈروں کی دولت مندی کو تو چھوڑیئے' آج اسکے بینک میں زکواتی مولویوں اور سرکاری سجادہ نشینوں سے بھی کم بینک بیلنس نکلے گا۔ آج جو علماء اپنے آقایان دلی نعمت کو خوش کرنے کیلئے مولانا شاہ احمد نورانی کو برا بھلا کہتے ہیں' ان کی تجوریاں دیکھ کر سر ندامت سے جھک جاتے ہیں۔

سیاسی ہماہمی کے باوجود مولانا نورانی ملک اور بیرون ملک کی دینی درس گاہوں کی سرپرستی سے غافل نہیں رہتے اور ان کی ترقی اور استحکام پر نگاہ رکھتے ہیں۔ وہ ملت اسلامیہ کے ان فرزندان دین کی بے پناہ قدر کرتے ہیں جو مساجد اور مدارس میں دین کی تعلیم و تدریس میں مصروف ہیں۔ وہ دینی مدارس کی تقسیم اسناد کی تقاریب پر پہنچ کر اساتذہ اور طلباء کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ وہ ایسے غریب اساتذہ اور طلباء کی مالی مدد کرتے اور کراتے ہیں جو دین کی خدمت کیلئے دن رات کوشاں ہیں۔ میں ایسے درجنوں علماء کرام کو ذاتی طور پر جانتا ہوں جو مولانا شاہ احمد نورانی کی توجہ سے مدرسے چلا رہے ہیں۔ مجھے ایسے مفلوک الحال علماء کا علم ہے جو مولانا شاہ احمد نورانی کی مالی خدمت کے مرہون منت ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

سیاست میں مخالفین حملے کرتے ہیں اور کراتے ہیں۔ پھر آج تو تشدد کا اتنا زبردست زمانہ ہے کہ اندھیرے قتل ہماری زندگی کا لازمہ بن چکے ہیں۔ مولانا نورانی پر ایسے کئی حملے بھی ہوئے قتل کے منصوبے بھی بنے اور قاتلانہ گولیاں بھی سر سرائیں۔ مگر مجال ہے کہ اس شخص نے کبھی مقدمہ، کبھی استغاثہ، کبھی فریاد اور شکایت کی ہو، سارے معاملات اللہ کے سپرد ہوتے ہیں اور اللہ حفاظت بھی کرتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف انہیں اللہ اپنی پناہ میں رکھتا ہے بلکہ ایسے حملہ آوروں کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی اسلامی تبلیغ و تربیت کے ساتھ اپنے مریدوں کی روحانی تربیت سے غافل نہیں ہیں۔ آج بلا مبالغہ ملک کے اندر اور ملک کے باہر پچیس ہزار سے زائد لوگ آپ سے بیعت ہیں۔ آپ سلسلہ قادریہ نورانیہ میں بیعت کرتے ہیں اور اپنے مریدوں کی اصلاح احوال پر مسلسل نظر رکھتے ہیں۔ انہیں سیاسیات کی مصروفیت سے جب بھی وقت ملتا ہے، وہ اپنے مریدوں کو خصوصی توجہ دیتے ہیں اور انہیں اپنی محافل میں قلب و ذکر کی تربیت کرتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر ان کے بہت سے مریدوں کو جانتا ہوں جنکے اندر بڑی اصلاحی تبدیلیاں آئیں اور وہ تزکیہ نفس سے ہمکنار ہوئے ہیں۔

(ماخوذ از کتاب قائد تحریک نظام مصطفیٰ مرتبہ جاوید اقبال فاروقی و ملک محبوب الرسول قادری)

ہائے او موت تجھے موت ہی آئی ہوتی

انا للہ وانا الیہ راجعون

قائد اہلسنّت حضرت مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی سواد اہلسنّت عظیم رہنما اور جمعیت علماء پاکستان کے باوقار سربراہ، ۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء کو ۱۲ بجے کے قریب، اسلام آباد میں دل کا دورہ پڑنے پر داعی اجل لبیک کہہ گئے۔ حضرت قبلہ نورانی رحمۃ اللہ

Marfat.com
Marfat.com

علیہ اگرچہ آج سے بیس سال قبل دل کے ہاتھوں تنگ آ کر دل کا آپریشن کروا چکے تھے مگر اتنے لمبے عرصے میں دل نے انہیں کبھی تنگ نہیں کیا نہ ان کی دل کی دھڑکن نے انہیں کبھی موت کی وادی کی دعوت دی تھی۔ وہ سابقہ کئی سالوں سے عالمی، ملکی، سیاسی اور دینی معرکوں کو بھرپور قیادت کرتے رہے ہیں۔ وہ صبح شام سفر کرتے۔ جلسوں میں جاتے۔ رات ڈھلے آرام نصیب ہوتا۔ چند لمحوں بعد نماز تہجد کیلئے بارگاہ رب العزت میں کھڑے ہو جاتے۔ دن کے وقت سیاسی امور پر تبادلہ خیالات کرتے، امریکہ نواز حکومت کے اقتدار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے تھے۔ وہ ایک راسخ العقیدہ جرأت مند سنی عالم دین تھے۔ ساری زندگی اپنے اصولوں پر قائم و دائم رہے۔ انہوں نے بگانوں کے زخم سہے اپنوں کے پتھر کھائے۔ مگر پیشانی پر کبھی بل نہ آنے دیا۔

اپنے بھی خفا مجھ سے بیگانے بھی نہ خوش میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

موت سے کس کو رستگاری ہے...... اس کے سنگین ہاتھون سے کون بچا ہے

......مگر نورانی صاحب کی موت کا سنا تو بے اختیار منہ سے نکلا۔

ہائے او موت تجھے موت ہی آئی ہوتی

اس موت نے ہمارا اتنا قیمتی انسان ہم سے چھین لیا۔ ہمارا اتنا عظیم راہنما ہم سے جدا کر دیا۔ ہمارا اتنا بلند خیال لیڈر موت کی وادی میں پہنچا دیا۔ ہمیں ایک عظیم الشان بلند کردار لیڈر سے محروم کر دیا گیا۔

شیخ سعدی شیرازی کا ایک شعر یاد آتا ہے۔

فرشتۂ کہ موکل است بر خزانہ باد چہ غم کند کہ بشکند چراغ بیوہ زنے

موت کے طوفانوں والے فرشتہ کو کیا پرواہ کہ وہ ایک پھونک سے ”ایک بیوہ عورت“ کی جھونپڑی کا چراغ گل کر رہا ہے۔ آج پاکستان کے سواد اعظم سنی ایک ”بے بس بیوہ عورت“ کی طرح بے سہارا ہو گئے ہیں۔

ماہنامہ جہان رضا لاہور، دسمبر 2003

Marfat.com
Marfat.com

حضرت پیر سیّد محمد امیر شاہ گیلانی

سجادہ نشین شاہ محمد غوث کی رحلت پر تعزیتی خط

حضرت صاحبزادہ سید نورالحسنین سلطان آغا گیلانی القادری زید مجدہٗ

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فخر اہلسنّت' راہنمائے اہل محبت حضرت سیدی ومولائی مولانا محمد امیر شاہ القادری الگیلانی کی رحلت کی اندوہناک خبر پہلے احباب سے' پھر ارباب پشاور سے' پھر آپ کے اطلاعی خط سے ملی۔ بے پناہ صدمہ پہنچا' بڑا ملال ہوا' بڑا غم ہوا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضرت پیر طریقت سید محمد امیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے عالم دین' روحانی رہنما اور محقق و مدقق تھے۔ آپ کی رحلت سے ملت اسلامیہ کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں لاکھوں لوگ آپ کی علمی اور روحانی خدمات سے محروم ہوگئے ہیں۔ خصوصاً شمالی پاکستان صوبہ سرحد اور افغانستان میں آپکے علمی انوار کی ضیاء پاشیاں دور دور تک پہنچی تھیں۔ آپ کی بلند پایہ تصانیف و تالیفات نے ایک منفرد مقام حاصل کیا تھا۔ ان کی روحانی تربیت سے سارے پاکستان اور افغانستان میں ہزاروں افراد کو قلبی روشنیاں ملیں۔ اور سلسلۂ قادریہ کی اشاعت میں انہوں نے خصوصی خدمات سرانجام دیں۔ حضرت شاہ محمد غوث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی آثار کو زندہ کرنے میں آپ نے نہایت ہی اہم کردار ادا کیا۔ اور ان کی تصانیف کو نہایت شاندار انداز میں چھپوا کر عوام کی راہنمائی فرمائی۔

دینی اور سیاسی میدان میں آپ نے سارے سرحد میں اہلسنّت کی قیادت کی اور ''نظام مصطفیٰ ﷺ'' کے نفاذ کیلئے میں ان کی جدوجہد مثالی رہی ہے۔ قائد

Marfat.com
Marfat.com

اہلسنّت حضرت مولانا الشاہ احمد نورانی کی رحلت کے بعد آپ کا وجود اہلسنّت کیلئے بڑا سہارا تھا۔ آپ نے ایک طویل عرصہ تک الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں نظام مصطفیٰ ﷺ کیلئے کامیاب کوششیں کی ہیں۔ قدم قدم پر اللہ و رسول کی رضا کو مقدم رکھا مجھے الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی قربت کی سعادت حاصل رہی ہے آپ حضرت کیلئے نہایت وقیع رائے رکھتے تھے اور جب بھی آپ کا تذکرہ فرماتے تو بڑے ادب و احترام سے یاد کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان دونوں رہنماؤں کو علییّن کی بلندیوں میں جگہ دے۔

حضرت ''مولوی جی'' سید محمد امیر شاہ القادری الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ مجھے خصوصی طور پر اپنے دامن شفقت میں جگہ دیتے تھے لاہور آتے تو ملاقات سے سرفراز فرماتے اور میرے مکتبے میں کافی وقت دیتے اپنی تالیفات کی اشاعت کے سلسلہ میں راہنمایانہ ارشادات سے نوازتے لاہور سے واپس جا کر جب اپنے مرکز یکہ توت پشاور میں جاتے تو دوستوں کے ذریعے اپنی خوبصورت کتابوں کے تحائف سے نوازتے اور اپنی دعاؤں میں خصوصی یاد رکھتے۔ آپ نے حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی شرح بخاری کا ترجمہ شائع کیا تو اہل علم نے اسے اپنے دامن میں سمیٹا۔ ''انوار غوثیہ'' ''ترمذی شریف'' شاندار انداز میں شائع ہوئی تو ہمیشہ مجھے اپنی یہ گراں قدر تصانیف کے تحفے عنایت فرماتے۔ آپکی تصانیف میں سے ''تذکرہ علماء و مشائخ سرحد'' ''شرح بخاری'' جب انوار غوثیہ چھپتی تو مجھے نوازتے۔ میں بھی ان کتابوں کی تقسیم و اشاعت کیلئے لاہور میں اپنے مرکز کو استعمال کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ حضرت کو اپنے قرب میں بلند مقامات عطا فرمائے۔ آپ کی قبر کو الروضۃ من روضاۃ الجنۃ بنائے۔ آپ کی مغفرت کیلئے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر شفاعت کا سایۂ رحمت عنایت فرمائے۔

Marfat.com
Marfat.com

میرے قلبی تعلق کی وجہ سے لاہور کے اکثر علماء نے میرے پاس آ کر فاتحہ خوانی کی' اظہار افسوس کیا اور آپ کو ایصال ثواب کرتے رہے۔ میں اپنے غم کو آپ کے غم میں شریک کر کے اپنے دل کو تسلی دے رہا ہوں۔ آپ تمام حضرات بے پناہ صدمے سے دوچار ہوئے ہیں۔ میں آپ کے درد والم میں برابر کا شریک ہوں۔ مجھے اپنے تمام دل فگار عزیزوں کا ہم نوا جانئے آپ کے علاوہ صاحبزادگان شیر آغا (غلام سیدین) سعید آغا' جان آغا' تاج آغا' اسد آغا' نینی آغا' کے علاوہ دوسرے افراد خانہ کے غم والم میں شریک تصور کیجئے۔ آپ کے غم کدہ میں حاجی محمد تنویر احمد صاحب قادری' سید محمد انور شاہ قادری' سید محمد یاسر بخاری اور دوسرے احباب جو موجود ہوں سب کو میری طرف سے اظہار غم کریں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو صبر جمیل سے نوازے۔

(ماہنامہ جہان رضا لاہور)

Marfat.com
Marfat.com

وارثانِ محراب و منبر کی نذر

پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے ایک استاد ''مولانا عبدالعزیز میمنی'' اہل علم و دانش کا مرجع تھے۔ وہ عالم دین تو نہ تھے مگر عربی کے زبردست ماہر تھے۔ انہیں عربی زبان پر اس قدر عبور تھا کہ وہ عربی کے الفاظ کی تخلیق' ابتداء' مختلف ادوار میں ان کے استعمال' جاہلی عرب میں ان الفاظ کی اہمیت' پھر انہیں اسلام کی روشنیوں میں ان الفاظ کے مقام و استعمال کی تاریخ یاد تھی۔ اگرچہ ہم علامہ میمنی کے شاگردوں کی صف میں نہ تھے مگر جب وہ مجلس میں بیٹھے عربی الفاظ کی تاریخ بیان کرتے تو ہم ان کے دستر خوان علم و ادب سے اپنا حصہ لیتے اور چند الفاظ دامن ذہن میں سمیٹتے اور گھر آ جاتے۔

ہزاروں عربی الفاظ کی تاریخ میں سے انہوں نے ایک دن لفظ ''محراب'' پر گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ یہ لفظ ''حرب'' (جنگ) سے نکلا ہے۔ عربوں کی جاہلی جنگوں میں میدان جنگ میں ایک مخصوص جگہ متعین ہوتی تھی جہاں سالار جنگ کھڑے ہو کر اپنے سپاہیوں کو ہدایات دیتا' حوصلے بڑھاتا' دشمن کے وار سے بچاتا جنگجو دستوں کو جنگی حکمت عملی سے آگاہ کرتا اور دشمن کو للکارتا۔ قدیم عربوں کے ہاں اس مقام کا نام ''محراب'' تھا یعنی حرب کا مقام اور جنگ کرنے کی جگہ۔ اسلام کی روشنیاں آئیں تو کئی دوسرے الفاظ کی طرح اس لفظ کو بھی میدان جنگ سے اٹھا کر مسجد میں لا رکھا گیا اور مسجد میں ''محراب'' کو مستقل جگہ دے دی گئی۔ پھر اس مقام پر ''سالار جنگ'' کے بجائے ''خطیب مسجد'' یا ''امام مسجد'' کو مقرر کر دیا گیا تا کہ وہ باطل قوتوں اور شیطانی حملوں کے خلاف اپنے سامعین کو آگاہ کرتا رہے' اور جہاد کیلئے قوم کو تیار کرے' دشمن قوتوں سے بچائے۔ اسلام نے اس لفظ اور اس مقام کو اتنی اہمیت دی کہ ہمارے آقائے کریم مسجد نبوی میں اسی مقام پر کھڑے

Marfat.com
Marfat.com

ہوکر اپنے جانباز صحابہ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے آشنا فرماتے۔ سیدنا صدیق اکبر اسی مقام پر کھڑے ہوکر مسلمان لشکروں کی کمان کرتے اور اہل محبت کے اذہان کو سنوارتے۔ اسی مقام کی طرف بڑھتے ہوئے سیدنا عمر فاروق شہید ہوئے اور اسی مقام کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے سیدنا علی المرتضیٰ نے جام شہادت نوش کیا۔

''محراب'' کی اہمیت قرون اولیٰ سے لے کر آج تک مستحکم ہے اور اس کی اہمیت و افادیت امت مسلمہ میں مسلم ہے۔ ہر جمعہ میں ''محراب'' ہی ایک ایسا مقام ہے جہاں ہمارے خطیب کھڑے ہوکر نفس و شیطان کی فریب کاریوں سے عوام کو آگاہ کرتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں پر ہمارے آیمہ مساجد ہر روز اہل ایمان کو اپنے اللہ کے سامنے سربسجود ہونے پر آمادہ کرتے ہیں اور اس فریضہ کی امامت کرتے ہیں۔

یہ آیمہ مساجد اور خطبائے کرام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقرر کردہ ''وارثان محراب و منبر'' ہیں۔ یہ اتنا بڑا کام ہے جس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان آیمہ کرام کی ذمہ داری اتنی اہم اور گرانمایہ ہے کہ وہ اس پر جس قدر ناز کریں کم ہے۔ بحمد للہ یہ مقام علماء کرام و خطباء عظام اور آیمہ مساجد کی عظمت اور احترام کا نشان بن گیا ہے۔

آج پاکستان میں ہی نہیں دنیا بھر میں امت رسول اس مقام محراب کو دنیاوی اور روحانی لشکروں کی قوت کی نگرانی کا مقام جانتی ہے۔ ہم پاکستان کی ہزاروں، لاکھوں مساجد میں کھڑے ان آئمہ کرام کے فرائض اور ذمہ داریوں کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ آج یہ لوگ بے سروسامانی کے باوجود امت کے ان افراد کی راہنمائی اور امامت کرتے ہیں جو مادی طور پر خود تو خوشحال ہیں مگر ان کا ''سپہ سالار'' تہی دست ہے۔ آج کا یہ سپہ سالار اپنے سپاہیوں اور نمازیوں کے رحم

Marfat.com
Marfat.com

وکرم پر ہے۔ وہ اپنے مقتدیوں کے چندوں کے سہارے زندہ ہے۔ وہ اپنی معیشت کے لحاظ سے ان نمازیوں کے ''دست کرم'' کا محتاج ہے جو اس کے حکم پر برائیوں کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں۔ پاکستان میں ایک خوشحال سلطنت قائم ہونے کے باوجود مسجد کے محراب میں کھڑا ہونے والا امام ان مقتدیوں کے چندوں پر انحصار کرتا ہے' جو اس کے مقام سے قطعاً ناآشنا ہیں۔

حکومت پاکستان نے ان مساجد اور ان خانقاہوں کے نظام کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا جہاں ''محراب و منبر کے وارث'' کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ چنانچہ ہزاروں مساجد اور دربار ''محکمہ اوقاف'' کی تحویل میں دے دیئے گئے اور ان مساجد اور خانقاہوں کی لاکھوں کی آمدنی کو قبضہ میں لیکر علمائے کرام کے ''روزینے'' مقرر کر دیئے گئے۔ یہ ''روزینے'' محکمہ اوقاف کے اہلکاروں کے سپرد کر دیئے گئے۔ اب یہ بدقماش اور کرپٹ اہلکاران ''وارثان محراب و منبر'' کو اپنے دفاتر میں چکر لگواتے رہتے ہیں اور تنخواہیں تقسیم کرتے ہیں۔ وہ ان مساجد اور خانقاہوں کی کروڑوں کی آمدنی کو خود کھاتے ہیں' غبن کرتے ہیں' اللے تللوں میں اڑاتے ہیں اور ''وارثان محراب و منبر'' کو ''حقیر گریڈ'' دے کر احسان فرماتے ہیں اب ظاہر ہے کہ محراب و منبر کا مالک جب محکمہ اوقاف کے کلرکوں اور اہلکاروں کے رحم و کرم پر ہوگا تو وہ برائی کی قوتوں کو کیسے للکار سکے گا۔ اقبال سے معذرت کے ساتھ۔

گلا تو گھونٹ دیا ''اہل محکمہ'' نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

محکمہ اوقاف کے ان آئمہ کرام کو ہم ''اوقافی مولوی'' کہتے ہیں۔ یہ علمائے کرام اپنے اظہار خیال میں آزاد نہیں ہیں اور وہ بڑی بڑی مساجد کے ''محراب و منبر'' کے مالک ہوتے ہوئے بھی بے اثر ہیں' بے زبان ہیں' بے کمان ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

وہ نعرہ روح زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

اوقاف کے زیرِ انتظام پاکستان کے دوسرے شہروں کی عظیم الشان مساجد کو چھوڑیئے۔ صرف لاہور کی ان ''تاریخی'' اور ''پُروقار'' مساجد کو دیکھئے جن کے صحنوں میں محکمہ ''اوقاف کے کبوتر'' اڑانے بھرتے ہیں اور آئمہ مساجد رومالوں میں منہ لپیٹے محراب میں کھڑے ہوتے ہیں۔ آج لاہور میں ''اورنگ زیب عالمگیر کی بادشاہی مسجد'' کا وسیع صحن مولانا عبدالقادر آزاد کے دل و دماغ کی طرح ''ویران'' ہے۔ ''نواب وزیر خان'' کی شاندار مسجد کا صحن خوبصورت کبوتروں کی ''بازی گاہ'' بنا ہوا ہے۔ سنہری مسجد کا تو اب کوئی نام تک نہیں لیتا۔ اب تو اس کے خطیب اور امام کے ناموں سے بھی واقفیت نہیں رہی۔ ''مسلم مسجد'' مولانا مسلم مرحوم کے زمانہ میں تحریک پاکستان کا مرکز تھی۔ اب اس کا بلند و بالا مینار مولانا مسلم کی قبر پر کھڑا اہل دل کے کارواں کی راہیں دیکھ رہا ہے۔ داتا گنج بخش کی نو تعمیر اور خوبصورت ماڈرن مسجد نظروں کو لبھاتی ہے۔ یہاں کے خطیب مشہور سنی عالم دین مولانا مقصود احمد صاحب چشتی قادری ہیں۔ وہ صوبائی خطیب بھی ہیں۔ مگر مجال ہے کہ ان کی للکار مسجد کے محراب سے باہر کسی نے سنی ہو۔ جن مساجد میں محکمہ اوقاف کے کلرکوں کا سایہ پڑ جائے' وہ ویران ہو جاتی ہیں یہاں تو محکمہ اوقاف کے افسر آتے ہیں' وزیر آتے ہیں' وزیر اعلیٰ آتے ہیں بلکہ وزیر اعظم آتے ہیں یہ بلائیں اور یہ مسجدیں۔

یہ تو اوقاف کی بڑی مساجد کا حال ہے۔ اب وہ ہزاروں مساجد جہاں محلے کے جاہل دنیادار کمیٹیاں بنا کر اور انہیں اپنے نام پر رجسٹرڈ کرا کر مسلط ہیں' وہاں ''محراب و منبر'' کی آبرو کس طرح برقرار رہ سکتی ہے۔ اللہ کے گھروں کے یہ بااختیار ''جاہل محافظ'' مسجد کے صحن اور غسل خانوں میں تو ''سنگ مرمر'' لگواتے ہیں مگر ''محراب و منبر'' کے محافظ کی جس انداز سے ''حفاظت اور نگہداشت'' کرتے

Marfat.com
Marfat.com

ہیں، اس سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ بایں ہمہ یہ علماء کرام اور آئمہ مساجد ثابت قدمی سے اپنے فرائض سرانجام دیتے جاتے ہیں۔ ''وارثان محراب ومنبر'' سے یہ سلوک آج کی معاشرتی زندگی کا ایک المیہ ہے، جس پر قوم کے حساس افراد کو غور کرنا چاہیے اور آئمہ مساجد کی معاشی مشکلات کا حل نکالنا چاہیے۔

ان لوگوں کے اسی ''حسن سلوک'' سے آئمہ مساجد (الا ماشاءاللہ) اپنی اولاد کو مساجد کی امامت کی تربیت دینے سے پہلوتہی کر رہے ہیں اور دیکھا گیا ہے کہ علماء کی اولاد معاشرے کے ان اندھیروں میں چلی جارہی ہے، جہاں روشنی کی کرنیں نہیں پہنچ پاتیں۔ معیشت کی اس مار نے اب بہت سے آئمہ مساجد کو خوشامدی اور چاپلوس بنادیا ہے۔ وہ اپنی مساجد کے متولیوں یا مساجد کمیٹیوں کے عہدہ داروں کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں تاکہ وہ اپنے محراب ومنبر سے وابستہ رہ سکیں۔ ہمیں اکثر ایسے جاہل منتظمان مساجد کو ملنے کا موقعہ ملا ہے جو علماء دین کو حکم دیتے ہیں کہ آج فلاں موضوع پر خطبہ دینا اور فلاں فلاں مسئلے پر بات نہ کرنا ورنہ.........

ان مشکلات کے باوجود ہم ان آئمہ کرام کے حوصلہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں جو ان حالات میں بھی ''محراب ومنبر'' کی شان کو برقرار رکھتے ہیں۔ ہم ان خطبائے مساجد کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں جو موجودہ سیاسی اور معاشی دباؤ کے باوجود اپنی مساجد کو آباد رکھے ہوئے ہیں۔ ہم ان غریب آئمہ مساجد کی ہمت کی داد دیتے ہیں، جو ''نان جویں'' کھا کر ''قوت حیدری'' کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ہم ان بے سروسامان علماء کی قدر کرتے ہیں جو ان طوفانوں میں بھی اللہ کے گھروں کو روشن رکھے ہوئے ہیں۔

پاکستان اسلامی ملک ہے مگر اس پر حکمرانی کا اختیار ''غیر اسلامی مسلمانوں'' کو ملا ہے۔ آج کے مسلمان معاشرہ میں تمام غیر اسلامی آلائشیں موجود ہیں۔ فرعون کی سی زندگی بسر کرنے والے پاکستانی امراء، آخرت میں حضرت موسیٰ کے ساتھ اٹھنا

Marfat.com
Marfat.com

چاہتے ہیں۔ محمد شاہ رنگیلے کے جانشین' محمد بن قاسم کی سلطنت کے وارث بنے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں آئمہ کرام اپنی مساجد کے ''محراب و منبر'' کو اگر مومنانہ بصیرت سے سنبھالے رکھیں تو یہ عصر حاضر کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔

ہم علماء اہلسنّت سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنی زیر امامت مساجد کو حالات کی ناہمواری کے باوجود ''دارالاشاد'' بنا دیں' ''دارالعلم'' بنا دیں ''دارالقرآن'' بنا دیں'' ''دارالایمان'' بنا دیں۔ ان کی مساجد میں جو آئے' قرآن کا نور' احادیث کا سرور اور فقہ کی بصیرت لے کر جائے۔ ان کی نگاہیں ہر آنے والے نمازی' بلکہ بے نمازی پر بھی ایسی شفقت بن کر پڑیں کہ اسے محسوس ہو کہ وہ اللہ کے گھر میں آیا ہے۔ آج ہمارے کئی سنی علماء کرام (اوقافی علماء سمیت) مساجد کے انتظام و نظام کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ وہ نماز پڑھا کر اپنے مقتدیوں سے پہلے مسجد سے باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ مسجد کے درو دیوار سے ایسے گھبراتے ہیں جیسے امامت کے علاوہ انہیں مسجد سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں نے ایسے ایسے علماء دیکھے ہیں جو نمازیوں کی تعداد سے گھبراتے ہیں' نوجوانوں سے آنکھیں چراتے ہیں۔ پڑھے لکھے لوگوں سے شرماتے ہیں اور کہتے ہیں یہ لوگ ہمارے ''سر کھانے'' آ گئے ہیں۔ ایسے علماء کی مساجد ان کی بے اعتنائی کی تصویریں ہیں۔ ان مساجد کے درو دیوار کی بے پرواہی کی تفسیریں ہیں۔ صفیں بکھری ہوئیں' دیواریں گرد آلود' چھتیں جالوں سے اٹی ہوئی ہیں' دروازے پرانے جلسوں کے پھٹے ہوئے اشتہارات سے لپٹے ہوئے' نمازی بیزار اور مایوسی کا شکار۔

صفیں کج دل پریشان سجدہ بے ذوق
کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

ایک زمانہ تھا کہ جس مسجد میں بلند آواز سے ''درود و سلام'' پڑھا جاتا تھا' ہم جانتے تھے یہ اہلسنّت کی مسجد ہے۔ جس مسجد کی پیشانی پر ''یارسول اللہ'' لکھا ہوتا' ہم

Marfat.com
Marfat.com

جانتے تھے یہ اہلسنّت کی مسجد ہے۔ جس مسجد کی دیوار پر "یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی" لکھا نظر آتا تھا' ہم جانتے تھے کہ یہ اہلسنت کی مسجد ہے۔ زمانہ بدل گیا۔ آج ہم مسجد میں داخل ہو کر دیکھتے ہیں کہ اگر اس کا انتظام درست نہیں تو سمجھ جاتے ہیں یہ "سنی بادشاہوں" کی مسجد ہے۔ اگر صفیں کٹی پھٹی ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ یہ اپنی ہی مسجد ہے۔ اگر دھول اور گرد کی فراوانی ہو تو پتہ چلتا ہے یہ اپنی ہی عبادتگاہ ہے۔ اگر مسجد کے در و دیوار اداس دکھائی دیں تو ہم جان جاتے ہیں کہ یہ مسجد ہماری ہی مرثیہ خوانی کر رہی ہے' مساجد کو صاف ستھرا رکھنے' ان کے انتظامات کو درست چلانے کی اگرچہ آئمہ مساجد کی ذمہ داری نہیں بلکہ مسجد کی انتظامیہ کی ذمہ داری ہے مگر ہمارے "وارثان محراب و منبر" اگر ان معاملات پر توجہ فرمائیں اور اپنے مقتدیوں کو ان معاملات کی طرف لگا دیں تو اللہ کے یہ گھر صاف ستھرے بھی دکھائی دیں گے اور خود امام مسجد کا ایک علمی تشخص بھی قائم ہوگا اور مسجد ایک دینی حلقہ میں تبدیل ہو جائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک عالم دین (امام مسجد) ہی مسجد کی آبادی' خوش انتظامی اور اسے علمی مکتب بنانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ ہمارے اکثر سنی علماء کرام کی بے نیازیوں اور سہل انگاریوں کی وجہ سے ہماری بڑی بڑی مسجدیں ویران ہوتی جا رہی ہیں اور نمازیوں سے خالی نظر آتی ہیں۔ آج

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

دین سے ناآشنا عوام کا ایک طبقہ مسجد سے دور رہتا ہے' علماء سے دور رہتا ہے' دین سے دور رہتا ہے اور آہستہ آہستہ بدعقیدہ "مولویوں" کے جال میں پھنستا چلا جاتا ہے۔ آج وہابی' دیوبندی اور شیعہ' لوگوں کو اپنا ہم نوا بنا کر اپنی مسجدیں اور درس گاہیں آباد کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو سنبھالا دینے کی ضرورت ہے۔ ان پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ انہیں قریب لانے کی ضرورت ہے۔ یہ کام آج کے دور میں مشکل ضرور ہے۔ سنی علماء کرام اس مشکل منزل کی طرف چلنے سے ہچکچاتے

Marfat.com
Marfat.com

ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ''وارثانِ محراب و منبر'' کا آج تک یہی کام رہا ہے۔ آج علماء اہل سنت اور سنی آئمہ مساجد کو چاہیے کہ وہ آگے بڑھیں اور ناآشنا عوام کو ان آلودگیوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں جو دین کے نام پر پھیلائی جا رہی ہیں' وہ اپنی مساجد کے بلند بانگ لاؤڈ اسپیکرز سے ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کی دل نواز صداؤں سے خوش نہ ہو جایا کریں۔ وہ میلاد کے سالانہ اجلاس میں ''وعظ فروشوں'' کی رنگین تقریروں پر مطمئن نہ ہو جایا کریں۔ وہ ہر ماہ ''گیارہویں شریف'' کے ختم پر تبرکات کی تقسیم پر جھپٹتے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر شاد کام نہ ہو لیا کریں بلکہ اپنے ''محراب'' کی آن اور مسجد کی شان کو برقرار رکھنے کیلئے اپنے عوام اور اپنی فوج کو باطل قوتوں کے خلاف صف بندی کرنے کی تربیت دیں۔ ہم دیوبندی اور وہابی مساجد سے اپنی مساجد کا موازنہ نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہی غیر سنی مولویوں کی محبت اور لگن کی تعریف کرتے ہیں۔ ہم تو صرف ''اعلیٰ حضرت'' کے نظریات پر زندگیاں گزارنیوالوں سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے پروقار مقام کو پہچانیں' اپنی مساجد کو ''دارالارشاد'' بنانے کی کوشش کریں اپنے نمازیوں کی طرف خصوصی توجہ دیں۔

پچھلے دنوں ہمارے ایک معاصر عزیز اور مدیر شہیر نے اپنے ماہنامہ ''ضیائے حرم'' میں یہ شاندار تجویز پیش کی تھی کہ اگر ہماری خانقاہوں کے سجادہ نشین پیر زادے اپنی روحانی درگاہوں کو تعلیمی درس گاہوں میں تبدیل کر دیں تو چند سال کے اندر پاکستان میں علمی اور دینی انقلاب برپا ہو جائے گا۔ ہم نے معاصر عزیز کی اس تجویز کو سراہا۔ آج ہم خانقاہوں کی بجائے اپنی مساجد کو درس گاہوں میں تبدیل کرنے کی تیاری کر لیں تو ملک میں ایک عظیم دینی اور علمی انقلاب آ جائے' ہمارے سنی آئمہ کرام اگر اپنے اندر تھوڑی سی تبدیلی لے آئیں تو ہماری مساجد واقعی ''دارالارشاد'' بن جائیں۔ ہم مندرجہ ذیل تجاویز کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے علماء

Marfat.com
Marfat.com

کرام اور خطیبان عصر کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ وہ۔

۱) اپنی مسجد کے در و دیوار پر ایک بار نگاہ ڈالیں کیا وہ صاف و شفاف ہیں؟

۲) آپ اپنی مسجد کی بدنظمی کی اصلاح میں کیا کردار ادا سکتے ہیں؟

۳) اپنی مسجد کے محراب میں بیٹھیں اور مسجد کے معاملات پر ذاتی توجہ دیں۔

۴) ہمارے خطیب حضرات جمعہ کے اوقات کی سختی سے پابندی کریں۔

۵) ہر جمعہ کی تقریر کی تیاری کر کے قوم کو خطاب کریں۔

۶) اپنے موضوع کو سامعین پر واضح کریں پھر اسی موضوع پر دلائل دیتے جائیں اور مقررہ وقت پر اپنی تقریر کو ختم کریں۔

۷) نماز کے بعد صلوٰۃ و سلام کیلئے ان خوش آواز نعت خوانوں کا انتخاب کریں جن کی آواز اور طرز سامعین کی طبیعت پر ناگوار نہ گزرے۔

۸) دین سے ناآشنا نوجوانوں کو قریب لا کر ذہنی تربیت دیں۔

۹) اپنے سالانہ جلسوں اور تقریبات کا بڑے سلیقہ سے اہتمام کریں۔

۱۰) اپنے حلقہ اثر میں دینی قیادت کو بدعقیدہ مولویوں کے حوالے نہ ہونے دیں۔

۱۱) مناظروں کی الجھنوں سے اجتناب کریں۔ سادہ الفاظ میں لوگوں کی راہنمائی فرمائیں۔

ماہنامہ جہان رضا لاہور

☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

ایثار کے پیکر

پاکستان میں خوشحالی کے دور دورے سے ہماری معاشرتی اور معاشی اقدار بدل گئی ہیں۔ ہماری بود و باش سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک غریب ملک کے غریب شہری بھی ماشاء اللہ اپنے شب و روز میں امارت کی جھلکیاں زندگی کے دامن میں سمیٹ کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس معاشرتی تبدیلی میں ہمارے بعض علماء کرام نے بھی ''حجروں'' کو خیر باد کہہ کر کوٹھویں میں رہنا شروع کر دیا ہے۔ پیدل چلنے کی عادت کو چھوڑ کر ائیر کنڈیشنڈ کاروں پر سفر کرتے ہیں۔ ''زکوٰۃ کی تملیک'' اور ''صدقہ کی تحلیل'' نے کئی مفلوک الحال علماء کو زندگی کی نعمتوں سے مالا مال کر دیا ہے۔ ان میں سے اکثر ہمارے ہم درس، ہم سبق، ہم سفر، ہم پیالہ و ہم نوالہ ہی نہیں بلکہ فقر و فاقہ میں شریک زندگی رہے ہیں۔ آج ہم ان ''علمائے کرام'' کو دیکھتے ہیں تو ہمیں ان قناعت پسند علمائے کرام کی یادوں میں اتنی بلندی دکھائی دیتی ہے اور آسمانوں کی بلندیاں ان کے اخلاق و قناعت کی رفعتوں کے سامنے پست نظر آتی ہیں جو ہمارے ماضی کا سرمایہ تھے۔

ان علماء کرام میں سے اگر ایسے علمائے کرام خصوصاً واعظان اہلسنت بھی تھے، جنہیں قارئین کا ایک طبقہ ذاتی طور پر جانتا ہے۔ ہم ان علمائے کرام کو ''فاقہ زدہ'' یا ''غربت و مسکنت کا شکار'' تو نہیں دیکھا مگر ان کی شان قناعت و استغناء دیکھ کر ان کے نام پر سر و جان تعظیماً جھک جاتے ہیں اور حوصلہ بلند ہوتا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ و رسول کی راہوں میں زندگیاں گزار دیں۔ مگر صبر و قناعت کا دامن کبھی اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ جنہوں نے دینی تبلیغ کیلئے دور دراز کے سفر کئے مگر اپنی خودی کو پامال نہیں ہونے دیا۔

انگریز کا زمانہ تھا۔ سفر میں بے پناہ مشکلات تھیں۔ ریاست ''بہاولپور'' کے

Marfat.com
Marfat.com

لق و دق ریگستان پنجاب کے جفاکش آبادکاروں کی محنت سے سرسبز و شاداب ہو رہے تھے۔ ان آبادکاروں کی دلی تمنا ہوتی کہ وہ اپنے علاقے میں ان باکمال خطیبوں کی آواز سنیں، جن کی خوش بیانی سے لاہور کے در و دیوار معمور ہو رہے تھے۔ ہارون آباد سے چودہ میل دور ایک جلسہ عام ہونا قرار پایا۔ مجھے حکم ہوا کہ میں لاہور سے مولانا محمد بخش مسلم بی اے مرحوم کولیکر جلسہ گاہ میں پہنچوں۔ مولانا مسلم مرحوم کا ان دنوں خطابت میں طوطی بولتا تھا۔ وہ اردو، پنجابی اور انگریزی میں یکساں تقریر کرتے۔ جب وہ اپنی تقریر میں فرفر انگریزی کے جملے بولتے تو سامعین ایک نیا لطف حاصل کرتے تھے۔ مولانا مسلم لاہور سے روانہ ہوئے تو انہوں نے ایک زبردست پنجابی شاعر ''عشق لہر'' کو بھی اپنا ہم سفر بنالیا۔ ''عشق لہر'' صرف پنجابی شاعر ہی نہ تھے وہ قومی شاعر بھی تھے۔ وہ تحریک پاکستان کے دوران سارے پنجاب کے دیہات میں مسلم لیگ کی ہمنوائی میں پاکستان کے حق میں نظمیں سناتے رہے تھے۔

ہارون آباد جانے کیلئے صرف ایک راستہ تھا۔ پہلے ریل گاڑی پر سوار ہوکر قصور پھر فیروز پور وہاں سے گاڑی تبدیل کر کے بہاول نگر اور وہاں سے گاڑی بدل کر ہارون آباد۔ اس طرح ہمارا قافلہ پورے بیس گھنٹوں میں لاہور سے ہارون آباد پہنچا۔ گاڑی لیٹ ہونے کی وجہ سے واحد بس جو ہارون آباد سے چشتیاں کے ریتیلے صحرا کو چیرتی ہوئی جاتی تھی، ہمارے جانے سے پہلے نکل چکی تھی۔ اب ہم تھے اور چودہ میل کا سفر تھا اور سامنے ریت کے پھیلے ہوئے ٹیلے تھے میں نے بے بسی کے عالم میں ان نازک مزاج شہری مہمان علماء کے چہروں پر نگاہ ڈالی تو نظریں جھک گئیں۔ مولانا مسلم مرحوم نے للکار کر کہا ''قدم بڑھاؤ ساتھیو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

ہم چل پڑے، ریت کے ٹیلے ہمارے علماء کرام کے پاؤں کے نیچے ریشم و کمخواب بن کر بچھے جا رہے تھے۔ وہ نازک قدم جو لاہور کے باغوں میں چلتے بھی

Marfat.com
Marfat.com

شرماتے تھے' ریت کو روندتے ہوئے سفر پر رواں دواں تھے۔ رات کے سائے گہرے ہوئے جا رہے تھے۔ ہم جلسہ گاہ کے قریب پہنچے تو عشاء کی اذانیں بلند ہو رہی تھیں۔ ہمارے آنے کی خبر سنی تو ہماری راہ میں انتظار کی آنکھیں بچھانے والوں کے چہرے خوشی سے دمکنے لگے۔

علماء اہلسنّت سے سٹیج درخشاں تھے۔ حد نگاہ تک سامعین کا مجمع پھیلا ہوا تھا۔ ''عشق لہر'' نے اپنی پنجابی نظموں سے مجمع میں ''لہر بحر'' کر دی۔ مولانا مسلم مرحوم اٹھے تو اپنی خوش آوازی اور روانی سے دلوں کو گرماتے گئے۔ مگر مولانا مسلم مرحوم نے اہل محبت کو خوش کر دیا۔ دوسرے دن آرام کیا۔ تیسرے دن گاڑی پر بٹھانے کیلئے پچاس آدمی آئے مگر منتظمین نے مولانا مسلم مرحوم کے کان میں کہا ''اللہ حافظ جزاک اللہ''

اتنے لمبے سفر کی تکلیف اور پھر شاندار تقریروں کے باوجود لوگوں نے صرف ''جزاک اللہ'' پر ٹال دیا تھا۔ میرے دل میں ملال تھا مگر راستے میں ''مولانا مسلم'' مرحوم اور ''عشق لہر'' نے خوش ہو کر کہا الحمدللہ ہمیں بہت کچھ مل گیا ہے۔ ہم نے اس صحرا میں اپنے رسول کا پیغام پہنچا کر ہزاروں دلوں کو زندہ کر دیا ہے۔ کیا یہ ''صلہ'' کسی چیز سے کم ہے۔

مولانا غلام محمد ترنم مرحوم بڑے قادر الکلام مقرر تھے۔ جب تقریر کرتے' مجمع پر چھا جاتے۔ امرتسر سے آئے تو لاہور کے اہل ذوق کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ لوگوں کو مخاطب کرتے تو کسی کو ہلنے کا یارہ نہ ہوتا۔ تقریر کیا ہوتی' ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا امنڈتا سنائی دیتا۔ ''شاہدرہ ٹاؤن'' والوں نے ایک رات جلسہ پر بلالیا۔ رات ایک بجے رخصت کیا تو ہر ایک میزبان اس غلط فہمی سے ہاتھ چوم چوم کر الوداع کہتا جاتا کہ شاید دوسرے نے خدمت کر دی ہے۔ مولانا ترنم کے پاس واپسی کیلئے تانگے کا کرایہ بھی نہیں تھا۔ ان دنوں رات کو شاہدرہ سے تانگے پر لاہور آنا گوارا بھی نہ

Marfat.com
Marfat.com

کرتے تھے۔ مولانا تن تنہا پیدل روانہ ہوئے۔ دریائے راوی کے پل پر کسی واقف کار نے دیکھا کہ ترنم صاحب اپنا ایک چپل ہاتھ میں اٹھائے جس کا تسمہ ٹوٹ گیا تھا پیدل چلے آ رہے ہیں۔ واقف کار نے کہا ''حضرت یہ کیا؟'' فرمایا ''چپ رہو مسلمانوں کا ''مولوی'' ہوں۔ اگر عیسائیوں کو پتہ چل گیا کہ مسلمانوں کا مولوی یوں گھر آتا ہے تو آئندہ میری تقریر کوئی نہیں سنے گا۔ آج ہی میری تقریر سن کر پندرہ عیسائی میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں۔

خطیب پاکستان مولانا غلام دین (انجن شیڈ لاہور) بڑے خوش آواز اور خوش بیان خطیب تھے۔ تقریر کرتے تو سامعین جم جاتے۔ بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے' دل دھڑکنے لگتے اور جس درد سے واقعات سناتے' دل کرتا سناتے جائیں' آپ انجن شیڈ کی مسجد کے سامنے کھلے میدان میں تقریر کرتے تو دور دور تک لوگ نظر آتے۔ ریلوے کے چند ملازمین ''شاد باغ لاہور'' میں جو ان دنوں شہر کے شمالی کنارے پر واقع تھا' رہتے تھے۔ از رہ محبت و عقیدت مولانا کو تقریر کیلئے لے گئے۔ رات کا وقت' مصری شاہ' وسن پورہ' تاج پورہ حتیٰ کہ لاہور شہر کے لوگ جوق در جوق جلسہ گاہ میں پہنچے۔ بڑا بھرپور مجمع تھا۔ مولانا نے تین گھنٹے تقریر کی۔ مجال ہے کوئی اٹھ کر جائے۔ جلسہ ختم ہوا۔ رات ڈھلتی جا رہی تھی۔ جلسہ گاہ خالی ہو گیا۔ میں نے دیکھا حضرت مولانا غلام دین مرحوم تن تنہا مسجد میں بیٹھے ہیں اور چاروں طرف دیکھ رہے ہیں' میں حاضر ہوا اور پانی پیش کرنیکی اجازت طلب کی۔ فرمانے لگے ''میرے میزبان شربت لا رہے ہوں گے'' آدھ گھنٹہ گزر گیا کوئی میزبان ادھر آیا نہ شربت لایا۔ مولانا نے مسجد کی ٹونٹیوں سے پانی پیا۔ میں نے پوچھا اس رات گئے سواری کا انتظام کرنے گئے ہوں گے آدھ گھنٹہ گزر گیا مگر نہ کوئی سواری آئی نہ ''فلاں صاحب'' لوٹے۔ میں نے ان لوگوں کے گھروں کے دروازے کھٹکھٹائے۔ ہر شخص دوسرے کا نام لے کر اندر جا کر سو جاتا۔ صورتحال

Marfat.com
Marfat.com

سے مولانا کو آگاہ کیا اور ساتھ ہی عرض کیا میرا گھر قریب ہے۔ آج رات میرے گھر آرام فرمالیں۔ صبح سواری نہیں سواریاں مل جائیں گی۔ فرمانے لگے میں گھر کہہ آیا تھا کہ رات واپس آجاؤں گا۔ آؤ تاج پورہ چلتے ہیں تانگہ مل جائے گا۔ تاج پورہ آئے کوئی تانگہ نہ ملا۔ اب وسن پورہ کو جا رہے تھے۔ وسن پورہ سے چل کر کاچھو پورہ آئے، کوئی تانگہ نہ ملا۔ وہاں سے ہم دونوں نے ریلوے مال گودام کا رخ کیا۔ میں مولانا کو تسلی دیتا جاتا اور یہ شعر سناتا جاتا۔

کس بے وفا کا شہر ہے اور ہم ہیں دوستو
اس شب کا پچھلا پہر ہے اور ہم ہیں دوستو

ریلوے مال گودام چمڑہ منڈی سے ایک تانگہ ملا۔ مولانا تانگے پر سوار ہوئے۔ میں پیدل واپس ہوا تو رات کی خاموشی میں مولانا کے تانگے کے گھوڑے کی سموں کی آواز سنتا تو مجھے ''کربلا والوں'' کے گھوڑے یاد آتے بایں بے نیازی و بے اعتنائی۔ مجال ہے مولانا کی زبان پر کبھی شکوہ آیا ہو

مجھے موچی دروازہ کا وہ جلسہ تو اب تک یاد ہے جس میں آج سے کئی سال قبل حضرت مولانا الشاہ احمد نورانی اور حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کو خصوصی طور پر کراچی سے تقریر کرنے کیلئے بلایا گیا تھا۔ جلسہ بڑا کامیاب رہا۔ موچی دروازہ کا باغ، بے پناہ مجمع اور شعلہ بار تقریریں، جلسہ ختم ہوا تو کراچی کے یہ دونوں ''مہمانان گرامی'' غالباً اندھیرے میں کھو گئے اور ''میزبان مقامی'' اس غلط فہمی سے اپنے مہمانوں کو فراموش کر گئے کہ شاید فلاں میزبان اپنی کار پر بٹھا کر گھر لے گیا ہوگا۔ سارا مجمع بکھر گیا۔ ہر شخص تقریروں کے نشے میں سرشار اپنے اپنے گھر روانہ ہوا۔ بعض سامعین کاروں پر سوار رواں دواں۔ حتیٰ کہ پولیس والے بھی تھکے ماندے اپنے اپنے تھانوں کی طرف جانے لگے۔

فیصل آباد سے ایک عقیدت کا مارا مولوی رشید احمد نوری ان دو شعلہ بار

Marfat.com
Marfat.com

مقررین کے ساتھ ''برکت علی اسلامیہ ہال'' کے فٹ پاتھ پر کھڑا ہر تانگے والے کو روکتا مگر اس اندھیری رات کے پچھلے پہر کوئی نہ رکتا۔ اب ''تینوں درویش'' پیدل موچی دروازے سے ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ نماز فجر ایک پھٹے پر ادا کی اور کراچی جانیوالی پہلی گاڑی پر الوداع کہتے ہوئے روانہ ہوئے تاکہ کوئی ''لاہوری میزبان'' دیکھ نہ لے۔ مجھے کئی سال علامہ ازہری مرحوم سے ملاقات رہی۔ عرصہ تک الشاہ احمد نورانی صدیقی صدر جمعیۃ علمائے پاکستان سے نیازی مندی رہی۔ مجال ہے ان بزرگوں نے لاہور کے میزبانوں کی بے اعتنائیوں اور موچی دروازے سے ریلوے اسٹیشن تک ''اندھیرے سفر'' کا کبھی تذکرہ نوک زبان پر رکھا ہو۔ کتنا ظرف تھا ان لوگوں کا۔

یہ تھے سنی علماء کرام جو اپنے عوام کے ''حسن سلوک'' پر کبھی شکوہ بہ لب نہیں ہوتے تھے۔

۱۹۵۵ء میں لاہور شہر کے چند سنی خطیبوں نے ایک انجمن بنائی اور اعلان کیا کہ ہر مقرر ''مفت'' تقریر کیا کرے گا۔ نہ خدمت' نہ وظیفہ' نہ نذرانہ' نہ تبرک' نہ کھانا' نہ کرایہ' اللہ اللہ علماء کرام اور یہ قربانیاں اس ''انجمن مفت خطابی'' میں نوجوان علماء اہلسنّت شامل تھے۔ جناب مولانا حافظ محمد عالم صاحب (جو بعد میں شیخ القرآن کے لقب سے سیالکوٹ میں دینی شہرت کے مالک بنے) زینت القراء قاری غلام رسول (جو اپنی خوش الحانی کی وجہ سے پوری دنیا میں معروف ہوئے) حضرت مولانا الٰہی بخش صاحب (جو مستقبل میں ایک زبردست مناظر اور مقرر کی حیثیت سے ابھرے اور ''ضیائی نسبت'' سے پیر طریقت کی حیثیت سے معروف ہوئے) راقم الحروف (جو اپنی زندگی کی کامیابیوں میں ''سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر'' کی عنایتوں سے نوازا گیا) مولانا محمد یوسف صاحب جوشیلا (جو بعد میں ایک مجذوب پیر طریقت کی حیثیت سے اہل دل کے قافلے تیار کرتے رہے) اس

Marfat.com
Marfat.com

انجمن میں شامل تھے۔ اپنی سائیکلیں' اپنا کھانا' اپنی تقریریں' اپنا بیان لاہور کے لوگوں نے ان مقرر حضرات کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔ مختلف علاقوں کی دینی انجمنیں وقت لیتیں' اشتہار چھپواتیں' اعلان کرتیں' اسٹیج سجاتیں' سپیکرز نصب کرتیں اور یہ نوجوان مقرر تقریریں کرتے اور رات کے پچھلے پہر جلسے ختم ہوتے تو اپنی اپنی سائیکلوں پر اپنے گھروں میں جا پہنچتے۔ ان علماء کرام کا یہ انداز اہل لاہور کو اتنا پسند آیا کہ شہر کے کسی نہ کسی علاقہ میں ہر رات جلسہ ہوتا اور یہ نوجوان علماء اپنے اپنے انداز میں تقریریں کرتے۔ قاری غلام رسول صاحب قرآن پڑھتے تو یوں محسوس ہوتا کہ دلوں پر قرآن نازل ہو رہا ہے۔ دل دھل جاتے' ذہن سکون حاصل کرتے۔ راستہ چلتے لوگ رک جاتے۔ ان دنوں کشمیری بازار لاہور میں نوجوانوں نے ایک مجلس ''اصلاح المسلمین'' کے نام سے بنائی۔ یہ لوگ قد آدم رنگین اشتہارات چھپواتے' لاہور کے بازاروں میں لگاتے' شاندار اسٹیج سجاتے اور مجھے یاد ہے کہ ہم سٹیج کے مالک ہوتے اور یہ لوگ جلسہ گاہ کے چاروں طرف ہاتھ باندھے کھڑے رہتے۔ کبھی کبھی ان نوجوان مقررین کی اسٹیج پر صدارت کیلئے حضرت مولانا ابوالحسنات خطیب جامع مسجد وزیر خان' مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی بھی تشریف لاتے۔ جلسہ ختم ہوتا تو ہماری سائیکلوں کی گھنٹیاں بجتیں اور ہم رات کے اندھیروں کو چیرتے ہوئے اپنے اپنے ''غریب خانوں'' میں پہنچ جاتے۔

کہ آقا تیری خاطر شہر کے کوچے سجائے ہیں

تقریر کے بعد نذرانہ وصول کرنا ایک روایت ہے اور اس میں ایک ''مزہ'' بھی ہے مگر تقریر کرنے کے بعد نذرانہ' کرایہ اور پیسے نہ لینے میں جو ''سرور'' ہے اسے میں اب تک نہیں بھول سکا۔ میرا دل اس ''نشہ'' سے ابھی تک سرشار ہے۔

ماہنامہ جہان رضا لاہور

☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

یادوں کے جھروکے سے

مولانا کوثر نیازی

مولانا کوثر نیازی عالم دین، معلم علوم دینیہ اور فاضل درس نظامی تو نہیں تھے۔ مگر دانشور تھے، صحافی تھے، صاحب قلم تھے، خطیب تھے، ادیب تھے پھر سیاسی میدانوں کے شاہسوار تھے۔ وہ وزیر بنے مشیر بنے۔ زندگی کے آخری سالوں میں امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل کے ترجمان بن کر برصغیر پاک و ہند میں ''نغمات رضا'' کی ''صدائے دلستاں'' بن گئے۔

ہم انکے حلقہ احباب میں اس وقت داخل ہوئے جب ان کا نام ''حیات محمد خاں'' تھا۔ اور میانوالی کی خشک وادی سے نکل کر لاہور آئے تو ''کوثر نیازی'' بن گئے۔ لاہور کی علمی زندگی میں داخل ہوئے۔ ہم ان دنوں کی بات کر رہے ہیں جب وہ شام نگر چوبرجی لاہور کے ایک چھوٹے سے مکان میں رہتے تھے۔ اور شاہ عالمی بازار کی لال مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے ''ماڈرن خطاب'' کیا کرتے تھے۔ بشیر حسین ناظم، مولانا محمد بخش مسلم مرحوم اور قاری محمد عطاء اللہ کے ساتھ ہم کبھی کبھی ان کے حجرے میں چلے جاتے۔ ہم نے ان کو مقطوع اللحیہ تو نہیں دیکھا البتہ وہ مقصور اللحیہ تھے۔ ان دنوں ہم خود بھی مقصور اللحیہ تھے۔ بشیر حسین ناظم مفقود اللحیہ تھے۔ قاری عطاء اللہ محروم اللحیہ تھے۔ مولانا محمد بخش مسلم خطیب ہونے کے باوجود ان دنوں مقصور اللحیہ تھے۔ ہم سب سرکاری ملازم تھے۔ مولانا مسلم محکمہ امداد باہمی، بشیر حسین ناظم آڈٹ اینڈ اکاؤنٹ اور ہم محکمہ صنعت میں انسپکٹر تھے۔ ہم سب مل کر مولانا کوثر نیازی کے پاس جاتے اور ان کے حجرے میں چائے کا دور چلتا۔

مولانا کوثر نیازی ان دنوں جماعت اسلامی کی ''بلبل ہزار داستان'' تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

مولانا کوثر نیازی، مودودی کی مجالس کے ''امیر خسرو'' تھے اور بقول شورش کاشمیری میخانہ جماعت اسلامی کے ''مغنچہ'' تھے۔ جماعت اسلامی سے دوری کے باوجود ہم لوگ مولانا کوثر نیازی کو پسند کرتے تھے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب امریکہ کی ایک یہودی خاتون ''مریم'' دامن اسلام میں آ کر مولانا مودودی کے گھر ذیلدار پارک اچھرہ میں قیام پذیر تھی اور دینی تربیت پا رہی تھی۔ مولانا کوثر نیازی اس جواں سال خاتون سے بڑے متاثر تھے۔ وہ ہر روز دیسی مرغی کے پانچ انڈے ابالتے اور سائیکل پر سوار ہو کر شام نگر سے اچھرے جاتے اور نو مسلم خاتون کو پیش کرتے کچھ عرصہ کے بعد ہم نے محسوس کیا کہ مولانا ہمیں تو خالی چائے کی پیالی پلاتے ہیں اور مریم کو دیسی مرغی کے ابلے ہوئے انڈے کھلاتے ہیں۔ اگرچہ ان کا یہ فعل برا نہیں تھا۔ مگر ہمیں ''احساس محرومی'' اندر سے کاٹتا تھا۔ بشیر حسین ناظم نے ایک دن مولانا مسلم کو مولانا کوثر نیازی کی اس ''حرکت'' سے آگاہ کیا۔ ہم نے بھی ''اپنے احساس محرومی'' کا رونا رویا۔ دوسرے دن محفل جمی تو مولانا مسلم فرمانے لگے۔ ''او کوثر''؟ تیری یہ حرکت کہ مریم کیلئے پانچ پانچ انڈے اور ہمیں خالی چائے'' مولانا کوثر نیازی فرمانے لگے حضرت وہ نو مسلم ہے میں تو یہ خدمت ''تالیف القلوب'' کیلئے کرتا ہوں۔ مسلم صاحب فرمانے لگے وہ تو کل کی مسلمان ہے ہم تو صدیوں سے مسلمان چلے آرہے ہیں مجلس کشتِ زعفران بن گئی۔ ہم سب نے مسلم صاحب کے ''جواب کو باصواب'' قرار دیا۔ اس کے بعد مولانا کوثر نیازی نے زندگی بھر ہمیں کبھی خالی چائے نہیں پلائی۔

حزب الاحناف کے سالانہ جلسے

غالباً ۱۹۳۹ء کی بات ہے۔ ہم ابھی دس بارہ سال کے طالبعلم تھے۔ مسجد وزیر خاں میں انجمن حزب الاحناف کا سالانہ جلسہ ہوتا تھا، جلسہ تین دن رہتا، اس جلسے کا انتظام واہتمام علامہ سید ابوالبرکات سید احمد قادری کرتے تھے۔ بریلی

Marfat.com
Marfat.com

شریف، مراد آباد، پیلی بھیت، بمبئی اور آگرہ سے علماء اہلسنت کے قافلے آتے اور علامہ ابوالبرکات انکے استقبال کیلئے علماء لاہور کا ایک وفد سجا کر ریلوے اسٹیشن پر حاضر ہوتے۔ علماء کرام کے جب یہ قافلے ریلوے اسٹیشن سے چلتے تو نولکھا بازار لنڈا بازار اور دہلی دروازے کے دکاندار دکانوں سے باہر نکل کر نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت بلند کرتے۔

وزیر خاں کی مسجد میں جلسہ گاہ بڑی شان سے سجائی جاتی، سامعین و حاضرین کیلئے آرام دہ فرش بچھائے جاتے۔ سٹیج پر ساٹھ ستر علماء کرام کی نشستیں لگتیں۔ یہ محدث کچھوچھوی تشریف فرما ہیں، یہ صدرالافاضل جلوہ فرما ہیں، یہ صدرالشریعہ جلوہ آرا ہیں، یہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خاں ہیں، یہ شیر بیشہ اہلسنت مولانا حشمت علی ہیں۔ یہ وصی احمد سورتی کے بیٹے بیٹھے ہیں۔ یہ محدث لائلپوری مولانا سردار احمد ہیں۔ یہ اشرفی میاں ہیں، یہ کچھوچھ سے تشریف لائے ہیں، یہ گڑھی اختیار خاں سے حضرت خواجہ محمد یار فریدی ہیں۔ یہ جھنگ سے مولانا قطب الدین جھنگوی ہیں، یہ گجرات سے پیرولایت شاہ ہیں۔ کس کس کا نام لیں اور کن کن کا ذکر کریں۔

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

یہ آسمان سنیت کے آفتاب و ماہتاب تھے جو وزیر خاں کی مسجد میں عقائد اہلسنّت کے مختلف موضوعات پر تقاریر کرتے تھے۔ ادھر سامعین تھے۔ جو پنجاب کے مختلف شہروں سے کھچے چلے آتے۔ مسجد وزیر خاں کا صحن کچھا کچھ بھرا ہوتا۔ پنجاب، سندھ، بلوچستان، اور سرحد کے مختلف علاقوں سے لوگ جوق در جوق آتے۔

اگرچہ طالبعلم تھے۔ لیکن ہماری دلی خواہش ہوتی کہ علماء کرام کی قربت ہمیں نصیب ہو۔ ان کے پہلو میں بیٹھیں۔ ایک تو اسٹیج پر کھڑے ہو کر جلسہ گاہ کا نظارہ کریں گے دوسرے ان بلند پایہ علماء کے دامن کے سائے میں جگہ مل جائے گی۔ مگر ہمیں کون سٹیج پر جانے دیتا۔

Marfat.com
Marfat.com

کوئی کیا پوچھے تیری بات رضا

خیر ہم نئے کپڑے پہن کر پانی کا جگ اٹھائے اسٹیج پر جا پہنچتے۔ جہاں ساٹھ علماء کرام جلوہ فرما ہیں۔ کسی کے سامنے پانی کا گلاس پیش کیا۔ کسی کے سامنے پاندان رکھا۔ کسی کے سامنے اُگالدان رکھا۔ کسی کا رومال گر پڑتا تو اٹھا کر پکڑاتے۔ کسی کے پاؤں پر پھولوں کی پتیاں گری ہوئی نظر آتیں تو انہیں اٹھاتے۔ کسی کا رقعہ سٹیج سیکرٹری تک پہنچاتے ہماری یہ غلامانہ ادائیں دیکھ کر ہمیں اسٹیج سے کوئی نہ ہٹاتا حتیٰ کہ جب غیر حاضر ہوتے تو علامہ ابوالبرکات آواز دے کر بلا لیتے۔

تیرے کوچے ہر بہانے میرا دن سے رات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا کبھی اس سے بات کرنا

ہم کس کس خطیب کی تقریر کا ذکر کریں، کس کس کے بیان کا تذکرہ کریں کس کس کی شعلہ نوائی کا ذکر کریں۔ کن کن نکات کو سامنے لائیں۔ ہر ایک مقرر آفتاب و ماہتاب کی کرنیں بکھیرتا دکھائی دیتا تھا۔ جب سید پیر ولایت شاہ گجراتی بڑی پرجوش تقریر کیلئے آتے تو میز سے گلدستے ہٹا دیئے جاتے۔ دوسری چیزوں کو اٹھا دیا جاتا۔ ان کی تقریر بڑی پرجوش ہوتی وہ گرجتے اور چمکتے ہوئے مجمعے پر چھا جاتے۔

ایک دن وہ سامعین کے سامنے اسلام کی عظمت پر تقریر کر رہے تھے۔ اور ایک ہندو عورت کے اسلام لانے کا واقعہ سنا رہے تھے جو حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہزاروں بار درود شریف پڑھ کر پہلے زیارت سے مشرف ہوئی۔ پھر اسلام کے دامن میں آ گئی۔ اس مقام پر آ کر شاہ صاحب حضور نبی کریم کی شان پر اظہار خیال فرماتے ہوئے۔ درود شریف کے منکرین پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے اور منکرین شان رسالت کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ تہاڈے کولوں تے کھترانی چنگی نکلی۔ شاہ صاحب کے اس جملے پر سارا مجمع لوٹ پوٹ ہو گیا۔ ہندوستان سے آئے ہوئے علماء کرام پنجابی سے ناآشنا تھے خود علامہ ابوالبرکات نے ایک شخص سے

Marfat.com
Marfat.com

پوچھا شاہ صاحب نے کیا فرمایا کہ سارا مجمع لوٹ پوٹ ہو رہا۔ اس شخص نے عرض کی کہ حضور شاہ صاحب نے تصوف کا ایک ''باریک نکتہ'' بیان فرمایا ہے۔ علامہ ابوالبرکات خوش ہو کر فرمانے لگے۔ ''کیوں نہ ہو آخر سادات کے گھرانے کے عالم دین ہیں''۔

مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں

ابوالنور مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں والے بڑے نامور خطیب' صاحب قلم اور شعروسخن کے مالک ہیں۔ انکی عمر غالباً نوے سال سے کچھ زیادہ ہے۔ حضرت شیخ الحدیث محمد شریف (کوٹلی لوہاراں) کے فرزند ارجمند ہیں۔ دارالعلوم حزب الاحناف کے فارغ التحصیل ہیں۔ وہ صاحب علم وقلم ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ مولانا محمد بشیر کا میدان خطابت میں طوطی بولتا تھا ہر شہر اور ہر قریہ کے لوگ انہیں بلاتے وہ جہاں جاتے مجمع پر چھا جاتے۔ خوش آواز تھے۔ قادرالکلام خطیب تھے ان کا طرز بیان مخصوص تھا دوران تقریر لطائف بیان کرتے۔ وہ خود شاعر ہیں ''حاجی لق لق'' کے مقابلے میں ''حاجی حق حق'' کا تخلص رکھتے ہیں۔ شعر کہتے تھے اور خوب کہتے تھے۔ انہوں نے جوانی میں ماہنامہ ''ماہ طیبہ'' نکالا۔ جو سنی صحافت کا بہترین ترجمان تھا۔ ان دنوں بڑھاپے نے انہیں گوشہ نشین بنا دیا ہے ورنہ وہ اپنے وقت میں زبان وقلم کے ماہر تھے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ جن سے علماء اہلسنّت کو بڑی راہنمائی ملتی ہے۔

انکے ضلع سیالکوٹ کے بہت سے لوگ ریاست بہاولپور میں زمینیں آباد کرنے کیلئے چلے گئے تھے۔ انہوں نے مختلف علاقوں میں مربعے آباد کئے۔ یہ پاکستان سے پہلے کا واقعہ ہے ان سیالکوٹی عقیدتمندوں نے آپ کو ایک جلسے میں بلایا ہارون آباد کے مضافات میں ایک گاؤں میں جلسہ ہوا۔ دور دور سے صحرا نورد لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر آئے۔ مولانا بشیر صاحب تقریر کر رہے ہیں۔ مجمع پر سناٹا

Marfat.com
Marfat.com

طاری ہے۔ حد نگاہ تک لوگوں کا اجتماع ہے ہر ایک کی نگاہ آپ کے چہرے پر لگی ہوئی ہے۔ اور کان آپکی آواز پر لگے ہیں۔ تقریر جوبن پر آئی تو مولانا بشیر صاحب فوراً رک گئے۔ فرمانے لگے میں اپنے سامعین کو رات کا ایک ''حادثہ'' سنانا چاہتا ہوں۔ لوگ گوش برآواز تھے کہ رات کو کیا حادثہ ہو گیا۔ میزبان دم بخود ہے خدا جانے مولانا بشیر صاحب کو کیا حادثہ درپیش آیا۔ مولانا بشیر صاحب بولے۔ میں رات کو سویا ہوا تھا کمرے میں اکیلا ہی تھا۔ آدھی رات کے وقت مجھے رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ آہیں سسکیاں اور چیخیں سنائی دیں۔ میں اٹھا۔ ادھر ادھر نگاہ دوڑائی' کوئی بھی نہیں تھا۔ لالٹین جلائی۔ کوئی چیز نظر نہ آئی۔ میں نے خیال کیا۔ اس گھر میں جنات کا بسیرا ہے۔ میں نے ''اصحاب کہف کا وظیفہ'' پڑھا۔ مگر رونا اور چیخ و پکار بند نہ ہوئی۔ آخر میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنا شروع کیا مگر آوازیں مسلسل آتی رہیں۔ میں نے غور کیا تو جس بستر پہ سویا ہوا تھا۔ اس کی رضائی' تلائی' اور چادریں رو رہی ہیں۔ تکیہ رو رہا ہے۔ کپڑے آہ وزاری کر رہے ہیں۔ یہ ساری چیزیں ریشمی کمخواب اور اعلیٰ سوتی کپڑے کی بنی ہوئی تھیں۔ اور بالکل نئی نکور تھیں۔ میں نے پوچھا تم کیوں رو رہی ہو؟ وہ کہنے لگیں مولوی صاحب ان لوگوں نے پہلی بار ہمیں آپ کے استعمال میں دیا ہے۔ آپ عالم دین ہیں۔ اللہ والے ہیں رسول اللہ کے عاشق ہیں۔ آپ سوئے ہمیں بڑا سکون ملا آپ کے جانے کے بعد یہ لوگ خدا معلوم کن جاہلوں اجڈوں اور جانگلیوں کے حوالے کریں گے۔ جو اپنے ناپاک گھٹنوں اور پاؤں سے ہمیں رگڑ دیں گے۔ ہم تو اس خوف سے رو رہے ہیں کہ کل کیا ہوگا؟

واقعہ بڑا پر لطف تھا لوگ بڑے محظوظ ہو رہے تھے میزبان مجمع میں اٹھا۔ اور کہنے لگا ''مولوی بشیر صاحب یہ سارا بستر آپ کا ہوا۔

Marfat.com
Marfat.com

شیعہ مجتہد علامہ مظفر علی شمسی

موچی دروازے کے باغ میں ایک عظیم الشان جلسہ ہو رہا ہے۔ یہ جلسہ ''اتحاد بین المسلمین'' کے نام سے منعقد ہوا تھا۔ یہ 1962ء کا واقعہ ہے۔ جب بعض ''اتحادی علماء'' نے سنی' شیعہ' دیوبندی' احراری' خاکساری اور جماعت اسلامی کے مقررین کو ایک اسٹیج پر بٹھا دیا گیا۔ ایسی بے معنی کوششیں ہر دور میں ہوتی رہتی ہیں۔ مگر نہ ''اتحاد بین المسلمین'' ہوتا ہے اور نہ ''اتحاد بین العلماء'' ہوتا ہے۔ اس جلسہ میں ہر فرقے کے شعلہ بار مقرر آئے ہوئے تھے ایک شیعہ راہنما علامہ شمسی دھواں دار تقریر کر رہے تھے۔ وہ تقریر کے دوران قیامت کے واقعات بیان کر رہے تھے۔ معاً انہیں میدان کربلا یاد آ گیا تو انہوں نے اپنے خطاب کا رخ موڑ کر دریائے فرات کے کنارے معصومان کربلا پر مظالم کا ذکر شروع کر دیا دس منٹ میں انہوں نے اس دردناک انداز میں مصائب اہلبیت کا تذکرہ کیا کہ مجمعے میں بیٹھے ہوئے بہت سے شیعہ حضرات یا حسین یا حسین کہہ کر رونے لگے اور جلسے میں ایک کہرام مچ گیا۔ اب فاضل مقرر اپنے سابق موضوع پر لوٹنے کی کوشش کرنے لگے۔ مگر انہیں یاد نہ رہا کہ وہ سلسلہ بیان کہاں چھوڑ کر آئے ہیں۔ انہوں نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا میں کہاں تھا؟ کسی نے جواب نہ دیا تو شمسی صاحب نے پرزور الفاظ میں دوبارہ للکارا بتاؤ میں کہاں تھا؟ جب کوئی جواب نہ ملا تو مولانا محمد بخش مسلم مرحوم اسٹیج پر بیٹھے تھے۔ چیخ کر فرمانے لگے۔ آپ جہنم کے کنارے پر تھے۔ شمسی صاحب نے کہا کہ ہاں ہاں میں جہنم کے کنارے پر کھڑا تھا مسلم صاحب نے میرا بازو پکڑ کر کھینچ لیا سارے مجمعے میں ایک خوشگوار قہقہہ بلند ہوا پھر شمسی صاحب دوبارہ گرجے اگر ہم سنی اور شیعہ ایک ہو جائیں ''اتحاد بین المسلمین'' ہو جائے تو ہم جہنم میں گرنے سے بچ جائیں گے۔

Marfat.com
Marfat.com

شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی

مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ عالم' منطقی اور قادر الکلام خطیب تھے وہ مجمعے میں کھڑے ہوتے تو اپنی خوش بیانی اور شیریں زبانی سے مجمع پر چھا جاتے۔ ''دارالعلوم نظامیہ''لوہاری دروازہ لاہور کی دعوت پر ایک عظیم الشان جلسہ میں تقریر کرنے آئے۔ لاہور کے علماء اور اہل علم و فضل بڑی تعداد میں جلسے میں موجود تھے۔مولانا ہزاروی کا خطاب موسلا دھار بارش کی طرح چھایا ہوا تھا۔

آپ نے اپنے خطاب میں لفظ ''تجلیٰ'' بولا۔مجمع میں سے ایک بابا اٹھا بلند آواز سے بولا مولانا لفظ ''تجلّی'' ہے ''تجلیٰ'' نہیں۔مولانا رک گئے کہنے لگے ''بابا تیری'' تجلّی'' اور میرا'' تجلیٰ'' پھر فرمایا فلما تجلیٰ تیری تجلّی اور میرا تجلیٰ۔ پھر بولے۔

تجلیٰ تیری ذات کا سوبسو ہے

لیکن بابا تیری تجلّی اور میرا تجلیٰ۔ پھر فرمایا

اگر یک سرے موئے برتر پرم فروغ تجلیٰ بسوزد پرم

آپ نے سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر ترنم سے پڑھا سارا مجمع جھوم گیا پھر بابے کو کہا بابا تیری تجلّی میرا تجلیٰ ۔وہ دیکھو علامہ اقبال کی روح مکان کی چھت پر کھڑی ہے۔اور کہہ رہی ہے۔

بے تجلیٰ مرد دانا رہ نبرد از لکد کوب خیال خویش مرد

بے تجلیٰ زندگی رنجوری است عقل مہجوری و دین مہجوری است

لیکن تیری تجلّی اور میرا تجلیٰ پھر سنو۔

علامہ اقبال کی روح جاتے جاتے رک گئی۔اور آواز آئی۔

بہ بزم تجلیٰ ہاست بنگر

بابا تیری تجلّی اور میرا تجلیٰ۔مولانا عبدالغفور ہزاروی نے بیس بار تجلیٰ کا لفظ

Marfat.com
Marfat.com

استعمال کیا اور ہر موقع پر آیات احادیث اور اشعار سے دلیلیں لاتے رہے۔ مجمع سرور میں ڈوبا رہا۔ اور ''تجلی والا بابا'' خدا معلوم کدھر چلا گیا۔

مولانا محمد شریف نوری قصوری (مصنف بارہ تقریریں)

مولانا محمد شریف نوری قصوری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے مخلص احباب میں سے تھے۔ حضرت مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ اپنے وقت کے شیریں بیاں مقرر تھے۔ ان کی خوش آوازی دلوں کو سکون بخشتی تھی۔ ان کی دل سوز آواز دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی تھی۔ وہ پاکستان کے دور دراز شہروں اور قصبوں میں بلائے جاتے تھے۔ اور اپنے بیان وکلام سے دلوں کو روشن کرتے جاتے تھے۔ نواب آف کالاباغ ابھی گورنر نہیں بنے تھے انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ مولانا محمد شریف نوری محرم الحرام کے جلسہ میں کالا باغ آئیں اور تقریر کریں۔ نواب آف کالاباغ کے بھائی نواب خاں اور ان کے کزن شیر محمد خان اعوان (مولف ''محاسن کنز الایمان'') لاہور آئے مولانا محمد شریف نوری اور مولانا محمد بخش مسلم مرحوم کو کالا باغ لے گئے۔ دونوں نامور خطیب تھے۔ جلسہ گاہ میں دور دور سے لوگ آئے ہوئے تھے۔ مولانا مسلم مرحوم بتاتے ہیں کہ مولانا نوری نے کربلا کے واقعات کو بڑے پرسوز انداز میں بیان کیا اور مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے فرمایا ''حضرت عباس علمدار میدان کربلا میں نکلے۔ سامنے یزیدی فوج دریائے فرات پر پرے باندھے کھڑی تھی حضرت عباس کے ہاتھ میں ''ذوالفقارِ علی'' تھی۔ ہزاروں یزیدی حضرت عباس پر ٹوٹ پڑے اور آپ کو گھیرے میں لے لیا۔ حضرت عباس نے تلوار کا دایاں ہاتھ مارا دس ہزار یزیدی کٹ گئے۔ بایاں ہاتھ مارا دس ہزار یزیدی واصل جہنم کر دیئے۔ ایک شقی القلب یزیدی نے دور سے ایک ایسا تیر مارا کہ حضرت عباس کی پیشانی سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ پھر نوری صاحب نے زور دے کر کہا۔ لوگو یہ وہ پیشانی تھی جسے شہید کربلا حضرت امام حسین نے چوما

Marfat.com
Marfat.com

تھا۔ یہ وہ پیشانی تھی جسے حضرت زینب نے چوم کر اجازت دی تھی۔ مولانا نوری نے اس یزیدی تیر اور پیشانی سے خون کے فوارے کی بات اس دردناک انداز میں کی کہ مجمعے میں کہرام مچ گیا اور کئی دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ مولانا مسلم کہتے ہیں کہ اسٹیج پر بیٹھے ہوئے ایک شخص نے میرے کان میں کہا یزیدیوں کا بیس ہزار آدمی مار دیا۔ کوئی نہ رویا ایک تیر لگا تو سارا مجمع رونے لگا۔ میں نے کہا چپ رہو یہ بات باہر جا کر کہنا ورنہ مارے جاؤ گے

مولانا نور محمد ایمن آبادی

ایمن آباد کے ایک مولوی نور محمد تھے۔ سنار تھے۔ مگر ان کی آواز میں بڑا درد تھا۔ بڑا سوز تھا۔ وہ لاہور کے بھاٹی دروازہ کے باغ میں مسند وعظ بچھاتے تھے۔ نہایت سریلی آواز میں وعظ کرتے اور شعر سناتے۔ آپ کے مجمع میں عام طور پر لاہور کے گنجان محلوں میں بسنے والی خواتین آتیں۔ اور آپ کا وعظ سنتی۔ ان مستورات کو اجازت تھی کہ وہ مجلس وعظ میں بیٹھی بیٹھی گھر کیلئے سبزی تیار کرتی جائیں۔ سوئیٹر بنتی جائیں۔ جرابیں بناتی جائیں۔ کپڑے سیتی جاتیں۔ حتیٰ کہ اپنے بچوں کو بیٹھے بیٹھے دودھ بھی پلاتی جائیں مگر فاضل مقرر بلاتردد حضرت جابر کے فرزندوں کا واقعہ، ہرنی کا قصہ، حضرت بلال کی کہانی سناتے جاتے۔ مولوی نور محمد ایمن آبادی کی پرسوز تقریریں اپنی جگہ جو بھاٹی دروازے کے باہر ''زنانہ باغ'' میں ہوتی تھیں۔ مگر ایک وقت تھا جب لوہاری دروازے سے لے کر بھاٹی دروازے تک خوبصورت سایہ دار درختوں کے نیچے ایک کھلا باغ تھا۔ اس باغ میں علماء اہلسنّت ہفت روزہ تقریریں کرتے تھے۔ لاہور بھر سے اہل ذوق نہایت شوق سے علماء کرام کی تقریریں سننے کیلئے جمع ہوتے تھے۔ دفتروں کے ملازمین اہتمام سے آ کر تقریریں سنتے تھے۔ ہمیں یاد ہے کہ ان جلسوں میں صاحبزادہ فیض الحسن آلومہاروی کی مترنم تقاریر مولانا محمد عمر اچھروی کی پنجابی تقاریر، مولانا محمد بخش مسلم

Marfat.com
Marfat.com

کی خوش آواز تقاریر، مولانا غلام الدین (انجن شیڈ) کی دلچسپ تقاریر، مولانا عبدالغفور ہزاروی کی دلنواز تقاریر، مولانا عبدالستار خان نیازی کی گرجدار تقاریر، پیر امانت علی شاہ کی مثنوی مولانا روم کے اشعار سے معمور تقاریر، مولانا محمد شریف نوری کی لچھے دار تقاریر، تقاریر بلاتر دو سننے کو ملتی تھیں۔ علماء اہلسنّت کی تقاریر کے بڑے اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ ان اثرات کو محسوس کرتے ہوئے۔ مولانا مودودی نے اپنے تقاریری مراکز کو چھوڑ کر بھاٹی دروازے کے باہر ''جماعت اسلامی'' کا ایک بڑا زبردست اجتماع کیا۔ یہ اجتماع نہایت ہی کامیاب اجتماع تھا۔ ملک کے گوشے گوشے سے ''جماعت اسلامی'' کے کارکن آئے ہوئے تھے مگر حکومت وقت کے کار پردازوں نے اس جلسے کو الٹنے کیلئے بھرپور انداز میں ہلاگلہ کیا۔ جس سے جلسہ درہم برہم ہوگیا اور جماعت اسلامی کے ایک عالم دین اللہ بخش کو جلسہ عام میں قتل کر دیا گیا۔ یہ جلسہ دہشت گردی کی نذر ہوگیا اس کے بعد ان جلسوں کی بساط الٹ گئی۔

آندھیاں غم کی یوں چلیں باغ اجڑ کر رہ گیا

ہم محسوس کرتے ہیں کہ اگر آج بھی ہمارے علماء اہلسنّت، خطیب اور مقرر مل کر اجتماعی طور پر لوگوں کو اپنے خیالات سے آگاہ کرنا چاہیں اور لاہور میں ایک ایسا مرکز بنائیں جہاں لوگ بلا روک ٹوک جمع ہو کر ہمارے سنی علماء کرام کی تقریریں سن سکیں تو رونق گذشتہ آسکتی ہے مگر اب زمانہ قیامت کی چال چل گیا ہے خوش بیاں علماء ''وعظ فروش'' بن گئے ہیں۔ سیلانی علماء کرام، یورپی ممالک اور امریکہ جا کر ''تبلیغ'' کر رہے ہیں کچھ علماء ''سیاسی پارٹیوں'' میں بٹ گئے ہیں کچھ جماعتوں کے ''لیڈر'' بن گئے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کی بات سننے کو تیار نہیں ایک دوسرے کی مرنے جینے کی خبر نہیں۔ ہائے

اہل دل کے کارواں کن وادیوں میں کھو گئے

Marfat.com
Marfat.com

حضرت مفتی محمد حسین نعیمی

حضرت مفتی محمد حسین نعیمی بانی دارالعلوم نعیمیہ بڑے زبردست عالم دین اور محنتی دینی راہنما تھے ہم ان کے نیاز مند تھے وہ تحریک ختم نبوت کے دوران قید بند میں رہے۔ قلعہ لاہور کے عذاب خانوں میں رہے رہا ہوکر آئے تو انہوں نے چوک دالگراں کی مسجد میں ''جامعہ نعیمیہ'' کی بنیاد رکھی مسند تدریس بچھائی طلباء کو دعوت عام دی ساتھ ہی آپ ہر ماہ چوک دلگراں میں ایک جلسہ عام کا اہتمام کرتے تھے اور ملک کے نامور علماء کرام اور مقررین کو بلا کر لوگوں کو تقاریر سناتے تھے ان دنوں چوک دلگراں کھلا تھا ہزاروں لوگ بیٹھ کر تقاریر سن سکتے تھے نہ ٹریفک کا شور نہ تجاوزات کا زور مفتی محمد حسین نعیمی کی خوش انتظامی کا یہ عالم تھا کہ لاہور کے گوشے گوشے سے اہل ذوق علماء کرام کو سننے آتے درالعلوم نعیمیہ کے ایک معاون حاجی نورالدین مرحوم تھے بڑے مخیر، طلباء اور علماء سے محبت کرنے والے تھے ان کا مسجد دالگراں کے پاس ہی برف خانہ تھا ان کی محبت اور خلوص کی پیش نظر مفتی صاحب ہر جلسہ کی کرسی صدارت پر انہی کو بٹھاتے وہ بھی اس منصب پر بجتے ایک رات وہ کرسی صدارت پر براجمان تھے مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ چیف مقرر تھے رات کا وقت تھا حد نگاہ تک مجمع تھا جب تقریر شباب پر آئی تو مولانا ہزاروی نے دیکھا کہ صدر محترم سو رہے ہیں۔

آپ نے کچھ نہ کہا مگر تقریر کے دوران ایک واقعہ سنانے لگے فرمایا میں ہزارے کے پہاڑی علاقہ کا رہنے والا ہوں میرے گاؤں میں ایک چرواہا تھا وادیوں میں اپنی بکریاں چرایا کرتا تھا مگر کئی بار بھیڑیے نکلتے اور اس کی کوئی نہ کوئی بکری اٹھا کر لے جاتے اسے بڑی نظر رکھنی پڑتی تھی اس کا ایک بارہ سالہ بیٹا تھا اس کا نام نورالدین تھا مگر لوگ اسے نورا نورا کہتے تھے اس نے بیٹے کو کہا آج تم بکریاں لے جاؤ مگر خیال رکھنا بھڑیے نہ آجائیں بچہ بکریاں لے گیا وہ چرنے

Marfat.com
Marfat.com

لگیں مگر بچے کو نیند آگئی وہ سو گیا اس کے باپ نے اسے پہاڑی سے دیکھا کہ چرواہا تو سو رہا ہے زور سے آواز دی ''او نوریا'' یہ آواز مولانا ہزاروی نے پوری طاقت سے لگائی۔ جب یہ آواز لاوڈ سپیکر پر گونجی تو صدر محترم حاجی نور الدین جاگ اٹھے مولانا عبدالغفور ہزاروی نے فرمایا حاجی صاحب آپ آرام فرمائیں میں تو اپنے گاؤں کے ''نورے'' کا کہا تھا مجمع لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔

حبیب الرحمٰن لدھیانوی احراری

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ایک احراری مقرر تھے گرج دار آواز، شعلہ بیانی اور ملکی سیاست پر بات کرنے کا ملکہ تھا وہ ہندوؤں کے وظیفہ خور تھے اور نظریہ پاکستان کی مخالفت کرتے تھے اس وجہ سے انہیں ''بوکا'' کہتے تھے دہلی دروازے لاہور کے باغ میں مجلس احرار اسلام کا ایک جلسہ تھا یہ بات پاکستان بننے سے پہلے کی ہے تقریر عروج پر تھی مولانا حبیب الرحمٰن گرج رہے تھے ایک شخص مجمع میں اٹھا اور چلا کر کہنے لگا ''پہلے مجلس احرار تین لاکھ روپے چندے کا حساب دے'' مولانا لدھیانوی رک گئے فرمایا ''ہم احرار ہیں'' .... آزاد لوگ ہیں چندہ لیں گے حساب نہیں دیں گے آپ نے میز پر زوردار مکا مارا سٹیج سے نعرہ تکبیر بلند ہوا پھر بولے ہم مسلمان ہیں حضرت علی کے ماننے والے ہیں ہم ہندو بنیئے نہیں ہیں کہ کوڑی کوڑی کا حساب رکھتے پھریں اسٹیج سے پھر نعرہ تکبیر بلند ہوا مولانا پھر گرج کر بولے ہاں ہاں اگر تم لوگوں نے مجلس احرار سے چندے کا حساب لینا ہے تو پہلے انگریز حکومت سے عالمی جنگ کے اخراجات کا حساب لو پھر مجلس احرار سے بات کرنا اس بات پر پھر نعرہ تکبیر بلند ہوا اور سوال کرنے والا غائب تھا۔

شورش کاشمیری

شورش کاشمیری زبردست مقرر قلم کار اور ملکی مسائل کو زور دار انداز میں

Marfat.com
Marfat.com

بیان کرتے تھے۔ ان کی زبان اور قلم یکساں چلتی تھی اور خوب چلتی تھی۔ ہم لوگ ان کی لچھے دار تقریریں سنتے اور ان کے ہفت روزہ ''چٹان'' کے ''قلم قتلے'' کے کالم کو چٹخارے لے کر پڑھتے تھے اگرچہ وہ احراری تھے۔ احراریوں کے ترجمان تھے اور ہمارے مسلک کے سخت خلاف تھے مگر ان سے جب ملاقات ہوتی تو خندہ پیشانی سے ملتے۔ لطیف گفتگو کرتے اور بعض اوقات عمدہ شعر سنا کر ہمیں خوش کر دیتے۔ وہ اکثر مسلم مسجد لاہور میں نماز جمعہ پڑھتے تھے۔ ایک دن نماز پڑھ کر نکلے۔ مجھے اور بشیر حسین ناظم کو دیکھ کر اپنے پاس بلایا اور فرمانے لگے اگر تم نے ''اسلاف کی نشانی'' دیکھنی ہو تو مولانا عبداللہ درخواستی (دیوبندی) آئے ہوئے ہیں۔ ان کی زیارت کرو۔ ہم نے شورش کو ساتھ لیا اور مسلم مسجد کے نیچے ادویات کی ایک دکان کے تہہ خانے میں چلے گئے۔ وہاں مولانا عبداللہ درخواستی ایک قالین پر چند عقیدت مندوں کے درمیان بیٹھے تھے۔ میں اور شورش تو کھڑے رہے۔ مگر بشیر حسین ناظم نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ مولانا عبداللہ درخواستی کے قدموں میں سر رکھ کر ''سجدہ کناں'' بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔ مولانا درخواستی اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے جاتے جیسے پالتو بلی کے سر پر ہاتھ پھیرا جاتا ہے۔ میں اور شورش کاشمیری کھڑے کھڑے بشیر حسین ناظم کی ''حالت زار'' کو دیکھتے رہے نہ مولانا درخواستی نے اسے اٹھایا نہ کسی مولوی نے اسے سمجھایا کہ ''سجدہ نہ کرو'' ناظم خود ہی اٹھا۔ ٹسوے بہاتا رہا اور اہل مجلس پر اپنا رنگ جماتا رہا۔ مولانا درخواستی نے ہم سب کو دو دو مالٹے دیئے اور کہا کہ یہ ''تبرک ہے'' لے لو پھر ایک ایک تعویذ دیا اور فرمایا کہ یہ تعویذ حضرت امام شافعی کا مجرب تعویذ ہے۔ ہم چند لمحے مجلس میں رہے۔ اجازت لے کر باہر آ گئے۔ باہر سڑک پر آ کر بشیر حسین ناظم نے کہا شورش آپ کے ''اسلاف'' ایسے تھے۔ نہ سجدہ کرنے سے روکتے تھے۔ تبرک دیتے تھے۔ تعویذ بانٹتے تھے۔ شورش کاشمیری نے ناظم کو کہا دفعہ ہو جاؤ ہمارے بزرگوں کے خلاف بکواس نہ کرو۔

تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامۂ سیاہ میں ہے

Marfat.com
Marfat.com

ذخیرہ

طرابلس کی ایک چاندنی رات

لیبیا کے دارالخلافہ ''طرابلس'' میں ''گرین ہاؤس'' کا ایک باغیچہ ہے۔ رات کے بارہ بج گئے ہیں۔ سمندر کی خنک ہوائیں شمیم بہار بن کر دلوں کے غنچوں کو پھول بنا رہی ہیں۔ پاکستان کے چالیس علمائے اہل سنت کی ایک محفل سجی ہوئی ہے۔ اس باغیچے میں آج سے سولہ سال قبل کی یادیں چھن چھن کر قارئین ''جہان رضا'' تک پہنچ رہی ہیں۔ سامنے ایک سماوار رکھا ہوا ہے۔ جس سے دھواں مرغولے بنا بنا کر فضا میں خوشبو بکھیر رہا ہے۔ گرم گرم قہوہ پک رہا ہے۔ بلورین پیالیاں قطار در قطار سجی ہوئی ہیں اور اہل مجلس کے لبوں کو چومنے کے لئے بے تاب ہیں۔

صاحبزادہ سید محمد محفوظ شاہ مشہدی میرِ محفل ہیں۔ یہ منڈی بہاء الدین کے دارالعلوم محمدیہ رضویہ بھکھی شریف، کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ ان کے پہلو میں ڈیرہ غازی خاں کے سردار محمد خاں لغاری جلوہ فرما ہیں۔ فیصل آباد کے صاحبزادہ علامہ محمد سعید اسعد کا خوبصورت چہرہ نمایاں ہے۔ ایک سیٹ پر قاری محمد سلیمان سروبہ اپنی سرو قامتی سے رونق محفل بنے ہوئے ہیں۔ یہ ان نوجوان علماء کرام کی محفل ہے۔ جو قائد اہل سنت الشاہ احمد نورانی کی سیاسی تربیّت کے سلسلے میں لیبیا کے صدر کرنل قذافی کی دعوت پر طرابلس پہنچے تھے۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی علماء کرام کے وفد کے امیر کی حیثیت سے اس محفل شبینہ میں جان محفل دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ساری تقریب کی نگرانی کر رہے ہیں۔ ایک خوش شکل جوان رعنا، رانا محمد ارشد رضوی زینت محفل بنے بیٹھے ہیں۔ اس نوجوان کے ساتھ ایک دُبلا پتلا نوجوان عبدالستار غازی کرسی نشین ہے۔ صدر مجلس نے اشارہ کیا تو عبدالستار غازی اٹھے۔ خوشبودار قہوے کی بلورین پیالیاں بھر بھر کر چھلکتے ہوئے جام کی طرح اہل مجلس کو پلاتے جاتے ہیں۔ وہ ساقیِ محفل بن کر اپنے احباب کی خدمت کر رہے ہیں اور قہوہ کیا ہے۔

لب ریز ہے، لب سوز ہے، لب دوز ہے قہوہ!

Marfat.com
Marfat.com

اہلِ مجلس قہوہ پیتے گئے اور تازہ دم ہوتے گئے۔ قاری سلیمان سرو بہ اٹھے۔ لحنِ داؤدی گونجا۔ ''الرحمٰن علّم القرآن'' کی روح پرور آواز کانوں میں رس گھولنے لگی۔ اہل مجلس کے دل و دماغ تر و تازہ ہو گئے۔ میانوالی کا ایک ابھرتا ہوا نوجوان اٹھا۔ یہ حافظ فدا محمد وقاص تھے بڑی نفیس آواز سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نعت سنانے لگے۔

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے
انہیں کی بو مایۂ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے
وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے، ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل، یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

یہ محفل جس لان میں جمی تھی۔ اس کے اردگرد سرخ گلاب کی کیاریاں کھلکھلا رہی تھیں۔ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو دماغوں کو معطر کر رہی تھی۔ سامعین نے یہ شعر بار بار پڑھنے کو کہا۔ مکرّر مکرّر کی آوازیں بلند ہوئیں ہر ایک نے بھرپور داد دی۔ حافظ فدا محمد وقاص کی آواز دل نواز تھی۔ سریلی تھی اور تلفظ خوبصورت تھا، پھر کلام عاشق رسول اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا تھا۔ ہر شخص جھوم اٹھا۔ طرابلس کی یہ شبینہ محفل سجی تھی ہم اپنے سرکاری معمولات اور سفارتی غلام گردشوں سے نکل کر علماء کی دل جوئی اور وطن عزیز کی یادوں کو رات کے خوبصورت لمحات میں تازہ کر رہے تھے۔

آج ہمیں جب اس محفل کے احباب یاد آتے ہیں تو طرابلس کی رات یاد آتی ہے۔ آپ ایک نگاہ ڈالیں سرگودھا سے ایک نوجوان خالد اقبال مسرت ایڈووکیٹ بیٹھے ہیں۔ کراچی کے علاّمہ ہاشم، حیدرآباد کے عبدالرحمٰن راجپوت، قصور کے ڈاکٹر جاوید، لاہور کے سردار محمد اکرم بٹر، راولپنڈی کے جہانگیر نقشبندی، ڈیرہ غازی خاں کے سردار محمد خاں لغاری جیسے احباب کے درخشندہ چہرے جب یاد آتے ہیں تو دل جھوم اٹھتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

صدر مجلس صاحبزادہ محمد محفوظ مشہدی صاحب ہیں رات کا ایک بج گیا علامہ محمد سعید اسعد صاحب کو اشارہ ملا کہ وہ اس محفل کو اپنی تقریر دل پذیر سے گرمائیں۔اور عرب کی سر زمین میں پاکستانی انداز میں تقریر کریں۔علامہ محمد سعید اسعد کی تقریر نے وہ سماں باندھا جیسے ہم پاکستان کے کسی عظیم الشان جلسے میں بیٹھے ہوں۔اگرچہ اس محفل میں سارے علماء کرام خطیب، ادیب، قاری، قرآء اور نعت خواں تھے لیکن علامہ سعید اسعد کی تقریر سن کر عش عش کر اٹھے۔علامہ محمد سعید اسعد ان دنوں پاکستانی جلسوں میں گرجتے ہیں تو لوگ عش عش کر اٹھتے ہیں مناظروں میں چمکتے ہیں تو فاتح بن کر لوٹتے ہیں۔

مجلس جاری تھی۔رات ڈھلنے لگی تھی۔قہوے کا دوسرا دور چلنے لگا تھا۔سبز الائچیاں خوشبودار لونگ، مصر کی مصری ڈلیاں، عبدالستار خاں غازی، ''مغبچہ'' بن کر ساقی گری کر رہے ہیں۔قاری سلیمان سروبہ دوبارہ اٹھے تین آیات کی تلاوت کی اور بتانے لگے کل ہم آٹھ افراد طرابلس شہر سے پچاس میل دور سمندر کے کنارے پر زیلین میں ایک صحابی رسول عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کو گئے تھے بڑے سبز گنبد کے نیچے حضور کا یہ پیارا صحابی سویا ہوا ہے۔

صحن میں داخل ہوئے تو نذرانہ میں آئے ہوئے افریقی بکرے کھڑے ہیں۔وہ ہمیں دیکھ کر ممیانے لگے۔ہم نے سمجھا کہ ہمیں خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔دہلیز کے پاس ایک سبز رنگ کا صندوق پڑا تھا جس میں نذرانے ڈالے جاتے تھے۔اندر گئے تو قبر مبارک کو سبز سنہری چادریں ڈھانپے ہوئے تھی۔گلاب کے پھول قبر کو روضۃ الجنۃ بنائے ہوئے تھے۔قبر کے ارد گرد کچھ لوگ تلاوت قرآن میں مصروف تھے۔اور کچھ لوگ فاتحہ خوانی اور دعاؤں میں محو تھے۔قاری صاحب نے بتایا کہ لیبیا کے یہ سنی العقیدہ لوگ سعودیوں اور نجدیوں سے کتنے مختلف ہیں۔سعودی اور نجدی زیارت قبور کو بت پرستی کہتے ہیں۔اور انہیں گرانے میں مصروف ہیں مگر یہاں اللہ والوں کی قبریں روحانی انوار بکھیر رہی ہیں۔

محمد سلیمان سروبہ اپنی سفری بات کرتے گئے اور بتاتے گئے کہ خانقاہ کے ساتھ ایک درس گاہ

Marfat.com
Marfat.com

میں جانے کا موقع ملا۔ جہاں کم وبیش ایک سو بچے حفظ قرآن میں مصروف تھے۔ پاکستان کے علماء کرام کے وفد نے ناظم شعبۂ حفظ وقرات سے استدعا کی کہ انہیں ان بچوں سے قرات سنانے کا شرف بخشا جائے۔ شعبۂ حفظ کے بچوں میں لیبیا کے علاوہ صومالیہ، چاڈ، اور وسطی افریقہ کی ریاستوں سے آئے ہوئے بچے موجود تھے۔ ان میں گورے رنگ کے بچے، کالے کلوٹے بچے، سانولے بچے، عربی بچے، افریقی بچے، مصری بچے، تمام کے تمام سفید لباس میں ملبوس تھے۔ وفد کے امیر نے چاڈ کے ایک سیاہ رنگ بچے کو قرآن سنانے کا کہا تو اس نے کھڑے ہو کر اتنے خوبصورت لہجے میں قرآن کی تین آیات سنائیں کہ وفد کا ہر رکن جھوم اٹھا۔ اسی طرح پانچ مختلف رنگت کے بچوں سے قرآن سنا۔ ہر بچہ عربی لہجے میں تلاوت کرتا گیا اور اپنے مہمانوں کو خوش کرتا گیا۔ ان کالے بچوں کے منہ سے نور کی کرنیں نکل رہی تھیں۔ آخر میں قاری محمد سلیمان سروبہ اٹھے۔ پاکستانی لہجے میں تلاوت قرآن کی۔ سامعین وجد میں آ گئے۔ طرابلسی دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ بھی جھوم اٹھے۔ امیر وفد نے آگے بڑھ کر پاکستان کے دینی مدارس کا تعارف کرایا، خصوصاً پاکستان میں حفظ وقرأت کے مدارس پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ تو لوگ خوش ہوتے گئے۔ رخصت ہونے لگے تو قاری محمد سلیمان سروبہ کی گاڑی کو کالے، گورے، مصری، افریقی، طرابلسی بچوں نے گھیر لیا۔ ان کی زبان پر ''احسنت یا قاری، اھلاً وسھلاً یا مقری۔ تفضلک یا استاد القریٰ''۔ پھر کہنے لگے ہمیں بھی پاکستان لے چلو آپ کی طرز پر قرآن پڑھنا چاہتے ہیں۔ ان بچوں کا اشتیاق دیکھ کر دل چاہتا تھا کہ انہیں صبح کے جہاز پر بٹھا کر پاکستان پہنچا دیا جائے۔ مگر ایسا کب ہو سکتا تھا۔

طرابلس کی اس شبینہ محفل میں ہمارا ایک حبشی موسیٰ نامی دوست بھی موجود تھا۔ جو ہماری خدمت میں سارا دن مامور رہتا۔ ایک فلپینی نوجوان تھا جو ہمارے لباس دھوتا، استری کرتا اور پہناتا تھا۔ ایک کالے رنگ کا مالی تھا جو صومالیہ کا باشندہ تھا وہ ہمارے ''گرین ہاؤس'' کے باغیچے کے بیل بوٹوں کو سنوارتا رہتا تھا۔ ایک خباز (روٹی پکانے والا) ایک مصری خیاط (درزی) بھی شریک محفل تھا۔ ایک لبنانی لڑکا جو ہمارے کمرے صاف کیا کرتا تھا

Marfat.com
Marfat.com

پھول جیسا چہرہ لئے ہوئے مجلس میں موجود تھا۔ یہ سارے لڑکے دن کو کام کرتے، ہماری خدمت کرتے مگر جب کھانا تیار ہوتا تو ہمارے دسترخوان پر بیٹھ کر ہمارے ساتھ کھانا کھاتے ۔ یہ خدمت گزار اگرچہ غیر ملکی تھے مگر کبھی کبھی ہماری محفلوں میں بڑی محبت سے شریک ہوتے اور ہماری زبان نہ جاننے کے باوجود ہمارے ساتھ مل کر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ۔ لیبیا میں یہ بات دیکھنے میں آئی ہے نہ یہاں کوئی ''چوہڑہ'' ہے نہ، مصلی، نہ دھوبی، نہ نائی، نہ گورا، نہ کالا، ہر شخص اپنا اپنا کام کرتا مگر کھانا ایک دسترخوان پر کھاتا، نماز ہمارے ساتھ باجماعت ادا کرتا اور ہم کہتے ''نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز'' نہ کوئی کالا نہ کوئی گورا، نہ کوئی عربی نہ کوئی عجمی ۔

زیلن میں ایک صحابیِ رسول عبداللہ انصاری کا مزار ہے زیارت کی تو وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ لیبیا میں نناوے ایسے مزارات ہیں جن میں گیلانی اولیاء اللہ آرام فرما ہیں ۔ اور وہ سلسلۂ قادریہ کے برگزیدہ بزرگ تھے ۔ علامہ محمد اشرف کاظمی آزاد کشمیر کے گیلانی اور کاظمی اولیاء کرام کا ذکر کرنے لگے تو دل خوش ہو گیا ۔ لاہور کے معروف خطیب حضرت مولانا الٰہی بخش ضیائی وفد میں شریک نہ ہو سکے مگر ان کے فرزندار جمند اس مجلس میں اپنے والد کی نمائندگی کرتے نظر آئے ۔ رات کی اس محفل میں ڈیرہ اسماعیل خاں کے مولانا رکن اعظم فاروقی اپنی خوشگوار گفتگو سے مجلس کو کشتِ زعفران بناتے رہے ۔

طرابلس شہر کے عین درمیان ایک بہت بڑی ''جامع مسجد جمال عبدالناصر'' ہے یہاں کبھی عیسائی مشنریوں کا تبلیغی مرکز تھا سارے افریقہ میں یہاں سے عیسائی پادری تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھتے تھے ۔ مگر کرنل قذافی نے اقتدار سنبھالتے ہیں اس مرکز کو عیسائی مبلغین سے خالی کرایا اور اسے ''جامع مسجد جمال عبدالناصر'' میں تبدیل کر دیا ۔ یہاں کوئی مستقل خطیب نہیں ۔ مختلف اسلامی ممالک سے جید علماء کرام آتے ہیں اور عربی میں خطبہ جمعہ دیتے ہیں ۔ جمعہ کو خطبہ سے پہلے ہمارے قاری محمد سلیمان سروبہ نے تلاوت قرآن کی تو لوگ جھوم اٹھے ۔ رئیس القرآء الشیخ محمد محمود عبدالنبی المصری نے نماز جمعہ کے بعد ہمارے قاری کو ساتھ لیا ۔ اپنے گھر لے گئے اور پرتکلف دعوت دی ۔ وہ مصری تھے ۔ مصر کے مشہور قرآء کی کیسٹیں عطا کیں ۔ ان میں قاری ابوالعنین شعشفیعی ، الشیخ احمد رفعت ، الشیخ القرآء

Marfat.com
Marfat.com

قاری باسط کی کیسٹیں عنایت کیں اور ان کی بڑی عزت افزائی فرمائی۔

طرابلس کی یہ محفل ہمیں ان دیرینہ احباب کی یاد دلاتی ہے جو رونق محفل تھے۔ یہ علماء کرام آج زندگی کی مختلف راہوں پر گامزن ہیں۔ آج ہمارے قائد اہلسنت الشاہ احمد نورانی صدیقی دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ علماء کرام میں یکجہتی نہ رہی۔ بڑے بڑے اہل علم اور اہل فن سنی علماء کرام ٹولیوں میں بٹ گئے۔ ورنہ ہم اکٹھے ہوتے تو اپنے قائد مرحوم کی قیادت میں دنیا کے ہر خطے میں طرابلس جیسی محفلیں جماتے اور وہاں سے پیغام محبت لے کر مشرق و مغرب میں آنے والی تبدیلیوں اور اسلام کی پھیلتی ہوئی روشنیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔ مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام اور پورے یورپ اور امریکہ میں ''نظام مصطفیٰ'' کا ایک نیٹ ورک قائم کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے افریقی ممالک میں اپنے والد مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی کے بنائے ہوئے ''رضوی مراکز'' کو ازسرنو مستحکم کرتے رہے۔ وہ ساری دنیا میں دینی نیٹ ورک قائم کرنا چاہتے تھے ان کی خواہش تھی کہ دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کی روشنی کو پھیلانے کے لئے سنی پاکستانی علماء کرام اپنا کردار ادا کریں۔ اور ''نظام مصطفیٰ'' کے تربیتی مراکز قائم کریں۔ پاکستان میں سیاسی اور عسکری تبدیلیوں نے انہیں ایسا نہ کرنے دیا۔ ان کے اپنے ساتھی بیگانے ہوتے چلے گئے۔ اور جب وہ لوگ بیگانوں کے دروازے کو کھٹکانے لگے تو کسی نے انہیں منہ نہ لگایا۔ دوسری طرف ساری دنیا کی صیہونی طاقتوں نے دین اسلام کے خلاف ایسی مہم چلائی کہ خود مسلمان حکمران ہی دین اسلام کا نام لینے والوں کو مارنے لگے۔ ان کو دہشت گرد قرار دینے لگے۔ ان کو شدّت پسند کہنے لگے۔ اور ان کو ''القاعدہ'' کے ساتھی قرار دینے لگے۔ آج سے بیس سال قبل جن ملکوں میں نظام مصطفیٰ قائم ہونے کی امیدیں تھیں انہیں ملکوں کے حکمرانوں نے ''نظام مصطفیٰ'' کی آواز کو دبانا شروع کر دیا۔ اور صرف دبانا ہی نہیں بلکہ ایسے لوگوں کو ایک ایک کر کے مارنا شروع کر دیا۔ آج ہم فریاد کرتے ہیں۔

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

Marfat.com
Marfat.com

بیاد بہ مجلس اقبال احمد فاروقی

سید منور علی شاہ بخاری (امریکہ)

علی الصبح فون کی گھنٹی بجی۔ آواز سنی تو امریکہ سے سید منور علی شاہ بخاری بول رہے تھے۔ بڑی میٹھی آواز، بڑی شیریں گفتگو اور بڑی نرم نرم باتیں۔ ''جہان رضا'' ملنے پر خوش ہو رہے تھے۔ ایک ایک صفحہ پر تبصرہ فرما رہے تھے۔ ایک ایک مضمون کا تجزیہ کر رہے تھے۔ ایک ایک لفظ کا تول تول کر بیان کر رہے تھے۔ ہمیں ان کی باتوں نے خوش کام کیا اور یوم محسوس ہو رہا تھا کہ امریکہ کی ایک دور دراز ریاست سے نہیں بلکہ حضرت داتا گنج بخش کے دربار کے برآمدے میں بیٹھے گفتگو کر رہے ہیں۔ سید منور علی شاہ بخاری، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عشاق میں سے ہیں۔ ان کی تحریریں، ان کی کتابیں، انکی نعتیں انہیں از بر ہیں۔ وہ ''جہان رضا'' سے محبت کرتے ہیں کیونکہ یہ وہ مجلّہ ہے جو اعلیٰ حضرت کے نظریات اپنے دامن میں سمیٹ کر چار دانگ عالم میں پھیلاتا رہتا ہے۔ وہ ''افکار رضا'' سے اس لئے پیار کرتے ہیں کہ وہ فاضل بریلوی کی باتوں کو مشرق مغرب تک پہنچاتا ہے۔ انہوں نے ''جہان رضا'' کے پندرہ سالہ شماروں کو اپنے سامنے والی الماری میں سجا رکھا ہے۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کی تصانیف سے اپنے کتب خانہ کو گلزار بنا رکھا ہے۔ انہوں نے امریکہ میں بسنے والے پاکستانی، ہندوستانی اور بنگلہ دیشی حضرات کیلئے ''مرکز تعلیمات رضا'' قائم کر دیا ہے اور پکار پکار کہتے ہیں۔ آؤ تاجدار بریلوی کی باتیں سنو۔

وہ باتیں کرتے جا رہے تھے میرے فون کی گھڑی نے مجھے آگاہ کیا کہ بخاری صاحب کی باتیں سنتے سنتے تیس منٹ ہو گئے ہیں مگر انکی باتیں زلف یار کی طرح لمبی ہوتی جا رہی ہیں خدا حافظ کہا اور فون بند کر دیا۔

Marfat.com
Marfat.com

مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی

صبح ہوئی علامہ کوکب نورانی کا ''تیز رو قاصد'' آیا۔ کراچی سے ایک لفافہ لایا۔ لفافہ کھولا تو اس میں سے علامہ کوکب نورانی کے خوش خرام قلم سے اعلیٰ حضرت کے اولین سیرت نگار مولانا محمود جان جام جودھپوری پر لکھا ہوا سوانحی خاکہ برآمد ہوا۔ علامہ کوکب نورانی ہمارے مخلص دوست ہیں۔ ''جہان رضا'' کیلئے کبھی کبھی ''نفاست نامے'' عطا فرماتے ہیں۔ کبھی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ پچھلے دنوں جنوبی افریقہ گئے تو اعلیٰ حضرت کی منظوم سیرت ''ذکر رضا'' جو ۱۹۲۱ء میں چھپی تھی لے کر آئے اور حکم دیا کہ اسے زیور طباعت سے آراستہ کر کے ''دنیائے رضا'' میں پھیلایا جائے۔ یہ ان کی خصوصی عنایت ہے اور ہم اسے ''یکے از تبرکات اعلیٰ حضرت'' جان کر چھپوار ہے ہیں۔ اہل محبت کے مطالعے کیلئے صلائے عام دے رہے ہیں۔

علامہ کوکب نورانی کی شخصیت اپنی ذات میں ایک انجمن ہے۔ وہ اپنے والد گرامی مولانا محمد شفیع اوکاڑوی مرحوم کے جانشین ہیں۔ مسجد گلزار حبیب کراچی کی تعمیر و توسیع میں مصروف ہیں۔ دنیائے اسلام میں ایک سنی سکالر کی حیثیت سے اپنا شہرہ منوا چکے ہیں۔ ورلڈ میڈیا پر اہلسنّت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ درجنوں کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کا قلم گلبار ہی نہیں بعض اوقات گلبہار بن جاتا ہے۔

ڈاک کیا آئی ''مجلس رضا'' میں بہار آ گئی۔ ہندوستان سے کنز الایمان (دہلی) جام نور (دہلی) الاشرفیہ (مبارکپور انڈیا) افکار رضا (ممبئی) اعلیٰ حضرت (بریلی انڈیا) آ پہنچے۔ مجلّہ فقہ اسلامی (کراچی) کاروان قمر (کراچی) المظہر (کراچی) ریاض العلم (اٹک) رضائے مصطفیٰ (گوجرانوالہ) اہلسنّت (گجرات) ندائے اہلسنّت (لاہور) کنز الایمان (لاہور) نور العرفان (لاہور) سوئے حجاز (لاہور) سبیل الرشاد (لاہور) النعیمیہ (لاہور) عرفات (لاہور) آ پہنچے الحسن (پشاور) آواز حق (پشاور) معارف رضا (کراچی) السعید (ملتان) انیس اہلسنّت (فیصل آباد) الحقیقہ (شکرگڑھ) نعت رنگ (کراچی) النعیم (کراچی) نور الحبیب (بصیر پور) لا نبی بعدی (لاہور) فیض عالم (بہاولپور) دعوت

Marfat.com
Marfat.com

تنظیم الاسلام (گوجرانوالہ) الجامعہ (جھنگ) آستانہ (کراچی) سیدھا راستہ (لاہور) نور اسلام (شرقپور) سبیل ہدایت (لاہور) جان رحمت (سانگلہ ہل) المصداق (حیدرآباد) ضیائے اسلام (حیدرآباد) شمس الاسلام (بھیرہ) مصلح الدین (کراچی) الملتگیہ (اوکاڑہ) محدث (لاہور) الاشراق (لاہور) جہان چشت (کراچی) ضیائے حرم (بھیرہ) قطار در قطار آ پہنچے۔ یہ ماہنامے سنی صحافت کے گلہائے رنگا رنگ ہیں۔ ہماری محفل میں بیٹھے ہوئے ایک عزیز رضوی سکالر اٹھے اور محبت بھری آواز میں بولے۔ ''یہ رسالے رسالے مجھے پڑھنے کیلئے دے دیں''۔ ابھی ہم نے ''ہاں'' نہیں کی تھی کہ وہ علمی اور ادبی پھولوں کا ٹوکرہ اٹھائے چلتے بنے' ہم انہیں دیکھتے رہے اور تڑپتے رہے۔

پیتا بغیر اذن کے کب تھی میری مجال — دانستہ چشم یار کی شہ پا کے پی گیا

علامہ مفتی محمد خاں قادری

ایک زمانہ تھا کہ ہم اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت کا ایک حلقہ سجایا کرتے تھے' فکر رضا پر بات کرنے والے جمع ہوتے اور ذکر رضا پر گفتگو کرتے۔ جہان رضا میں بسنے والے دور دور سے ہماری مجلس میں آتے اور مختلف موضوعات پر اظہار خیال کرتے تھے۔ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے حلقوں کے کئی احباب بھی آنے لگے ہیں۔ لاہور کے نامور عالم دین مفتی محمد خان قادری خطیب جامع مسجد رحمانیہ شادمان لاہور تشریف لے آئے ان کے ساتھ ہی ''سوئے حجاز'' کے ایڈیٹر عزیز محترم محبوب الرسول قادری آ گئے۔ مفتی محمد خان قادری نے آج سے دس سال قبل ہماری فرمائش پر ''سلام رضا'' کی شرح لکھی تھی اسے رضوی حلقوں نے بے حد پسند کیا۔ مفتی صاحب درجنوں کتابوں کے مصنف بیسیوں کتابوں کے مترجم ہیں۔ ان کی تحریریں علمی حلقوں میں دلچسپی سے پڑھی جاتی ہیں۔ وہ جامعہ اسلامیہ کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ ''کاروان اسلام'' کے قائد ہیں۔ پھر علمائے اہلسنّت میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ وہ ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہماری علمی خدمات پر ہدیہ تحسین پیش کیا اور حوصلہ افزائی کی۔ پھر بتایا کہ وہ اپنی

Marfat.com
Marfat.com

تدریسی مصروفیات کے باوجود ''تفسیر کبیر'' کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ انہیں مکہ مکرمہ کے عظیم سنی عالم دین محمد مالکی علوی' پیر طریقت محمد امیر شاہ صاحب قادری الگیلانی' علامہ فیض احمد اویسی بہاولپوری کے جواں سال صاحبزادے کی وفات پر اظہار ملال کرتے پایا۔ وہ کسی اجلاس میں جانیوالے تھے ہمیں سرراہ نوازتے گئے۔ انکے جانے کے چند منٹ بعد ''جمعیت علمائے پاکستان'' کے سابق صوبائی سیکرٹری سردار محمد خان لغاری' پیر خادم حسین شرقپوری' سید مزمل حسین شاہ' چوہدری محمد افضل رشید نقشبندی مینجنگ ایڈیٹر ''ماہنامہ لانبی بعدی'' لاہور آ گئے' سیاسی صورتحال پر گفتگو کرتے رہے۔ یہ سیاسی لوگ ہیں۔ سیاسیات حاضرہ پر معلومات بہم پہنچاتے رہے۔ وہ ابھی اٹھے ہی تھے کہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی ناظم جامعہ نعیمیہ تشریف لے آئے۔ وہ کسی خاص اجلاس میں جا رہے تھے چند لمحوں کیلئے ہمارے پاس رک گئے۔ دینی مدارس پر حکومتی خشمناکیوں پر اظہار خیال کرنے لگے اور علمائے کرام پر آئے دن جو سختیاں ہو رہی ہیں اس کا تذکرہ کرتے رہے اور یہ کہہ کر اٹھے گئے کہ میں تفصیلات پھر بتاؤں گا۔

عزیزم مولانا صفی الرحمٰن رضوی ابھی طالب علم ہیں وہ ''جہان رضا'' کو صفحہ اول سے آخر تک پڑھ کر آئے تھے۔ وہ صفحہ صفحہ پر تبصرہ کرتے گئے ہمارا دل خوش ہوتا گیا انہوں نے بتایا کہ انکے پاس اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ایک سو پچاس تصنیفات موجود ہیں ہم نے محسوس کیا کہ جواں سال طالبعلم اعلیٰ حضرت بریلوی سے اتنی محبت کرتے ہیں ہم نے انہیں ایک سال کیلئے ''جہان رضا'' اعزازی طور پر جاری کرنے کا فیصلہ کیا۔

پروفیسر عبدالرؤف قریشی

پروفیسر عبدالرؤف قریشی ہمارے مخلص احباب میں سے ہیں۔ وہ ہر روز جان محفل بن کر ہمارے پاس بیٹھتے ہیں لاہور کے نامور خطیب ہیں اور پیغام قرآن کے جلسوں میں تقریر کرتے ہیں۔ وہ ہمیں قومی درد کے واقعات سناتے ہیں اور مسلمانوں کی بے بسی پر گفتگو کرتے ہیں اور ہمیں غمگین کر دیتے ہیں۔ وہ ایک زمانہ تک علامہ

Marfat.com
Marfat.com

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے حلقہ احباب میں رہے مگر اب اپنے طور پر ''غلبہ اسلام'' پر تقریریں کرتے ہیں۔

پیر محمد حسن شاہ گیلانی

حضرت پیر محمد حسن شاہ گیلانی نوری سجادہ نشین خانقاہ چک سادہ گجرات تین ماہ تک ''دیار حبیب'' میں رہے واپسی پر تشریف لائے تو ''شہر محبت'' کی باتیں سناتے رہے۔ ہم جب ''شہر محبت'' میں حاضری دیتے تھے حضرت کی مجالس میں رہتے تھے۔ اس سال ہماری شکستہ پائی آڑے آئی نہ جاسکے۔ اس کے باوجود انہوں نے بارگاہ مصطفیٰ میں ہماری کئی بار حاضری لگوائی وہ مدینہ پاک کی باتیں سنا رہے تھے اور ساتھ ساتھ ان احباب کا تذکرہ کرتے جاتے تھے۔ جنہوں نے بارگاہ مصطفیٰ میں ہمیں یاد کیا تھا۔ دیار حبیب سے واپس آنے والے دوسرے احباب نے بھی ہمیں اپنی زیارت سے مستفیض کیا ہم نے ان سے کہا

آنے والو یہ تو بتاؤ شہر مدینہ کیسا ہے

صاحبزادہ محب اللہ نوری، سید ریاض الحسن گیلانی سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، ملک محمد المجید سانگلہ ہل، سید صبیح رحمانی (ایڈیٹر نعت رنگ) حافظ محمد اصغر (میزبان دستر خوان مصطفیٰ مدینہ منورہ) حاجی انعام اللہ اور ان کے بیٹے، اسلام آباد سے دس افراد کا قافلہ، احمد فاروقی ابن رشید فاروقی اور پنجاب کے ایک سو سے زیادہ وہ علماء کرام آکر ملے جو دیار محبت سے سرفراز ہو کر آئے تھے۔

مولانا محمد عالم مختار حق

مولانا محمد عالم مختار حق ایک محقق کتاب دوست ہیں۔ وہ کتاب دوست ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے بھی دوست ہیں۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم کے دیرینہ احباب میں سے ہیں۔ ''جہان رضا'' کے اشاعتی معاون ہیں۔ ہفتہ کی ہر صبح حکیم محمد موسیٰ مرحوم کے مطب پر جاتے ہیں اور ہمارے پاس بھی آتے ہیں۔ مختلف علمی

Marfat.com
Marfat.com

موضوعات پر رہنمائی فرماتے ہیں۔ ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی ترتیب اور ڈاکٹر مختار الدین احمد کے خطوط کی اشاعت میں رہنمایانہ کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف اور مقدمہ نویس ہیں۔ وہ ہماری محفل میں تشریف لائے علمی موضوعات پر گفتگو کرتے رہے انہیں ''ذکر رضا'' کی اشاعت سے خاصی دلچسپی ہے وہ ان دنوں میاں جمیل احمد شرقپوری کے جلیس مجالس ہیں۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی کی کتاب 'مقامات معصومیہ'' کی اشاعت کے نگران ہیں۔ وہ ڈاکٹر مسعود احمد مظہری کی کتاب ''جہان امام ربانی'' کی اشاعت کی راہیں دیکھ رہے ہیں ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ''جہان رضا'' کے صفحات کی نگرانی کرتے رہے۔ اس کی غلطیوں کی نشان دہی بھی کرتے ہیں۔

خلیل احمد رانا (جہانیاں منڈی)

پچھلے ہفتے ہماری محفل جمی ہوئی تھی کہ ایک شخص جہانیاں منڈی ضلع خانیوال سے چل کر لاہور آیا اور ہماری مجلس میں آ پہنچا۔ اس نے اپنے سفر کی روئیداد سنانا شروع کی۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات سے وابستگی پر گفتگو کرنے لگا پھر مرکزی مجلس رضا کے بانی حکیم محمد موسیٰ امرتسری سے اپنے تعلقات پر روشنی ڈالنے لگا۔ اس کی باتیں دلچسپ بھی تھیں اور دلنشین بھی' مگر اس نے جب والہانہ انداز میں مرکزی مجلس رضا کی خدمات پر اظہار خیال کرنا شروع کر دیا تو ہمیں اچھا لگا پھر اس نے بتایا کہ میں سابقہ گیارہ سال سے ''جہان رضا'' کا مسلسل مطالعہ کر رہا ہوں مجھے اس کی تحریر پسند آتی ہے مضامین دلنشین ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر اہل قلم و علم کے مقالات پڑھتا ہوں تو دل خوش ہو جاتا ہے۔

ہمارے یہ مجلسی خلیل احمد رانا تھے۔ جو جہانیاں منڈی سے چل کر افتاں خیزاں صرف اس لئے لاہور پہنچے تھے کہ وہ مرکزی مجلس رضا کے مجلسی بن کر ہمارے ساتھ علمی اور عملی تعاون کریں گے۔ انہوں نے کہا اب وہ یہاں ہی رہیں گے ''جہان رضا'' کے

Marfat.com
Marfat.com

مضامین کو ترتیب دیں گے۔اس کی طباعت اور اشاعت کے مراحل میں ہاتھ بٹائیں گے۔ پروف ریڈنگ کر کے جہان رضا کو پریس میں بھیجیں گے چھپوائیں گے رسالہ تیار ہونے پر قارئین جہان رضا کو ترسیل کریں گے۔تمام قارئین کے پتے اپنے ہاتھ سے لکھیں گے اور نام و پیام لکھتے وقت ''جہان رضا'' کے ایک ایک قاری کو سلام کہیں گے۔ دفتر میں آ کر بدست خود جہان رضا حاصل کرنیوالوں کے ساتھ واقفیت حاصل کریں گے۔اس طرح ایک ایک معاون سے تعارف حاصل کریں گے۔ جہان رضا کے ایڈیٹر کے بوجھ کو اپنے سر لے کر چھوڑیں گے۔

خلیل احمد رانا آف جہانیاں منڈی کے جذبہ کو تمام حاضرین مجلس نے سراہا۔ خود ایڈیٹر جہان رضا نے ان کی اس پیشکش پر خوشی کا اظہار کیا خلیل احمد رانا حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عاشقوں میں سے ہیں۔تیس سال سے زیادہ عرصہ گذرا انہیں مرکزی مجلس رضا سے تعلق خاص رہا ہے بانی مجلس حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے رفیق علم وقلم رہے ہیں اور ان کی تالیفات کو حکیم اہلسنّت نے ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد قادری مدنی کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا تو حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے مولانا ضیاء الدین احمد پر ایک مبسوط کتاب مرتب کرنے کا اعلان کیا تو آپ کی نگاہ نے خلیل احمد رانا کو منتخب کر کے اس عظیم کام کیلئے آمادہ کیا رانا صاحب نے نہایت محنت اور جانفشانی سے ''انوار قطب مدینہ'' مرتب کی جو چھ سو صفحات پر مشتمل تھی جسے ''مرکزی مجلس رضا'' نے نہایت خوبصورت انداز میں زیور طباعت سے آراستہ پیراستہ کر کے پاکستان اور بیرون پاکستان کے اہل محبت کے ہاں اعزازی طور پر پیش کیا۔خلیل احمد رانا صاحب کا یہ کارنامہ دنیائے رضویت میں ہمیشہ تحسین کی نظروں سے دیکھا گیا اور علمائے کرام نے بہت تعریف کی۔ خلیل احمد رانا ایک مخلص صاحب قلم و تحقیق دانشور ہیں جنہوں نے کئی موضوعات پر قلم اٹھایا۔ جہان رضا کے صفحات پر اپنے تحقیقی مقالات شائع کرا کر اہل

Marfat.com
Marfat.com

محبت کو دعوت مطالعہ دی ان کے پاس بیشمار مشاہیر اہلسنّت کے خطوط موجود ہیں جن میں بانی مجلس حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے لکھے ہوئے ایسے تین سو خطوط موجود ہیں جو حکیم صاحب کی ''مرکزی مجلس رضا'' کی تنظیمی جدوجہد پر روشنی ڈالتے ہیں۔

ہمارے آج کے مجلسی رانا خلیل صاحب جہانیاں منڈی کے ایک متوسط زمیندار ہیں۔ زراعت پر روزی کا دارومدار ہے مگر علمی کھیتوں کی آبیاری میں بھی زندگی کے طویل شب و روز گذارتے ہیں۔ ان کا علمی حلقہ بڑا وسیع ہے ''مرکزی مجلس رضا'' کے ترجمان ''جہان رضا'' کے صفحات پر ان کے عمدہ مضامین چھپتے رہتے ہیں اور وہ سارے برصغیر پاک و ہند کے حلقہ رضویت کے جانے پہچانے دانشور ہیں۔ انہوں نے اپنے علمی ذوق کی تشنگی کو سہارا دینے کیلئے جہانیاں منڈی میں نعمان اکیڈمی کی بنیاد رکھی جس کے فورم سے بڑا علمی کام کیا۔

اب وہ جہانیاں سے چل کر لاہور آئے ہیں۔ اجلاس میں شرکت کی ہے ہمارے ساتھ علمی و عملی تعاون کرنے پر بضد ہیں اور اصرار کرتے ہیں کہ جب تک آپ اپنے کندھوں کا تھکا دینے والا بوجھ میرے سر پر نہیں رکھیں گے۔ میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ ''جہان رضا کی ''جیم سے الف'' تک کی ساری خدمات میں سرانجام دوں گا۔ میں پڑھوں گا۔ میں لکھوں گا میں پریسوں میں جاؤں گا۔ ایڈریس لکھوں گا۔ ڈاک خانے میں جاؤں گا۔ ایسے ننھے منھے مجلسی کو کس طرح ٹالا جائے۔ کس طرح بہلایا جائے۔ کن الفاظ میں شکریہ ادا کیا جائے۔ کن الفاظ میں انکے جذبے کی تعریف کی جائے۔ کس انداز میں اپنے سینے میں محفوظ کیا جائے۔

وہ کمسن ہیں ضدیں ہیں نرالی ان کی اس پہ مچلے ہیں کہ جہان رضا چھاپیں گے

خلیل رانا نے ہمیں خوش کر دیا۔ ہماری دعاؤں کے سیلابوں کا رخ اپنی طرف موڑ لیا۔ اب آپ فیصلہ کریں جب مرکزی مجلس رضا کے ایسے ننھے منھے مجلسی موجود ہوں تو ہمیں کیا فکر ہو سکتی ہے۔ یہ مرکزی مجلس رضا کی خدمات کا صلہ ہے۔ ''جہان

Marfat.com
Marfat.com

رضا'' کی تحریروں کے ثمرات ہیں کہ ایسے ایسے اہل قلم اہل محبت پھولوں کو چن چن کر اپنی جھولیاں بھرتے رہتے ہیں۔ جو ہم ''جہان رضا'' کے صفحات پر بکھیرتے رہتے ہیں۔

اڑائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری پڑی ہے داستان میری
اڑا لی قمریوں نے طوطیوں نے عندلیبوں نے
چمن والوں نے مل کر لوٹ لی طرز فغان میری

محمد زبیر قادری ایڈیٹر افکار رضا ممبئی

محمد زبیر قادری اگرچہ ممبئی انڈیا میں قیام پذیر ہیں۔ آج سے دس سال قبل ہم جہان رضا کے چند شمارے اجمیری بک ڈپو ممبئی کو ہر ماہ بھیجا کرتے تھے۔ محمد زبیر قادری صاحب ہر ماہ ان سے جہان رضا لیتے مطالعہ کرتے ایک دن انہوں نے اپنی خوشی کا برملا اظہار کرتے ہوئے ہمیں خط لکھا۔ خط پڑھا دل خوش ہو گیا کہ ایسے لوگ بھی دنیا کے مختلف گوشوں میں موجود ہیں۔ جواب لکھا تو سلسلہ خط و کتابت جاری ہو گیا۔ انہیں جہان رضا اتنا پسند آیا۔ کہ وہ چشم براہ رہتے انہوں نے ''تحریک فکر رضا'' کی بنیاد رکھی اور فروغ افکار رضا پر کام کرنے لگے۔ انہیں جہان رضا کا انداز بے حد پسند تھا اسی انداز میں ''سہ ماہی افکار رضا'' نکالا۔ پہلا شمارہ چھپا۔ ہندوستان بھر کے علماء کرام کو اعزازی پہنچایا گیا بعض علمائے کرام نے حیرت کا اظہار کیا بعض نے حوصلہ افزائی کی۔ ''افکار رضا'' پاکستان پہنچے تو ہم نے جانا کہ یہ جہان رضا کا عکس جمیل ہے پاکستانی علماء نے پسند کیا۔ ہندوستان کے گوشے گوشے سے خط آنے لگے۔ ادھر افکار رضا ممبئی کی ترتیب پر جناب محمد زبیر قادری نے بڑی محنت کی اور رسالہ تیار کرنا شروع کیا۔ عام رسالوں کی روش سے ہٹ کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر علمی تحقیقی اور معلوماتی مضامین آنے لگے۔ ''افکار رضا'' کے صفحات نے جس تخصص سے پیغام رضا پہنچایا اس سے ''گونج گونج اٹھے ہیں'' ''افکار رضا'' سے بوستان'' کا سماں بندھ گیا۔

Marfat.com
Marfat.com

اداریہ مضامین، رضانامہ، اہل علم کے خطوط چھپنے لگے۔ سارا ہندوستان رضا کے نغمات سے گونجنے لگا۔ وہ چند پرچے پاکستان بھیجتے ہیں تو اہل محبت ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور محبت سے مطالعہ کرتے ہیں۔ پیغام رضا کو خصوصیت سے ''افکار رضا'' نے اپنے دامن میں سمیٹ کر سارے ہندوستان میں پھیلانا شرع کر دیا۔ اہل علم نے اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے عاشقوں نے رسالے کی تلاش شروع کر دی۔ کیرالہ سے لے کر سری نگر کی وادیوں تک ''افکار رضا'' پہنچنے لگا۔

''افکار رضا'' کے ایڈیٹر محمد زبیر خان قادری نے ''مرکزی مجلس رضا'' کی خدمات کو بے حد پسند کیا۔ اس کی خدمات کو سراہا۔ ''جہان رضا'' سے بے حد متاثر ہوئے۔ بذات خود صرف اور صرف ''مرکزی مجلس رضا'' کو دیکھنے کیلئے دو تین بار ممئی سے لاہور آئے۔ مرکزی مجلس رضا کے ''ننھے منھے مجلسی'' بے مجلس کی خدمات کو ہمیشہ خراج تحسین پیش کیا۔ جہان رضا کے ایڈیٹر کی خدمات کو خوش کن الفاظ میں سراہا۔ اس سے بڑھ کر ہر ماہ جہان رضا کے کم و بیش ساٹھ پرچے ہر ماہ منگوا کر ہندوستان کے اہل علم میں تقسیم کرنا شروع کر دیئے۔ ان کی اس مسلسل کوشش سے ہندوستان کے گوشے گوشے میں ''جہان رضا'' پھیلنے لگا۔ وہ ایسے مقامات تک جہان رضا پہنچاتے ہیں جہاں تک ہماری رسائی نہیں ہے۔

پیر سیّد ڈاکٹر مظاہر اشرف جیلانی امیر حلقہ اشرفیہ پاکستان

نماز صبح کے بعد مراقبے میں گردن جھکائے بیٹھے تھے کہ دروازے کی گھنٹی کی آواز آئی۔ دروازہ کھولا تو افق پر دور سورج ابھرتا ہوا نظر آیا۔ دوسری نظر دیکھا تو سامنے ایک بہت خوبصورت کار کھڑی تھی اس میں سے ایک نورانی شخص نکلا جو سر پر ''تاجِ سمنان'' سجائے تھا۔ یہ حضرت پیر طریقت ڈاکٹر محمد مظاہر اشرف جیلانی مدظلہ کھڑے ہیں۔ دوڑ کر ہاتھ چومے اور اندر لاکر بٹھایا ہم کبھی حضرت پیر اشرفی کو دیکھتے کبھی اپنے گھر کو

Marfat.com
Marfat.com

ڈاکٹر محمد مظاہر اشرف ''حلقہ اشرفیہ پاکستان'' کے صدر نشین ہیں۔ وہ سلسلۂ اشرفیہ سے وابستہ پاکستان، ہندوستان اور یورپ کے ہزاروں مریدوں کی تربیت کرتے ہیں۔ کچھوچھہ شریف کے وابستگان آپ سے نہ صرف عقیدت رکھتے ہیں بلکہ آپ سے روحانی رہنمائی بھی حاصل کرتے ہیں۔ آپ کو یہ نسبت خانوادۂ اشرفیہ سمنان سے ملی ہے۔ ڈاکٹر محمد مظاہر اشرف روحانی رہنما ہونے کے ساتھ ساتھ امراضِ قلب کے ماہر ڈاکٹر بھی ہیں۔ وہ لاہور کراچی اور لندن میں روحانی مجالس قائم کرتے ہیں۔ ماہنامہ ''آستانہ'' کراچی کے چیف ایڈیٹر ہیں اور اس میں روحانی بیماریوں کے علاج پر آپ کا ایک مستقل کالم چھپتا ہے۔ آپ نے اپنے روحانی خانوادے کی کئی کتابیں شائع کر کے تقسیم کی ہیں۔ ہم جب بھی در دولت پر دستک دیتے ہیں تو آپ کے مریدوں کا ایک حلقہ آپ کی روحانی مجلس میں موجود ہوتا ہے۔ وہ ہمیں بھی خصوصی توجہ سے نوازتے ہیں اور مختلف موضوعات پر گفتگو کر کے ہماری رہنمائی فرماتے ہیں۔ آج جب وہ ہمارے غریب خانہ پر تشریف لائے تو ہمیں امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا شعر یاد آیا

خبرم رسیدہ ام شب کہ نگار خواہی آمد　　سرِ من فدائے راہت کہ سوار خواہی آمد

حضرت مولانا ڈاکٹر کوکب نورانی اوکاڑوی

مولانا کوکب نورانی کو خدا خوش رکھے۔ وہ صلاح الدین سعیدی کی دعوت پر لاریکس کالونی مغلپورہ روڈ لاہور آئے تو ایک جلسے میں خطاب کیا۔ اور ہمیں بھی اپنے ساتھ رکھا۔ وہ مغلپورہ روڈ کے ۱۴ اگست ۲۰۰۴ء رات کے جلسے میں واقعی کوکب نورانی بن کر چمکے۔ حاضرین نے انہیں ٹی وی کے مختلف چینل پر تو سنا تھا مگر آج پہلی بار انہیں اپنے سامنے سن کر جھوم جھوم گئے۔ وہ رات گئے تک اپنے مخصوص انداز میں تقریر کرتے رہے۔ اگرچہ انکی آواز میں پنجاب کے روایتی مقرروں کی طرح گرج اور چمک تو نہ تھی، مگر سامعین کے دلوں پر ''کوکب الدری'' بن کر نور بکھیرتے گئے۔ ہم نے دیکھا کہ تقریر کے دوران مولانا کوکب نورانی کے چہرے پر بیک وقت دس ہزار

Marfat.com
Marfat.com

آنکھیں جمی ہوئی تھیں۔مگر ان کی زبان سے پھول بکھرتے جا رہے تھے۔

پھولوں کی ہیں ہزار زبانیں مگر خموش   بلبل کا ایک دل ہے مگر بولتا ہوا

یہ لاہور کے ایک جلسے کی جھلک تھی۔ویسے مولانا کوکب نورانی موجودہ دور میں علمائے اہلسنّت کی ایک منفرد شخصیت ہیں۔جو ہر محاذ پر صبح و شام مصروف عمل رہتے ہیں۔ان کی تقریر کے علاوہ ان کی تحریر نے بھی اپنا لوہا منوایا ہے۔وہ بدعقیدہ علماء پر ''رضا کے نیزے کی مار'' بن کر حملہ کرتے ہیں'' مگر جب افکار رضا کا اظہار کرتے ہیں تو ''جوئے نغمہ خواں'' بن جاتے ہیں۔وہ دنیا کے گوشے گوشے تک پروازیں کرتے رہتے ہیں اور واپسی پر اپنے سفرناموں کے ذریعے ہمارے قارئین ''جہان رضا'' کو دعوت مطالعہ دیتے ہیں۔وہ شب و روز کام کرتے ہیں اور کام کرتے تھکتے نہیں۔

مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے احباب نے ان کی یاد میں الحمراء ہال لاہور میں ایک اجلاس منعقد کیا۔جس میں ملک کے مقتدر اور مایۂ ناز علمائے کرام تشریف لائے اور ان کی علمی خدمات کو ہدیہ تحسین پیش کیا۔ان کے ہمعصر علمائے کرام اور شاگردوں کی کثیر تعداد ہال میں موجود تھی۔ہمیں ان کی یاد نے آلیا۔اور ہم نے چشمِ تصور میں دیکھا کہ وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ''فتاویٰ رضویہ'' کے دفتر کھولے بیٹھے ہیں اور ہماری انگلی پکڑ کر فتاویٰ رضویہ کے ان اوراق پر پھیر رہے ہیں جو ان کی کوششوں سے تخریجات و توضیحات کے ساتھ ۳۰ جلدوں میں شائع ہوا ہے۔آج دنیائے رضویت کے کئی اہل علم و قلم اعلیٰ حضرت کے علمی اور فقہی کمالات کو سامنے لانے میں مصروف ہیں۔مگر مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کی نگرانی میں ''فتاویٰ رضویہ'' جس شان سے مرتب ہوا اس کی مثال نہیں ملتی۔آج ''فتاویٰ رضویہ'' کی ۳۰ جلدیں فقہی دنیا کی رہنما ہیں۔جب ہم علمائے کرام کے علاوہ وکلاء اور ججز کی الماریوں میں ''فتاویٰ رضویہ'' کو جگمگاتے دیکھتے ہیں' تو دل خوش ہو جاتا ہے۔مفتی محمد

Marfat.com
Marfat.com

عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ہماری یادوں میں اپنی تدریسی، علمی اور مسلکی خدمات کی وجہ سے تو تادم آخر رہیں گے مگر دنیائے علم وفضل میں ''فتاویٰ رضویہ'' کی تدوین ان کا اتنا بڑا کارنامہ ہے جو انہیں صدیوں زندہ وتابندہ رکھے گا۔ نوّر اللہ مرقدہ

مجاہد محمد رفیق نقشبندی

مولانا مجاہد محمد رفیق نقشبندی، آزاد کشمیر کے ایک پہاڑی گاؤں ''کڈھالہ'' میں ''بوستان نقشبندیہ'' کی آبیاری کررہے ہیں۔ وہ ہمارے دوست ہیں لاہور آتے ہیں تو ملاقات سے نوازتے ہیں۔ اپنی کارکردگی سے آگاہ کرتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری کی علمی خدمات کو بڑی محبت سے بیان کرتے ہیں۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) کی تالیفات کو عام کرنے میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ پچھلے دنوں ''حیات اعلیٰ حضرت'' مؤلفہ مولانا ظفر الدین بہاری چھپی تو مکتبہ نبویہ سے ایک سو سیٹ لے گئے اور آزاد کشمیر کی دور دراز وادیوں میں پہنچاتے رہے۔ وہ نقشبندی ہیں مگر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سے محبت، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا سے رفاقت اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی کتابوں کی تقسیم میں شبانہ روز کام کرنا ان کی مجاہدانہ زندگی کا حصہ ہے۔ پھر ہم جیسے نیازمندوں کو نوازنا ان کی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی ذات کے ساتھ محبت کی علامت ہے۔ جب وہ ہماری مجالس میں تشریف لاتے ہیں تو ہم انہیں ''مجاہد رضویت'' جان کر علمائے کرام کا مقام دیتے ہیں۔ جب ان کے خوبصورت خط آتے ہیں تو ہم انہیں پڑھ کر باغ باغ ہو جاتے ہیں۔ انہیں جب ''جہان رضا'' ملتا ہے جب تک اسے پڑھ نہ لیں، سونے کا نام نہیں لیتے۔ ادام اللہ تعالیٰ عمرہٗ

صاحبزادہ ضیاء الحسن اشرفی لالہ موسیٰ

عزیزم ضیاء الحسن اشرفی، لالہ موسیٰ سے چل کر ایک عرصہ کے بعد ''جہان رضا''

Marfat.com
Marfat.com

کے دفتر میں آ گئے۔ ضیاء الحسن اشرفی' معروف عالم دین حضرت علامہ غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے ہیں۔ علامہ غلام قادر اشرفی نے ساری زندگی لالہ موسیٰ (گجرات) میں گزاری۔ وہ ان بزرگوں میں سے تھے' جنکی گفتگو عالمانہ تھی اور باتیں دلآویز۔ وہ ہندوستان کی ریاست ''فرید کوٹ'' میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے تحریک پاکستان میں زبردست کام کیا۔ وہ سنی کانفرنس (بنارس) میں ایک متحرک کارکن کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ جن دنوں ہم علمائے اہلسنّت کی مجالس میں ایک خدمت گزار کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ تو مولانا غلام قادر اشرفی میر محفل ہوتے تھے۔ انہوں نے سیاسی اور دینی تحریکوں میں بھرپور کام کیا۔ پھر بڑے بڑے جلسوں کو خطاب کیا۔ وہ زندگی کے آخری ایام میں ''دیار حرم'' کی حاضری میں زیادہ وقت گزارتے۔ مدینہ منورہ جاتے تو حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی قادری خلیفہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہما کی مجالس میں اپنا وقت گزارتے۔ وہ ان کے نہایت ہی قریبی احباب میں شمار ہوتے تھے ہم ان کی مجالس میں بیٹھتے تو وہ ملکی اور سیاسی حالات کے ساتھ ساتھ دیار حبیب کی یادوں سے ہمارے دل کو باغِ جناں بنا دیتے۔ وہ ہمیں خصوصی نگاہوں میں رکھتے تھے۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری بانی ''مرکزی مجلس رضا'' کے خاص احباب میں سے تھے۔ حکیم اہلسنّت' جب حج کو گئے تو کئی ماہ دیار حبیب میں ٹھہرے رہے۔ مولانا غلام قادر اشرفی ان کے رفیق مدینہ تھے۔ اعلیٰ حضرت کے افکار ونظریات پر انہیں بڑی دسترس تھی۔ بات کرتے تو بریلی کی بہاریں سامنے آ جاتیں۔ آج ان کے نواسے ضیاء الحسن اشرفی نے آ کر انکی یادوں کو تازہ کر دیا۔ ہمیں یوں محسوس ہوا کہ مولانا غلام قادر اشرفی اپنے نواسے کو گود میں اٹھائے۔ ہمارے پاس لے آئے ہیں یا یوں لگا جیسے ضیاء الحسن اشرفی اپنے نانا جان کا دامن پکڑ کر ہمیں سرفراز کرنے کیلیے ''جہان رضا'' کے دفتر میں آ گئے ہیں۔

ہم اپنے دوست پیر خادم حسین شرقپوری بغدادی کے خسر صوفی محمد اسماعیل

Marfat.com
Marfat.com

مرحوم کے ایصالِ ثواب کی محفل میں بیٹھے تھے کہ بریلی شریف کے معروف سکالر مولانا شہاب الدین رضوی نے ہمارے موبائل کو چھیڑا۔ ہم محفل سے باہر نکلے تو پیغام آیا کہ ''ہم شیخ الحدیث کے عرس پر فیصل آباد آئے ہوئے ہیں۔ صبح ہندوستان (واپس) روانہ ہونا ہے آج رات آپ کے پاس گذرے گی'' یہ ان کی شفقت اور محبت تھی۔ ہم اٹھے' لاہور آئے' ان کے لئے چشم براہ ہوئے تو وہ تن تنہا ایک گل رعنا نوجوان کی شکل میں ہماری محفل میں آ پہنچے ہم نے سمجھا تھا کہ شہاب الدین رضوی کتابیں لکھتے ہیں' رسالے چھاپتے ہیں کوئی بزرگ ہوں گے۔ کرم فرماتے ہوئے مصافحہ کیا' پھر معانقہ فرمایا' پھر مصادرہ کیا' پھر دست بوسی کا شرف عطا فرمایا فرمانے لگے' لاہور میں صرف آپ سے ہی ملنے آیا ہوں۔ وہ جس خلوص واشتیاق سے گفتگو کرتے گئے ہمارا دل گل و گلزار بنتا گیا'' ''خیابان بریلی کا گل سرسبد'' ہماری محفل کی زینت تھا۔ محبوب الرسول قادری ایڈیٹر ''سوئے حجاز'' پہلے ہی آنکھیں بچھائے بیٹھے تھے' ملے اور خوش ہوئے۔ مفتی اعظم ہند کے خلیفہ مجاز' ہمارے مخلص دوست علامہ گلزار حسین قادری نے سنا کہ شہاب الدین رضوی بریلی سے آئے ہیں۔ وہ اپنی گاڑی لے کر آ گئے۔ ملاقات کیا ہوئی ہمارے مہمان گرامی کو ''اغوا'' کر کے حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری کے گھر لے گئے۔ مفتی محمد خاں قادری کے جامعہ اسلامیہ میں لے گئے۔ اس طرح وہ ساری رات لاہور کے علماء سے ملاقات کرتے رہے۔ علی الصبح ہندوستان کو روانہ کر کے میرے پاس آئے اور کہنے لگے لو جناب ''ہم آپ کے مہمان عزیز کو ہندوستان پہنچا کر آئے ہیں''۔

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

سیّد صابر حسین شاہ بخاری

برہان شریف ضلع اٹک سے ہمارے مخلص دوست سید صابر حسین شاہ بخاری آ پہنچے آپ ''ادارہ فروغ افکار رضا'' کے بانی ہیں اور رضویات کی خوشبوئیں بکھیرتے

Marfat.com
Marfat.com

رہتے ہیں۔فرمانے لگے میں تو محمد زبیر قادری ایڈیٹر "افکار رضا" ممبئی کو ملنے آیا ہوں' تسلی دی بیٹھئے' وہ ممبئی سے چل چکے ہیں آتے ہی ہوں گے۔ابھی چند لمحے ہی گذرے تھے ہمارے ایک اور رفیق قلم خلیل احمد رانا آف جہانیاں تھکے ماندے آپہنچے۔اس خستگی کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے "میں زبیر قادری کو لینے ریلوے اسٹیشن گیا تھا' وہ کہیں نہیں ملے" ہم نے تسلی دی وہ دھان پان سے نوجوان ہیں مسافروں کے ہجوم میں گم ہو گئے ہوں گے آجائیں گے۔آپ پانی پئیں' چائے پئیں اور ہم سے پرانی باتیں کریں۔

آؤ زلف یار کی باتیں کریں
کاکل و رخسار کی باتیں کریں

ابھی باتیں ختم نہیں ہوئی تھیں کہ زبیر قادری صاحب اپنے ایک دوست کے ساتھ ہماری مجلس میں آپہنچے۔سب دوست خوش ہوئے۔حال احوال پوچھے محفل جمی اور اردگرد کے احباب عندلیبان شوق بن کر آنے لگے۔زبیر قادری ہماری محفل کی شمع فروزاں تھے اور ان کے مداح پروانہ وار اپنی محبتیں نچھاور کر رہے تھے ابھی چائے کا دور ختم نہیں ہوا تھا کہ یار لوگوں نے زبیر قادری کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور لاہور کے گلی کوچہ و بازار کو نکل پڑے۔ہم چلاتے رہے۔ممبئی سے چل کر آئے ہیں ساری رات جاگتے رہے ہیں تھکے ماندے ہیں مگر یہ سرمستان بادہ محبت یہ کہتے ہوئے انہیں اڑا لے گئے کہ ہندوستان کے لوگ تھکتے نہیں اور یوں زبیر قادری صاحب کو بھی "اغواء" کر لیا گیا۔سارا دن گزر گیا ساری رات گزر گئی۔ہم ان کی آرام گاہ پر موبائل فون کرتے رہے مگر وہ رات کے دو بجے تک لاہوری احباب کی محفل میں بیٹھے رہے' حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دیتے رہے اور ہم دیدہ فرش راہ کئے بیٹھے' ان کا انتظار کرتے رہے۔

شب ہجراں کے جاگنے والو کیا کرو گے اگر سحر نہ ہوئی

زبیر قادری صاحب ہمارے مخلص دوست ہیں وہ سارے ہندوستان

Marfat.com
Marfat.com

میں ''جہان رضا'' کے سفیر ہیں ہر ماہ جہان رضا ہندوستان کے علمی حلقوں میں پہنچاتے ہیں۔ دو دن کے بعد وہ ''دعوت اسلامی'' کے اجتماع پر صحرائے مدینہ ملتان چلے گئے اور وہاں سے کراچی، پھر دہلی، پھر ممبئی۔

سید عبداللہ قادری ابن سید نور محمد قادری

آج سید عبداللہ قادری واہ کینٹ سے آئے ہیں۔ بڑے ادیب اور محقق نوجوان ہیں کئی سال سے حکیم محمد موسیٰ امرتسری (بانی مرکزی مجلس رضا) کے مطب میں رہے۔ حکیم صاحب کے قریبی خدمت گزاروں میں سے ہیں۔ مدت کے بعد ہماری محفل میں آئے دو تین دن لاہور رہے اپنے احباب سے مل کر ہمارے پاس آ جاتے، کرم فرماتے اور اپنی یادوں کو تازہ کرتے۔ آپ نے مولانا محمد بخش مسلم بی اے پر ایک خوبصورت کتاب لکھی ہے۔ جو بہت مقبول ہے۔

صوفی شیر زماں خاں

صوفی شیر زماں (میانوالی سے تعلق رکھتے ہیں) ہمارے دیرینہ کرم فرما ہیں۔ کئی سال دیار حبیب مدینہ منورہ میں رہے۔ قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی قادری کی خدمت میں حاضر رہے۔ آپ کی رحلت کے بعد مولانا فضل الرحمان مدنی سے بیعت ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد کویت کے وزیر اطلاعات فضیلت الشیخ یوسف الرفاعی کے ایماء پر کویت چلے گئے۔ آج وہ بھی ہماری مجلس میں آ پہنچے۔ ''جہان رضا'' کے مضامین پر اپنے تاثرات دیتے رہے اس طرح مدینہ پاک کی یادوں سے ہمارے دل و دماغ کو معنبر و معطر کر کے چلے گئے۔

علامہ شوکت حسن خان نوری

علامہ کوکب نورانی ہمارے خاص احباب میں سے ہیں۔ صاحب قلم و بیان ہیں۔ سخن شناس بھی ہیں اور رواں قلم کے مالک بھی۔ ''جہان رضا'' کی تحریروں کو پسند

Marfat.com
Marfat.com

کرتے ہیں اور ہماری حوصلہ افزائی فرماتے ہیں انہیں جب کوئی سخن فہم ملتا ہے تو ''جہان رضا'' کا تعارف ضرور کراتے ہیں۔ فرمانے لگے کراچی میں ایک بزرگ حضرت الشاہ شوکت حسن نوری صاحب علم بھی ہیں اور سخن شناس بھی ہیں انہیں ''جہان رضا'' بھیجا کرو۔ وہ خانوادہ اعلیٰ حضرت کے ایک علمی فرد ہیں ہم کو کب نورانی کا اشارہ پا کر حضرت شوکت نوری کو ''جہان رضا'' بھیجتے ہیں۔

ہماری محفل جمی ہوئی تھی کہ حضرت شوکت نوری آ پہنچے۔ اس شان و شوکت سے آئے کہ محفل ''نور علی نور'' بن گئی احباب محفل اٹھے' ادب بجا لائے' دست بوسی ہوئی' تو حضرت نے گفتگو کا آغاز کیا' بات کرتے تو زبان سے موتی جھڑتے۔ اعلیٰ حضرت کے شہر بریلی کا ذکر چھیڑا تو گلی گلی' کوچہ کوچہ' مسجد مسجد' مدرسہ مدرسہ دکھاتے گئے۔ بریلی کے اذکار سے اہل محفل جھوم اٹھے۔ یوں محسوس ہونے لگا کہ ہم ساٹھ سال پیچھے بریلی شریف کی گلیوں میں گھوم رہے ہیں۔ حضرت کے بیان میں وہ حلاوت تھی کہ مجلس میں بیٹھا ہر شخص ہمہ تن گوش بنا ہوا تھا۔ اٹھنے لگے تو کسی نے اٹھنے نہ دیا جانے لگے تو کسی نے جانے نہ دیا' فرمایا وقت کم ہے سفر زیادہ ہے مگر اہل مجلس نے جس انداز سے میری باتیں سنیں میرا دل اٹھنے کو نہیں چاہتا۔

ہائے وہ پھول سے رخسار وہ قد بوٹا   وہ جہاں بیٹھتے ہیں باغ لگا دیتے ہیں

دل خوش ہو گیا بادل نخواستہ اٹھے اور بادل نخواستہ ہم نے انہیں الوداع کہا۔

بہ سلامت روی و باز آئی

محمد عالم مختار حق

آج ہفتہ ہے' محمد عالم مختار حق صاحب کا معمول ہے کہ ہر ہفتہ کی صبح اپنے تمام احباب سے ملنے نکلتے ہیں حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم کے مطب پر جاتے ہیں۔ ان کے جانشینوں صاحبزادہ میاں زبیر احمد ضیائی اور ریاض ہمایوں سے گفتگو کرتے ہیں۔ لاہور کے بعض اشاعتی اداروں کے ناظمین سے ملاقات کرتے ہیں پھر وہ ہماری محفل

Marfat.com
Marfat.com

ذخیرہ

میں شریک ہوتے ہیں۔ وہ شریک ہی نہیں ہوتے اکثر ''میر محفل'' ہوتے ہیں۔ وہ درویش منش سکالر ہیں مگر ہفتہ وار یہ سفر ایک بڑی پجارو کار پر کرتے ہیں۔ جب ہماری محفل میں آئے تو اہل علم وقلم کا ایک مجمع موجود تھا۔ علمی گفتگو ہو رہی تھی کہ یہ کس کا شعر ہے جو خواجہ معین الدین اجمیری سے منسوب ہے؟

شاہ ہست حسین بادشاہ ہست حسین　　دیں ہست حسین دیں پناہ ہست حسین

اہل مجلس میں بیٹھے حضرات نے بڑی نفیس گفتگو کی' محمد عالم مختار حق نے شعر کی نسبت خواجہ اجمیری سے انکار تو نہ کیا مگر ایسے کئی اشعار سنائے جو زبان زد اہل علم ہیں مگر ان کے کہنے والوں کا بہت کم لوگوں کو علم ہے۔ اس محفل میں ایک صاحب نے ''جہان رضا'' کا اشاریہ مرتب کرنے پر موصوف کی محنت کو ہدیہ تحسین پیش کیا۔

ایک دن ہم تنہا بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے ایک دوست مدینہ منورہ میں رہتے ہیں ہم جب بارگاہ رسول میں حاضری دیتے ہیں۔ تو وہ خاطر مدارات کرتے ہیں بعض مواقع پر راہنمائی فرماتے ہیں۔ وہ حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کے بعد ہمارے پاس آئے اور بیٹھ گئے۔ مدینہ پاک کی باتیں' صبح و شام کی باتیں' کوچہ دلدار کی باتیں' زلف یار کی باتیں کرتے رہے' پھر کاکل و رخسار کی باتیں کرتے گئے اور ہمارے دل کو خوش کرتے رہے۔ فوراً گویا ہوئے فاروقی صاحب! آپ نے حضرت خضر کو نہیں دیکھا ہم نے نفی میں سر ہلایا فرمانے لگے آپ نے ''رجال الغیب'' سے ملاقات نہیں کی؟ ہم پھر چپ رہے پھر بولے آپ نے لاہور کے ''روحانی گورنر'' سے ملاقات نہیں کی جب انہیں معلوم ہوا کہ ہم ان ''مقامات'' سے محروم ہیں۔ تو فرمانے لگے اس بار مدینہ منورہ کی حاضری کیلئے آنا تو مجھے یہ باتیں یاد دلانا' پھر دیکھنا۔ یہ کہہ کر چائے کی آدھی پیالی چھوڑ کر چلے گئے۔ ہم نے باقی چائے کے گھونٹ بھرے تو یوں محسوس ہوا۔ گنبد خضراء کی چھاؤں میں بیٹھے چائے پی رہے ہیں۔ (جہان رضا لاہور)

☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

فاروق اعظم کا خون بولتا ہے

''خون'' بولتا ہے۔ خون اپنی اصل بتاتا ہے۔ یہ جملے کہے سنے جاتے ہیں۔ کبھی ان کا جلوہ بھی ہوتا ہے۔ حضرت پیرزادہ اقبال احمد صاحب ''فاروقی'' ہیں اور ان کی گفتگو اور تحریر میں اس نسبت کی جھلک ان کے سامعین و قارئین نے ضرور دیکھی ہوگی۔ آواز کا زیر و بم، لفظوں کا تلاطم اور لہجے کا دم خم بتاتا ہے کہ کوئی جوہر قابل، مقابل ہے۔ وہ نشتر ہیں تو مرہم بھی ہیں۔ بہر رنگ وہ ایک ''قدآور'' شخصیت ہیں۔ وہ بولنے پر آئیں تو اپنی بات سنانے اور لکھیں تو اپنا لکھا پڑھانے کا ہنر خوب جانتے ہیں۔ وہ جھرمٹ سجاتے اور نگینے چمکاتے ہیں۔ باخبر رہنا ان کی طبیعت اور باخبر رکھنا ان کی عادت ہے وہ بھولتے نہیں، ہاں کبھی بھولے بن جاتے ہیں۔ ان کا یہ انداز ان کی باتوں کی دھمک میں اضافہ کرتا ہے۔ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کو سنیے یا پڑھیے وہ کبھی تنہا نہیں ہوتے۔ ایک عہد، ایک تاریخ ان کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔ وہ یادیں بکھیرتے ہیں تو جہان سمیٹ دیتے ہیں۔ ان کا تعارف ایک جملہ میں (میرے نزدیک) یہی ہے کہ ''انہوں نے زندگی کمائی ہے۔'' اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ماہنامہ ''جہان رضا'' (لاہور) سے سمتوں میں فاروقی صاحب اثر انداز ہوئے ہیں۔ اس مجلّے کی اشاعت سے قبل وہ اپنے علمی ذوق کی تسکین میں مشغول تھے۔ انہیں کتابوں کے تراجم اور تحقیق کے کٹھن مراحل سے شغف تھا۔ ہاں! اس عرصے میں بھی وہ قلوب و اذہان کو جگانے اور جھنجھوڑنے سے غافل نہیں رہے۔ علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی جیتے جاگتے رہنے ہی میں یقین رکھتے ہیں۔ ان کی تحریریں ''باتوں سے خوشبو آئے'' پڑھیے، آپ ان سے اختلاف کا حق محفوظ رکھیے مگر محظوظ ہونا فراموش نہ کیجئے۔ ان شاء اللہ یہ آواز اور اس شخص کے قلم کی گونج آپ کے دل کو لبھائے گی۔

ڈاکٹر کوکب نورانی اوکاڑوی

المرقوم: ۱۳ نومبر ۲۰۰۵ء

Marfat.com
Marfat.com